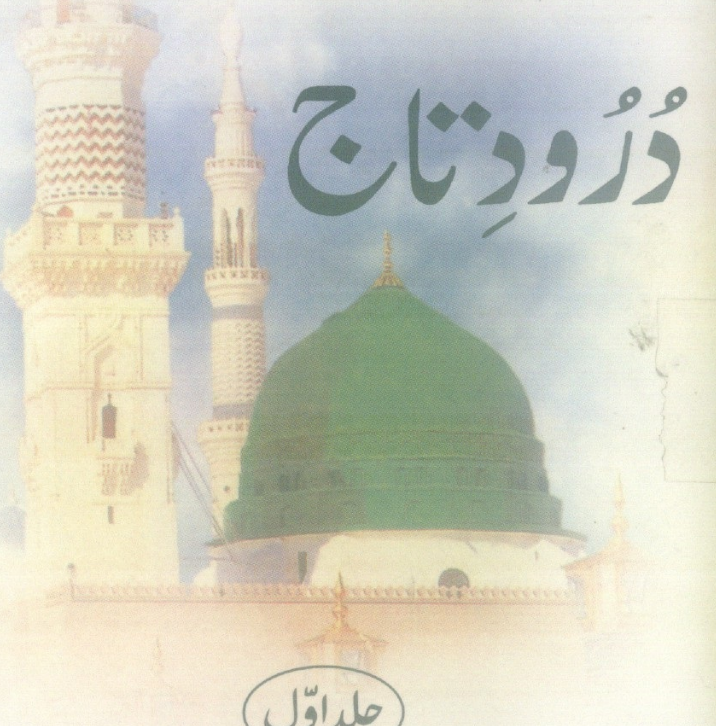
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ



دُرُودِ تاج

جلد اوّل

وھابی نجدی رشید گند گوھی اور جعفر پھل واری
اور نذر رضوی کے خبیثانہ اعتراضات کے جوابات

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمّد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ



درودِ تاج

جلد اوّل

زیر سرپرستی:

عاشقِ رسول، شاہِ شاہاں، خواجہ خواجگان، قطب العالم

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیر فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

رحمۃ اللہ علیہ

المعروف افضل سرکار

پبلشرز: حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ ۶۸-۶۷، اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۸/۷، کراچی

نام کتاب ________ دُرُودِ تاج جلد اوّل

ترتیب و پیشکش ________ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ________ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تعداد	تاریخِ اشاعت
۱۵۰۰	محرم الحرام ۱۴۲۷ھ فروری ۲۰۰۶ء

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پکارا، تو نے ہماری پکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیٍٔ قَدِیرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "دُرُودِ تاج جلد اوّل" کے عنوان سے اس موضوع پر اپنے مُرشد شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم، فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ، حضرت خواجہ شاہ محمد افضل قادری، چشتی (صابری، نظامی)، قلندری المعروف "افضل سرکار" رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صَلّی اللہ علیہ وآلہٖ وَسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالِم حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صَلّی اللہ عَلیہ وآلہٖ وَسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صَلّی اللہ عَلیہ وآلہٖ وَسلّم) اُس سے راضی ہوجائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سُخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

گُزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجیے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْقَرِیْبِ الْمُجِیْبِ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمَوْلَی الْحَبِیْبِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اُوْلِی التَّقْرِیْبِ!

اَمَّا بَعْدُ۔

دلائل الخیرات کی طرح، درود تاج بھی نہایت پُراثر اور مقبول وظیفہ ہے۔ صدیوں سے ہر سلسلہ کے اولیاء کرام اور ہر مسلک کے علمائے کرام اسے پڑھتے آرہے ہیں۔ نہ تو کسی نے شرعی حیثیت سے ناجائز کہا، اور نہ ہی اس کی عربی زبان پر کسی نے کسی قسم کا اعتراض کیا۔ بلکہ تمام نے اتفاق رائے سے اسے نہ صرف وظیفہ بنایا، بلکہ روحانیت کو روشن و منور رکھنے کے لئے اس کی تاثیر کا اظہار کیا، اور مشکلات کے حل کے لئے بھی اسے یقینی نسخہ قرار دیا۔ اس کے علاوہ خاص طور پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ کے لئے تو اِسے کیمیا سے بڑھ کر قرار دیا۔

وہابیت کی تحریک شروع ہونے کے بعد شرک کا فتویٰ لگانے والوں نے جب سر اُٹھایا، تو ان کے پہلے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اولیاء و مشائخ کے دوسرے معمولات کی طرح درودِ تاج شریف

کے وِرد کو بھی شرک لکھا، اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس درود میں "دافع البلاء والوباء" جیسے کلمات شرکیہ ہیں۔

اہلِ سُنّت کے امام، مجدّدِ دین، شیخ الاسلام، امام احمد رضا محدّث بریلوی (رضی اللہ عنہ) نے "الامن والعلیٰ" لکھ کر اس وہم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفنا دیا۔

اس طرح ایک عرصہ تک تو فتوائے گنگوہی مُردہ بے جان کی طرح پڑا رہا۔ لیکن گنگوہی کے پیروکار اس بے جان مُردے کو پھٹے پُرانے کفن پہنا کر اپنی جماعت کو اس کا مکروہ ڈھانچہ دکھلانے کے لئے باہر لائے۔ ان میں سب سے آگے جعفر پھلواری تھے، جس کے والدِ گرامی تو سُنّی حنفی تھے اور امام اہلسُنّت امام احمد رضا بریلوی پر جان چھڑکنے والے تھے۔ لیکن نہ جانے بیٹا کس طرح وہابیت پھر نیچریت کے جال میں پھنس گیا۔ اس نے اپنے والد پر بھی خوب دل کھول کر دل کی بھڑاس نکالی اور ساتھ ساتھ اُن سے اپنی مُریدی کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ اس نے درود تاج شریف کی بھی خوب خبر لی اور جس طرح اس سے ہو سکا درود تاج شریف اس نے ایک گمراہ کُن وظیفہ قرار دیا اور اس کی عربی ہونے کو تو گویا جہالت کا مجموعہ ثابت کیا۔ اور جاتے جاتے اس کو یہودیت کی سازش کا نتیجہ بتایا۔

عربی کا "لکل فرعون موسیٰ"، کے مشہور مقولہ کی عملی تصویر صرف

لفظی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر ہر دور میں ہر خاص و عام نے سورج کی چمکتی ہوئی روشنی کی طرح دیکھی۔

ہمارے دور میں جعفر پھلواری کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حافظ علامہ محمد احسان الحق فیصل آبادی اور غزالئ زمان علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی محدث ملتان رحمہما اللہ کو لاکھڑا کیا جنہوں نے اس کے اپنے گھڑے ہوئے فاسد دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ بلکہ غزالئ زمان نے تو جعفر پھلواری کی ایسی خبر لی کہ نہ صرف وہ بلکہ اس جیسا کوئی اور جنونی قیامت تک درود تاج شریف کی غلطیاں نکالنے کا تصور بھی نہیں کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن سب کو معلوم ہے کہ عادی مجرم جتنی بھی سخت سزا پالئے، وہ اپنے جرم سے باز نہیں آئے گا۔ اس لئے فقیر نے ان جرائم پیشہ عادی مجرموں کی شرارت سے بچنے کے لئے ایک مضبوط دیوار تعمیر کی ہے، تاکہ ایسے مجرم سرے سے جرم کا ارتکاب ہی نہ کر سکیں۔

یعنی درود تاج شریف کے ہر جملہ کی علیحدہ علمی و تحقیقی تفسیر ہو، جس میں امکانی سوالات کے جوابات بھی ہوں۔ اور اس کا نام رکھا ہے:

ضوء السراج فی شرح درود تاج

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم صلی اللہ تعالیٰ

علیٰ نبیہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ واولیائہٖ

امتہٖ وعلماء امتہٖ اجمعین ؓ

مدینہ کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی

بہاولپور ۔ پاکستان

درود تاج کی سند

اگرچہ اہلِ علم کے نزدیک کارِ خیر میں ضروری نہیں کہ معلوم کیا جائے کہ یہ کام کس نے شروع کیا، یا اس نیک کام کا ایجاد کرنے والا کون ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں تو یہ حکم ہے کہ دیوار پر لکھی تحریر سے بھی نصیحت حاصل کرو۔ لیکن مخالفین صرف عوام کو بھڑکانے کے لئے یہ غلط چال ہمارے عقائد و مسائل پر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے اہل سنت عوام چونکہ علمی تحقیق سے دور ہوتے ہیں، اور نہ ہی اس سے انہیں دلچسپی ہے، اس لئے وہ مخالفین کو عالم سمجھ کر غلط فہمیوں کا شکار ہوجاتے ہیں، حالانکہ یہ علم کے نام پر جی بھر کر دھوکہ دیتے ہیں۔ اُن کے دھوکہ و فریب کی ایک مثال یہی ہے کہ جی فلاں درود شریف کا مصنف کون ہے، اور میلاد شریف پر اس طرح حملہ کرتے ہیں کہ اس کا ایجاد کرنے والا تو ایک بادشاہ تھا، اور وہ تو ایسا تھا ویسا تھا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ سب ان کا دھوکہ ہے۔

فقیر اس تفصیل کو چھوڑ کر ایک نقشہ پیش کرتا ہے، جس سے واضح ہوگا کہ ہزاروں اُمورِ شرع میں ایسے ہیں جن کے نہ ایجاد

کرنے والے کا علم ہے اور نہ مصنف کا۔ اور بعض اُمور ایسے ہیں کہ جن کے ایجاد کرنے والے اور مصنف گمراہ اور بے دین ہیں۔ مخالفین ان اُمور کو بلا تفریق دین سمجھ کر انہیں عمل میں لا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ علم وفن کے معاملات میں اُن کے علم کی پونجی وہی امور ہیں :۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف یا ایجاد کرنے والا
۱	قرآن مجید کے اعراب اور نقطے اور شد و مد وغیرہ	کون ؟
۲	یسّرنا القرآن اور قاعدہ قرآنی ملتانی	"
۳	شش کلمہ اور ایمان مفصل و مجمل	"
۴	نماز کی نیت زبان سے	"
۵	تلاوتِ قرآن کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھنا بدعت بھی ہے۔	"

یہ چند نمونے عرض کئے ہیں تاکہ مضمون لمبا نہ ہو۔ اور بعض درسی کتابوں کے لکھنے والے نامعلوم ہیں۔ مذکورہ بالا امور کے بعض لکھنے والے اور ایجاد کرنے والوں کے نام معلوم ہیں، لیکن میں نے جان بوجھ کر نہیں لکھے۔ بات یہ ہے کہ بدعقیدہ روافض، جبریہ، قدریہ، مرجیہ، معتزلہ خوارج وغیرہ نہ صرف ہماری درسی کتابوں

کے مصنفین و مؤلفین ہیں ، بلکہ بخاری شریف سمیت حدیث کی چھ مشہور کتابوں کے کچھ راوی مذکورہ بالا مذاہب کے علاوہ بہت سے گمراہ مذاہب سے تعلق رکھتے تھے۔ تو کیا یہ اعتراض صرف درود تاج شریف اور اولیاء کے معمولات کے لئے ہے اور دوسرے شرعی اُمور اس اعتراض سے کیوں آزاد ہیں؟

اس کے علاوہ سیدنا ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ختم شریف میں پڑھنے کی اجازت چاہی۔ ان حضرات کے علاوہ یہ درود اکابر اولیاء، مشائخ اور صلحاء کے معمولات میں رہا۔

اب صدیوں بعد تحریک وہابیت سے درود تاج وغیرہ کیوں حرام اور شرک ہو گئے؟ خلاصہ یہ کہ درود تاج شریف تمام اولیاء کرام اور علماء عظام کا صدیوں سے یہ معمول رہا ہے۔ اور قاعدہ شرعیہ یعنی "تلقی بالقبول" کے مطابق مضبوط حُجّت ہے۔ یہ اصول اسلام کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے۔ اس قاعدہ پر بے شمار اسلامی مسائل و عقائد کا دار و مدار ہے۔ اگر اس قاعدہ کو اڑا دیا جائے تو اسلام کے بے شمار عقیدے اور مسئلے ختم کرنے پڑیں گے۔ اور یہ قاعدہ نہ صرف اہل سُنّت نے تسلیم کیا ہے، بلکہ درود تاج کے مخالفین اور صاحب التاج والمعراج صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات

کے منکرین کے ہاں بھی یہ تسلیم شدہ ہے۔ اسی لئے کوئی اگر اپنی اندرونی بیماری کی وجہ سے درود تاج شریف کو تسلیم نہیں کرتا، تو وہ مجبور ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے مریضوں کو لاعلاج بتایا ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ اس کی بیماری کو بڑھاتا ہے تا کہ وہ قیامت میں سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہو۔ ورنہ اہلِ عقل اور صاحبِ علم کے لئے ہمارے ذکر کردہ اصول کافی ہیں۔ ع

اگر در خانہ کس است ، یک حرف بس است

(یعنی اگر کہیں ایک سمجھدار بھی ہو، تو وہاں ایک بات ہی کافی ہے۔)

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

۱۱، ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

بہاولپور ۔ پاکستان

درودِ تاج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ
التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ ط دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ
وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ ط اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ
مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِى اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ط سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ
جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِى الْبَيْتِ
وَالْحَرَمِ ط شَمْسِ الضُّحٰى بَدْرِ الدُّجٰى صَدْرِ الْعُلٰى نُوْرِ
الْهُدٰى كَهْفِ الْوَرٰى مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ط جَمِيْلِ
الشِّيَمِ ط شَفِيْعِ الْاُمَمِ ط صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ ط
وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِيْلُ خَادِمُهٗ وَالْبُرَاقُ مَرْكَبُهٗ
وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَسِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى مَقَامُهٗ وَقَابَ
قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُهٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَالْمَقْصُوْدُ
مَوْجُوْدُهٗ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ شَفِيْعِ
الْمُذْنِبِيْنَ اَنِيْسِ الْغَرِيْبِيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ
رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِيْنَ شَمْسِ الْعَارِفِيْنَ
سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِيْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ

وَالْغُرَبَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ نَبِيِّ
الْحَرَمَيْنِ إِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ
صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ
وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَوْلٰنَا
وَمَوْلَى الثَّقَلَيْنِ اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ
نُوْرٍ مِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ يٰاَيُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

ترجمہ : اے اللہ ! رحمت فرما ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، تاج و معراج والے، براق و بلندی والے پر۔ بلّیات و وبا، قحط و مرض، دُکھ اور مصیبت کے دور کرنے والے پر، جن کا نام مبارک لکھا ہوا ہے بلند ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ لوحِ محفوظ اور قلم میں رنگ پیدا کیا ہوا ہے۔ عرب اور غیر عرب کے سردار، جن کا جسم مبارک ہر عیب سے پاک، خوشبو کا سرچشمہ، انتہائی پاکیزہ، نُورٌ علیٰ نُور، اپنے گھر اور حرم میں (ان تمام احوال کے ساتھ آج بھی موجود ہیں، صبح کے روشن اور خوش نما سورج، چودھویں رات کے چاند، بلندی کے ماخذ، ہدایت کے نُور، مخلوق کی پناہ گاہ، اندھیروں کے چراغ، بہتر اخلاق عادات والے، اُمّتوں کی شفاعت کرنے والے، سخاوت اور کرم کے والی پر درود و سلام۔ اور اللہ اُن کا محافظ ہے، جبریل امین خادم ہیں اور براق سواری ہے۔ معراج اُن کا سفر ہے، سدرۃ المنتہیٰ اُن کا مقام ہے، اور قاب قوسین (قربِ الٰہی کا کمال) اُن کا مطلوب ہے، اور مطلوب یعنی کمال قربِ الٰہی، وہی مقصود ہے اور مقصود حاصل ہو چکا ہے، تمام رسولوں کے سردار، تمام انبیاء کے بعد آنے والے، گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مسافروں اور اجنبیوں کے غم مٹانے والے، تمام جہانوں پر رحم فرمانے والے، عاشقوں کی راحت اور مشتاقوں کی مُراد، تمام عارفوں کے

سورج، سالکوں کے چراغ، مقربین کی شمع، فقیروں، پردیسیوں اور مسکینوں سے محبت والفت رکھنے والے، جنّات وانسانوں کے سردار، حرم مکہ اور حرم مدینہ کے نبی، بیت المقدس اور خانہ کعبہ دونوں قبلوں کے امام، دنیا وآخرت میں ہمارے وسیلہ، قاب قوسین کی خوشخبری والے، مشرقوں اور مغربوں کے رب کے حبیب، امام حسن اور امام حسین کے نانا، ہمارے آقا تمام جن وانس کے والی، یعنی ابوالقاسم، محمد بن عبداللہ کے نور میں سے عظمت وبلندی والے نور پر درود وسلام، ان کے نور جمال کے عاشق خوب صلوٰة و سلام بھیجو اُن کی ذاتِ والاصفات پر، اُن کے آل واصحاب پر۔
صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وبارك وسلم۔

منظوم اردو ترجمہ درود تاج

حمد و صلوٰۃ و سلام درود و نعم ، ہوں محمدؐ پہ اے قادر و ذوالکرم !
تاج والے ہیں معراج والے ہیں وہ ، ان کا مرکب براق ان کا رحمت عَلَم

ان سے خائف بلا ، ان سے غائب وبا وہ علاجِ مرض وہ دوائے اَلَم
اسم مکتوب مرفوع مشفوع ہے ، لوحِ پُر نُور پر نقشِ نازِ قلم

جسمِ اقدس معطر مطہر سہا ، مہرِ صبحِ ازل یا چراغِ حرم
وہ ہی شمس الضحیٰ وہ ہی بدر الدجیٰ ، وہ ہی صدر العلیٰ ابرِ جود و کرم

وہ ہی نور الہدیٰ وہ ہی کہف الوریٰ وہ ہی جمیل الشیم وہ شفیع الامم
اُن کا عاصم خدا ، اُن کے خادم ملک ، اُن کا مرکب براق اُن کا اسرا سفر

منزلِ اعلیٰ ترین سدرۃ المنتہی ، مقابِ قوسین کے قرب سے بہرہ ور
شرحِ قوسین مطلوب و مقصودِ جاں قلب مشتاق انوارِ عرشِ بریں

سید المرسلین خاتم الانبیاء، شافع مذنبین ، رافع اسفلین
رحمتِ عالمین ، راحتِ عاشقاں ، فرحتِ شائقین ، نیّرِ عارفین

رہبرِ سالکین ہادئ مومنین ، خضرِ راہِ یقین ، اوّلیں آخریں
غم گسارِ یتیماں محبّ غریباں حبیبِ فقیراں بہ نانِ جویں

سیّدِ انس وجاں ، صاحبِ دو کماں سرورِ دو جہاں دو حرم کے مکیں
ابنِ عبداللہ جدِّ حسنین ابوالقاسم اہلِ صفا بالیقیں

ہیں حبیبِ خدا ساری اُمّت فدا اُن کے حسن و جمال جہاں تاب پر
ہاں کہو سب صلوٰۃ و سلام و درود اُن پہ اور اُن کی آل اور اصحاب پر

(اصغر حسین خان نظیرؔ لدھیانوی)

تمہید

درود تاج شریف و دلائل الخیرات و درود اکبر و مستغاث و درودِ لکھی و ہزارہ و دیگر ہزاروں درود و وظائف اولیاء کرام و مشائخِ عظام و صلحائے اُمت میں عرصہ سے مروج ہیں۔ ان کے فیوض و برکات سے خواص و عوام فیض اور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

نجدی وہابی تحریک سے پہلے کسی کو اس میں شک و شبہ نہ تھا۔ اور نہ ہی شرک جیسے منحوس فتویٰ سے ایسے مبارک و مقدس درود و وظائف کو ملوث کیا۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نجدی کے اثرات سے یہاں بھی فتویٰ بازی شروع ہوئی۔ فرقۂ دیوبند کے قطب مولوی رشید احمد گنگوہی نے درود تاج میں صرف ایک جملہ، یعنی

"دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم"

پر کیچڑ اُچھالا، تو امام اہلسنّت، شیخ الاسلام، امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الامن والعلیٰ" لکھ کر مخالفین کو ہمیشہ تک اصولی طور پر لاجواب فرما دیا۔ لیکن جیسے افیونی اپنی عادت سے مجبور ہو کر عادت پوری کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا

ہے۔ یہ پارٹی بھی شرک و بدعت کے فتویٰ بازی کی عادت کو پورا کرنے کے لئے کبھی کچھ نہ کچھ کہہ ہی دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر علاقہ کا اس قسم کا افیونی زبانی طور پر تو درود تاج پڑھنے کو شرک و بدعت کہتا رہتا ہے۔ اور کبھی ان میں سے کچھ ایسے لکھتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی مرحوم (مصنف تفسیر نبوی وغیرہ) کو بھی ایک ایسا افیونی ملا جس کی انہوں نے خوب خبر لی۔ مولانا صاحب نے "اظہار انکار المنکرین من صلوٰۃ المجیّبین" لکھ کر مخالفین کو خاموش کرایا۔ لیکن یہ پارٹی کب خاموش ہو سکتی ہے۔ ہمارے دور میں پھر وہی شور اٹھا رہے ہیں۔

چنانچہ فقیر کے پاس ایک رسالہ "تنویر السراج العاملی درود تاج" پہنچا ہے جس کے مؤلف نذر رضوی صاحب ہیں۔ فیصل آباد (لائل پور) میں مکتبہ رضویہ کے نام سے یہ رسالہ شائع کیا۔ اور عجب یہ کہ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی نسبت کا لیبل اور حضرت محدث پاکستان علامہ سردار احمد خان رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی شاگردی کا دعویدار ہو کر درود تاج شریف پر ایسے ذلیل حملے کئے کہ گویا جو کام مخالفین سے نہ ہو سکا وہ نذر رضوی نے کر دکھایا۔

دوسرے "جعفر پھلواری صاحب" ہیں۔ اس نے بھی

درود تاج شریف کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کا مشورہ دیا ہے۔

اور اس کا یہ مضمون ماہنامہ فاران کراچی مئی ۱۹۸۰ء اور ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۱۷ شوال ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوا۔ مؤخر الذکر مضمون محترم علامہ حافظ محمد احسان الحق صاحب، استاد جامع رضویہ فیصل آباد نے مختصر لکھا جسے ماہنامہ رضائے مصطفٰے، گوجرانوالہ محرم الحرم ۱۴۰۰ھ میں شائع کیا گیا، لیکن مولوی جعفر پھلواری کے اعتراضات کا جواب غزالئ زمان علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک موٹی کتاب بنام "درود تاج پر اعتراضات کے جوابات" لکھی اور خوب لکھی۔

فقیر نے اس کتاب سے خوب فائدہ اٹھایا، اور پھلواری کے تمام اعتراضات کے جوابات فقیر نے تفصیل سے اسی شرح کے باب اعتراضات و جوابات میں لکھے۔ اگرچہ فقیر درود تاج کے متعلق کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتا تھا، اس لئے کہ اکابر و دوستوں نے جو کچھ لکھا، اس سے بڑھ کر فقیر کیا لکھے گا۔ لیکن اس پر کچھ لکھنے کے لئے احباب نے مجبور کیا اور بار بار اصرار کیا۔ میں مصروفیت کی وجہ سے ٹالتا رہا، لیکن بعض عزیزوں نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ آخر کار اس پر چند سطور لکھ ڈالے، اور اس کا نام "ضوء السراج فی شرح درود[1] تاج" تجویز کیا۔

---

[1] اگرچہ یہ فارسی لفظ (ترکیب) ہے، لیکن چونکہ یہ اس درود شریف کا علم ہے۔ اسی لئے یہاں ایسا ہی لکھنا ضروری ہے

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ المنیب ، و

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ الحبیب الکریم الامین وعلیٰ الہ

واصحابہ وازواجہ وذریتہ اجمعین ۔

الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

٦ ۔ جون ۱۹۹۵ء

نوٹ : مزید براں اس پر یہ ہوا کہ ایک خاتون نے درود تاج شریف سے عقیدت کی بنا پر فرمایا کہ اس کا خرچہ میرے ذمہ ہے ، اسی لئے پہلی فرصت میں شائع کردیں ۔ چنانچہ خاتون نے اس کی کتابت کی پیشگی (ایڈوانس کی رقم) ادا کر کے اصرار کیا کہ اسی ماہ رمضان سے پہلے کتاب شائع ہو جائے ۔ چنانچہ یہ شرح جو آپ کے ہاتھ میں ہے ، یہ اسی خاتون کا کارنامہ ہے ۔ البتہ خاتون نے نام ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ قارئین ، خاتون کے لئے دارین کی فلاح کی دعا فرمائیں ۔

وجہ تسمیہ (نام پڑ جانے کی وجہ) درود تاج کوئی نئی چیز نہیں کہ جس سے بدعت کا خطرہ ہو، بلکہ وہی درود شریف ہے جس کے لئے حکم باری تعالیٰ ہے۔ "صلّوا علیہ وسلّموا" یعنی صلوٰۃ وسلام پڑھو نبی کریم پر"۔ ہاں اس کا نام رکھنا بعد کی ایجاد ہے۔ تو اس میں حرج نہیں، اس لئے کہ تعلیم رسول اور دین نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اکثر شعبے اور ان کے نام بہت عرصہ کے بعد تجویز ہوئے۔

مثلاً تعلیم القرآن کے لئے قرآن مجید کے پاروں کے نام (۱) الم (۲) سیقول (۳) تلک الرسل (۴) لن تنالوا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی نورانی قاعدہ، ملتانی، لیسرنا القرآن وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ نام معمولی سی مناسبت سے تجویز ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کی سورتوں کے نام پر غور ہو کہ کسی سورۃ کا نام البقرہ، کسی کا آلِ عمران، کسی کا النحل، کسی کا النمل وغیرہ وغیرہ۔ وہ صرف اسی لئے کہ یہ الفاظ یا ان کا قصہ ان (سورتوں) میں واقع ہے، ایسے ہی اس درود شریف کو اسی لئے درود تاج کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتداء لفظ تاج سے ہے۔ اور چونکہ تاج سر کی زینت ہوتا ہے، اور ہمارے حضور پُر نُور، سرورِ انبیاء، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہر صاحب کمال کے سر تاج ہیں، اور یہاں بھی آپ کے کمالات کا ذکر ہوگا، اسی لئے ظاہری وباطنی مناسبت سے اسے درود تاج کہا جاتا ہے۔ اگر اس درود شریف سے نام کی

بدعت کا خطرہ ہے، تو درود ابراہیمی سے خطرہ ہونا چاہیئے، کیوں کہ اسے اس نام سے موسوم کرنا بھی بدعت ہے، کیوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صرف درود کے الفاظ بتلائے ہیں، یہ تو نہیں فرمایا کہ اس کا نام درود ابراہیمی ہے۔ جس طرح ابراہیمی درود کا نام ہم نے تجویز کیا ہے، اسی طرح درود تاج کو سمجھ لیجئے۔

خواص درود تاج شریف[7]

ازشاہ عبدالعزیز اعظم گڑھی[1]

نمبر شمار	مقصد	ترکیب	تعداد
۱۔	زیارت نبوی علیہ السلام	چاند کے چڑھنے والے دنوں میں جمعرات کی شب پاک صاف کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر سو جائیں۔	گیارہ راتوں تک ۷۰ ابار
۲۔	صفائی قلب	ہر روز بعد نماز فجر	۷ بار
		بعد نماز عصر	۳ بار
		بعد نماز عشاء	۳ بار

۳۔	دفع جادو و آسیب و جن و شیاطین و وبا و فساد و چیچک و ہر مرض	پڑھ کر دم کریں	۱۱ بار
۴۔	دشمنوں، حاسدوں، ظالم حاکموں سے حفاظت و دفع رنج و الم و افلاس	۴۰ راتیں، بعد از نماز عشاء	۴۱ بار
۵۔	رزق کی کشادگی	بعد از نماز فجر	۷ بار
۶۔	بانجھ عورت کے لئے	۲۱ کھجوروں پر سات سات بار پڑھ کر دم کر کے ایک کھجور ہر روز کھلائے۔ حیض کی طہارت کے بعد اس کا شوہر اس سے جماع کرے آدھی رات کے بعد	۴۰ بار
۷۔	محبت اور ہر مقصد میں کامیابی کے لئے	آدھی رات کے بعد	۴۰ بار
۸۔	حمل کی حفاظت کے لئے	حمل گرنے کا خطرہ ہو سات پانی پر دم کر کے پئیں۔	

نوٹ: مختصر طور پر چند خواص عرض کئے گئے ہیں، ورنہ درود شریف کے خواص بے شمار ہیں۔

---

[1] فضائل درود تاج مطبوعہ نولکشور لکھنو۔

اولیاء کاملین اور درود تاج شریف

حضرت پیر سید فیض علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ، سجادہ نشین ماڑی شوق الٰہی، ضلع بہاولنگر اپنے مطبوعہ درود شریف میں چند مشائخِ کاملین کے درود تاج کے بارے میں تاثرات بیان فرماتے ہیں۔

۱۔ حضور خواجۂ خواجگاں، تقدس مآب، برہانِ حقیقت، سلطان العارفین، خواجہ غریب نواز سید معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے قربِ کمال صرف درود شریف کی وجہ سے حاصل کیا ہے۔

۲۔ تقدس مآب سیّد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو دنیا کے کافی جھنجھٹ ہوں، تو کم از کم تین ہزار سے کم تحفہ درود شریف دن رات میں کم نہ کیا جائے۔

۳۔ پیرانِ پیر مخدوم معظم محبوب سبحانی سید محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ طالبین، مقربین دن رات میں کم از کم پانچ ہزار تحفۂ درود شریف حضور انور، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا کریں۔ اور فرماتے ہیں، میں نے جو قربِ کمال حاصل کیا، صرف درود شریف کی وجہ سے حاصل ہوا۔

۴۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ مشاہدات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے قربِ کمال صرف درود

شریف کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اوراب سارا جہاں میرے سامنے آئینہ کے مثال ہے اور رائی کے دانہ کے برابر میرے سامنے ہے۔

۵۔ حضور خواجہ سلطان العارفین، فخرِ سادات کل، امام الاولیاء مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہُ اُچوی نقوی البخاری ارشاد فرماتے ہیں کہ دن رات میں کم ازکم تحفۂ درود شریف بارہ ہزار حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنا چاہیئے۔ اس سے کم ایمان کی کمزوری ثابت ہوگی۔

۶۔ سلطان العارفین مخدوم سید علی ہجویری عرف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ لاہوری ارشاد فرماتے ہیں: جس قدر محبوبِ ربِ العالمین کی یاد کریں گے، اس قدر دربارِ الٰہی سے انوار نازل ہوں گے۔ دن رات میں طالبین کم ازکم سات ہزار سے کم تحفہ درود شریف نہ کریں۔

۷۔ حضور امام العارفین سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے قربِ کمال کو حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی قریبی ذریعہ ہے، تو وہ تحفۂ درود شریف ہے۔

لہٰذا طالبین کو چاہیئے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائیں تو کثرت سے درود شریف پڑھا کریں۔ تاکہ طالبین کو قربِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام و قربِ دربارِ الٰہی نصیب ہو۔

قرب کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی وظیفہ بہتر نہیں۔

حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمتہ اللہ، جن کی شخصیت کے سامنے مخالفین سر جھکاتے ہیں، شرح عقائد پر نبراس ان کی بہترین تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ بڑی بلند پایہ تصانیف اب بھی اُن کے علم و عمل کا ثبوت ہے۔ اپنی کتاب اکسیر میں اپنے شیخ کامل عارف حضرت حافظ محمد جمالی ملتانی قدس سرہٗ کے معمولات سے درود تاج شریف کا ایک وظیفہ اور اس کا طریقہ بتایا ہے۔ اکسیر کتاب فقیر کے پاس موجود ہے۔

طریقہ تلاوت درود تاج

صبح کے وقت مسواک کرکے، وضو تازہ کرکے، نماز سے پہلے یا بعد سات بار۔ اس عمل کو زندگی بھر جاری رکھے۔

جو شخص قرض دار ہو، قیدی ہو، یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو، اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ روزانہ دن رات میں ۸۲ روز تک، بہ طریقہٗ چلہ ۷۵ بار تلاوت کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس درود شریف کی برکت سے طالبین اپنے مقصود کو حاصل کریں گے۔ اس چلہ کے بعد مخلصین ہمیشہ روزانہ سات بار نہار منہ تلاوت کرے۔

پرہیز ضروری ہے : پیاز، لہسن، یا کوئی اور بد بودار چیز استعمال کر کے نہ پڑھے، کیوں کہ بد بودار چیز استعمال کرنے والے کا درود شریف قبول نہیں ہوتا۔

طریقۂ دوم برائے زیارتِ حضور علیہ السلام

غسل کر کے خوشبو لگا کر، سرمہ آنکھوں میں ڈال کر، مکان کو صاف کرے۔ اگر بتی جلائے، حضور علیہ السلام کے لئے ایک پاک و صاف مسند بنائے، اس کے پیچھے اپنے لئے مصلیٰ بچھائے۔ اس پر بیٹھ کر صرف جمعہ کی شب ۷۵ بار درود شریف پڑھ کر اپنا سر شمال کی جانب رکھ کر سو جائے۔ اس طرح سات جمعرات عمل کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ زیارت نصیب ہو گی۔ مکان میں کوئی بد بودار چیز نہ ہو۔ نہ وہاں سگریٹ ہو نہ حقّہ۔ اگر عمل کرنے والا سگریٹ حقّہ پیتا ہے تو اس کو زیارت نصیب نہ ہو گی۔

نوٹ :۔ ہر مرد و عورت کے لئے اس کی اجازت ہے۔ دوبارہ اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔ اس محبوب وظیفہ کو خوش نصیب طالبین پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت ہر کسی کو نصیب کرے آمین!

سند درود تاج از شیخ شاذلی قدس سرہ

حضرت مولانا قاری سلیمان صاحب پھلواری[ا] رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صلوٰۃ وسلام" میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سید ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درود تاج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس درود شریف کے لئے منظوری عطا فرمائیے کہ یہ ایصالِ ثواب کے وقت ختم شریف میں پڑھا دیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما لیا۔ اس درود شریف کی فضیلت بہت بڑی ہے۔ دیگر فضائل اور اس کے پڑھنے کے طریقے عام شائع شدہ ہیں۔

ا یاد رہے کہ حضرت سلیمان پھلواری، جعفر پھلواری کے والد گرامی اور پیر و مرشد ہیں، لیکن افسوس کہ جعفر اپنے پیر و مرشد کا صرف منکر ہی نہیں بلکہ انہیں خطا کار قرار دیتا ہے۔ جو شخص مرشد اور والد کو خطا کار سمجھے وہ دین کو کیا سمجھے گا۔

ایک پھلواری وہ جو درود تاج کو ردّی میں ڈالنے کا مشورہ دے رہے ہیں، ایک وہ ہیں جو اسے بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور شدہ ثابت فرما رہے ہیں۔ اب جعفر سے کون پوچھے کہ آپ غلط ہیں یا آپ کے والد سلیمان پھلواری۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر ختم شریف میں درود تاج شریف بھی پڑھا جاتا ہے۔

تعارفِ شیخ شاذلی قدس سرہٗ

اس درود تاج شریف کو بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے والے حضوری ولی تھے، یعنی حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ وہ عارف باللہ، عاشقِ رسول، صاحب حضوری، مسلم بزرگ اور بلند پایۂ ولیُ کامل ہیں کہ نہ صرف وہ خود بلکہ ان کے ہدایت یافتہ شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی وغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ہمیں آنکھ جھپکنے کی مقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اوران کی زیارت سے پردہ ہو جائے تو ہم اپنے کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔ (المیزان الکبریٰ، علامہ عبدالوہاب شعرانی ص۴۴ (جواہر البحار الحاوی للفتاوی وغیرہ)۔

فیصلہ درود شریف تاج ہو یا لکھی یا ہزارہ، جب اس کے پڑھنے کا قرآنی حکم ہے، تو پھر اس کے نام رکھنے میں کیا اعتراض۔ اسلام میں ہم ہزار اعمال پر عمل کرتے ہیں، اُن کی سند کا کسی کو خیال نہیں آتا۔ مثلاً قرآن مجید پڑھنے میں شد و مد اور زیر زبر، پیش جزم کی علامات لکھی جاتی ہیں، اس کی سند کہاں۔ اس طرح ہجا کے طور یسرنا القرآن، نورانی قاعدہ، ملتانی قاعدہ وغیرہ وغیرہ کے متعلق سند کہاں۔ جب یہ امور شرعاً جائز بلکہ ضروری ہیں، تو پھر درود شریف

کے لئے سند کی ضرورت کیوں ؟

جب کسی کو کسی سے ضد ہوتی ہے، تو وہ طرح طرح کے بہانے بناتا ہے۔ ورنہ سیدھی سی بات ہے کہ یہ بھی درود شریف ہے۔ ان کے آڑے صرف یہ غلط تصور ہے کہ اس کا نام درود تاج ہے، ورنہ درود کا انکار کون کر سکتا ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے "صلّوا علیه وسلموا تسلیما" یعنی نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود و سلام پڑھو۔ یہ حکم مطلق (Absolute) ہے۔ آیت میں نہ تو کسی خاص صیغے (Gender, Tense Etc.) اور لفظ سے درود و سلام کا حکم ہے اور نہ مخصوص صیغوں اور الفاظ سے منع فرمایا ہے۔ "المطلق یجری علی اطلاقه" یعنی مطلق اپنے اطلاق (Application) پر جاری رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدّثین عظام اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہرین علماء کرام کے نزدیک لاکھوں صیغے والفاظ درود و سلام کے متعلق روایت و نقل کئے گئے ہیں، جنہیں احادیثِ مبارکہ اور سیرتِ مقدسہ کی کتابوں میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

فقہاء کرام و محدّثین عظام نے یہ قاعدہ وضابطہ بتایا ہے کہ جس درود شریف میں لفظ "صلوٰۃ وسلام" ہو تو اس سے "صلّوا علیه وسلّموا تسلیمًا" کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اس میں ضروری نہیں کہ درود کا

وہ صیغہ ابتدائی دور (خیر القرون) میں ہو یا نہ ہو۔ منکرین کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ درود وسلام کے صرف اور صرف صیغے والفاظ ضروری ہیں جو ابتدائی دور (خیر القرون) میں ہوں اور بس۔ اسی لئے ان کا مذہب یہ ہے کہ صرف ابراہیمی درود شرعی ہے، باقی درود مصنوعی ہیں (معاذ اللہ)۔ اور یہ دعویٰ بھی ان کا اولیاء کرام کے معمولات کے درودوں کے بارے میں ہے، ورنہ خود صیغے درودوں کے پڑھ جاتے ہیں۔ انہیں اُن میں خیر القرون کا تصور تک نہیں۔ مثلاً "صلی اللہ علیہ وسلّم" درود نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ ہر حدیث کی روایت بیان کرنے کے وقت بے ساختہ اُن کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق انہیں خیال تک نہیں گزرتا کہ اس درود شریف کی سند کیسی ہے۔ بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ انہیں خود بھی خبر نہیں کہ یہ درود شریف کس نے بنایا اور کب سے شروع ہوا حدیثوں میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے درود ابراہیمی بھی متعدد الفاظ سے نقل ہیں۔

اور اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین اور علماء سلف وخلف کے بہت سے الفاظ ذکر کئے ہیں اور یہ سب درست ہیں۔ اس کی تفصیل فقیر نے درودِ ابراہیمی میں ذکر کر دی ہے۔ علامہ صادی (وفات ۱۲۴۱ھ) جواہر البحار صہ۸۰۹ میں فرماتے ہیں "وصیغ الصلوٰۃ" یعنی درود کی عبارتیں بہت

ہیں، اور بہتر وہ ہیں جن میں "آل و صحابہ" کا تذکرہ ہو۔ تو جو شخص جس صیغہ کو لازم پکڑے، اس سے خیرِ عظیم حاصل ہوگی۔

امام ابوحسن (۹۵۲ھ) فرماتے ہیں: درود شریف کے لئے کوئی وقت اور زمانہ اور مقدار مقرر نہیں۔ جتنا زیادہ پڑھے بہتر ہے۔ نماز اور تلاوتِ قرآن اور دوسری اہم عبادتوں کے لئے درود شریف کو نہ چھوڑے۔ (جواہر البحار صـ۴۲۴)

امام ابواللیث سمرقندی (۳۷۳ھ) نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام پر درود شریف اور عبادتوں سے افضل ہے۔

حدیثوں میں درود پاک کے فضائل کا تذکرہ بہت زیادہ ہے، جن میں فرمایا گیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے، اور اس کے دس درجے بڑھاتا ہے۔ (مشکوۃ صـ۸۶) وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ جب ثابت ہوا کہ درود شریف کو ہر طرح کے الفاظ سے پڑھنا جائز ہے، اسی طرح یہ بھی شرعاً جائز ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک پر جتنے القاب بڑھائے جائیں نہ صرف جائز بلکہ صد برکات کا سبب بھی ہے۔

درودِ تاج کیا ہے؟ یہ بھی درود شریف ہے جیسے دوسرے درود پاک ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ

اس میں نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صفات والقاب ہیں جو آپ کی شان کے مطابق ہیں۔ بلکہ آپ کی شان وعزت تو اس سے کئی گنا بڑھ کر ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ (انشاء اللہ)

ازالۂ وہم

مخالفین کا یہ وہم بھی غلط ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک پر اکتفا کرتے، لیکن تم تو بے شمار صفات والقابات بڑھا دیتے ہو، تو کیا ان کی نظر میں (نعوذ باللہ) حضور علیہ السلام کم تھے۔ تم نے بدعت نہیں بدعات کا ارتکاب کیا ہے۔ ہم اس کا تفصیلی جواب تو آخر میں عرض کریں گے۔ یہاں اتنا سمجھ لیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا خلوص و محبت سے صرف سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لے لینا ہمارے ہزاروں القاب واوصاف سے بہتر وبرتر تھا۔ ان کا درود شریف میں حضور علیہ السلام کا صرف نام پاک پڑھا جانا اس طرح سے ان کی عقیدت ومحبت میں فرق نہیں آتا تھا۔ بعد والوں نے "سیدنا ومولانا" کا اضافہ کیا، لیکن اس اضافہ سے درود شریف کی حیثیت میں فرق نہ آیا۔ ایسے ہی کسی عاشق نبی اور محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر "صاحب التاج والمعراج" (آخر تک) بڑھایا تو کیا بُرا کیا جب کہ مخالفین اپنے مولویوں، لیڈروں اور استادوں کے کئی گز لمبے چوڑے القاب بڑھاتے ہیں تو وہ جائز، اور امام الانبیاء

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ناجائز۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ القاب کے ساتھ درود شریف پڑھنے سے درود شریف کی حیثیت میں تبدیلی واقع نہ ہوگی۔ تفصیل تو آگے آئے گی، یہاں ایک وہم کا ازالہ سُنئے۔

درود تاج میں جو الفاظ اہلِ بدعت کو چبھتے ہیں وہ "دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم" ہیں۔ اللہ کے فضل سے حضور علیہ السلام دفع بلا، دفع وبا قحط اور دکھ کو دُور کرتے ہیں۔ یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ان لوگوں کے مسلک کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام (نعوذ باللہ) ذرّہ ناچیز سے کم تر ہیں۔ وہ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالک "خیر کثیر" کہا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی الامام احمد رضا نے مخالفین کے اس غلط عقیدے کے رد میں ایک پورا رسالہ بنام "الامن والعلے انا عن المصطفٰے بدافع البلاء" تصنیف فرمایا ہے۔

یہ اعتراض نہ صرف وہابیوں دیوبندیوں نے کیا بلکہ روزنامہ جنگ کی ۲۲ تاریخ دسمبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں کسی قاری کے استفسار پر دار العلوم نیوٹاؤن کے مفتیان نے درود تاج اور درود لکھی کو من گھڑت، غلط اور ناجائز قرار دے کر اس کے پڑھنے سے منع کیا۔ اس وقت اس سلسلہ میں فقیر کو ملک بھر سے بے شمار خطوط موصول ہوئے اور اب

تک موصول ہورہے ہیں، جن میں دیوبندی وہابی علماء کی اس جسارت پر احتجاج کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا جواب دینے کے لئے بھی کہا گیا ہے۔ فقیر نے ہر ایک کو مختلف طور طریقے سے جواب بھجوایا ہے۔ خاص طور پر مندرجہ ذیل فتویٰ کی نقل آپ بھی جناب سجاد احمد، ناظم ادارہ پاسبان حرم پاکستان راولپنڈی سے منگوالیں۔

دارالعلوم سے جب فتویٰ مانگا گیا، تو اس کا جواب مندرجہ ذیل طریق سے موصول ہوا، جس میں درود تاج شریف کا پڑھنا جائز بتایا ہے۔ ہم یہاں فتویٰ دیوبند کی نقل مطابق اصل درج کرتے ہیں:

۹۵۰۹
<۸۶

مورخہ ۲ فروری ۶۵ء ۲۹ رمضان المبارک ۸۴ھ

مکرم ومحترم جناب قاری محمد طیّب صاحب دام برکاتہٗ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ!

خدمت والا میں عرض ہے کہ ہم کالج سے نکلے ہوئے ہیں۔ لیکن مذہبی تعلیم کم ہونے کی وجہ سے بعض اوقات ہم کو بڑی اُلجھن ہوجاتی ہے۔ یہاں ایک عالم صاحب فرماتے ہیں: پانچوں وقت کی نماز پڑھا کرو، اور پانچ وقت کی نماز کے بعد درود تاج پڑھ لیا کرو۔ ہم دوسرے عالم صاحب کے پاس گئے، تو انہوں نے فرمایا درود تاج

کا پڑھنا قطعی منع ہے حرام ہے اور اس کا پڑھنے والا مشرک کافر ہے۔

خدارا ہم کو آپ اپنی تحقیق سے مستفید فرما کر ہم پر احسان عظیم کریں۔

بندۂ عاجز محمد اسحاق

بازاراں صرافاں، راولپنڈی

الجواب

درود تاج کا پڑھنا جائز ہے۔ حرام کہنے والے کا قول غلط ہے۔

مسعود احمد عفی اللہ عنہ

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دارالافتاء الجامعۃ الاسلامیۃ

دارالعلوم دیوبند

نوٹ: دیوبند کے دارالفتاوی میں رجسٹروں کی پڑتال کریں تو اوپر جاری کردہ فتویٰ کا نمبر بھی درج کر دیا ہے۔

؎ دورِ حاضر کے بے ادب لفظ "سیدنا و مولانا" کے اضافہ کے بھی قائل نہیں، حالانکہ فقہا تو اس اضافہ کو نماز کے اندر بھی جائز مانتے ہیں۔ تفصیل فقیر کا رسالہ "سیدنا و مولانا" میں ملاحظہ فرمائیں۔

منصف مزاج اہلِ علم اور منصف مزاج درود تاج شریف کو جائز سمجھتے ہیں۔ ہاں جاہلوں اور تعصب مزاج دیو بندیوں نے اللہ واسطے فساد بپا کئے ہوئے ہیں۔ جیسے دارالعلوم دیوبند کے نائب مفتی نے لکھا ہے، ایسے ہی دیوبندی فضلاء بھی اس طرح لکھتے ہیں۔ چنانچہ سابق وزیرِ معارفِ شرعیہ، ریاستہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈھابیل و بہاولپور وغیرہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ "دافع البلاء" اگر ذریعہ اور سبب کے معنی میں ہو تو جائز ہے اور مستقل طور پر درست نہیں۔ (اہلسنت کا صحیح مسلک صـ ۳٦ جواب سوال سولہواں درود تاج پڑھنا۔)

فائدہ یہ مولوی صاحب یہاں ہمارے بہاولپور میں بھی کافی وقت گزار گئے ہیں۔ بہاولپور والوں کو معلوم ہے کہ مولوی صاحب کس پانی میں تھے۔ یہ اپنے مکتبِ فکر کے لئے ویسے ہی تھے جیسے اُن کے لئے ہونا چاہیئے۔

ہم نے ان فضلاء سرحد کا مذکورہ بالا حوالہ عرض کر دیا ہے، اور مولوی صاحب نے وہی لکھا جو ہم کہتے ہیں۔

مقدمہ درود تاج، درود شریف کے صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے۔ اس کا مُنکر دراصل

درود پاک کا منکر ہے۔ آگے چل کر فقیر اسے ثابت کرے گا کہ یہ بھی درود شریف ہے یا نہیں۔

صرف یہ آڑ لینا کہ یہ الفاظ احادیث مُبارکہ میں نہیں آئے تو اس کے متعلق بھی عرض کروں گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب درود شریف سمجھتے ہیں، لیکن اس طرح کی ترکیب تمام احادیث کے مجموعہ کتابوں میں نہیں۔ کیا کبھی اس کا بھی سوچا ہے؟

فضائل درود

نبیٔ پاک صاحبِ لولاک علیہ السلام پر ہدیۂ درود و سلام بھیجنا افضل ترین عبادت، رب العزت کی خوشنودی کا ذریعہ اور اجر عظیم و گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؕ "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اُس غیب بتانے والے (نبی) پر درود بھیجتے ہیں۔ اور اے ایمان والو، اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (سورہ الاحزاب ۲۲/۹ ع)

فوائد آیت صلوٰۃ وسلام

درود شریف تمام احکام سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکم میں

اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا کہ ہم بھی یہ کرتے ہیں، تم بھی کرو۔ سوائے درود شریف کے۔

۲۔ تمام فرشتے، بلا امتیاز، ہمیشہ حضور پر درود بھیجتے ہیں۔

۳۔ حضور پر رحمت الٰہی کا نازل ہونا ہماری دعا پر موقوف نہیں، کیونکہ جب کچھ نہ تھا تب بھی رب تعالیٰ حضور پر رحمتیں بھیج رہا تھا۔ ہمارا درود شریف پڑھنا ہماری زندگی تک ختم ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ حضور پر رحمتیں بھیجتا رہے گا۔ ہم تو مٹ جائیں گے، لیکن درود شریف ہمیشہ رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کو بقا ہی بقا ہے۔

۴۔ آیت میں "صلوٰۃ وسلام" دونوں کا حکم ہے۔ کسی درود میں صلوٰۃ تو ہو لیکن سلام نہ ہو تو آیت پر مکمل عمل نہ ہوا۔

۵۔ آیت صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم مطلق (آزاد) ہے یعنی کسی خاص الفاظ کا حکم نہیں۔ جس درود میں صلوٰۃ وسلام ہو گا، آیت پر عمل ہو جائے گا۔ وہ ماثور (نقل شدہ) ہو یا غیر ماثور۔

۶۔ کسی بھی زبان میں، جس بھی صیغہ سے درود وسلام بھیجیں جائز اور باعثِ ثواب ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ صلوۃ وسلام کے الفاظ عربی میں ہوں۔ اس کے صیغے ماثور (نقل کئے ہوئے) ہی ہوں۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان اپنی طرف سے صلوٰۃ وسلام کے صیغے

ایجاد کرلے، تو اُس کی اُسے اجازت ہے۔ ہاں، ماثور (پہلے سے رواج یافتہ) صیغے اولیٰ ہیں۔ اِسے یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اُذکُرُواللّٰہَ" یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو یا اُس کا ذکر کرو۔ اب اگر کوئی "یا اللہ" کی بجائے فارسی میں کہے "یا خُدا"، یا کسی دوسری زبان میں اللہ تعالیٰ کے تعریفی کلمات زبان پر لائے، تو اُسے کوئی مُنکرِ خُدا ہی روک سکتا ہے کہ تیرا یہ ذکر حرام ہے یا بدعت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی درود شریف کے متعلق سمجھئے کہ صدیوں سے درود تاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا جا رہا ہے۔ وہابیت کے وجود میں آنے کے وقت سے یہ بدعت و حرام و شرک کے فتویٰ کی زد میں آیا۔

دوبارہ انتباہ

غور کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔ چونکہ باقی سب عبادتوں میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اُن کے بجالانے کا حکم دیا ہے، مگر درود شریف کا حکم دینے سے پہلے خود درود بھیجا، تو اس سے ثابت ہوا کہ درود شریف سب سے افضل عبادت ہے، جیسا کہ تمام محدثین و فقہا و علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن عبادت سے روکنا کس کا کام ہے۔ یہ خود سمجھ لیں۔

فضائلِ درود شریف

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (مسلم شریف)

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تمہارے بہترین دنوں میں سے ایک جمعے کا دن ہے۔ سو تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا، حالانکہ آپ کا جسم خاک ہو جائے گا۔ فرمایا، بلاشبہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے ہیں۔ (نسائی شریف)

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:" مجھ پر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجو، کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ (بیہقی شریف)

۴۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔" جو مجھ پر جمعہ کے روز اسّی (۸۰) بار درود بھیجے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے۔" جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کہ جمعہ کے دن فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ اور تم میں سے کوئی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر اس کے فارغ ہونے تک اس کا درود مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ (ابنِ ماجہ شریف)

۶۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، کیونکہ میری اُمّت کا درود ہر جمعہ کے روز مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، سو تم میں سے جو کوئی مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہے، اُس کا درجہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (جامع صغیر)

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود بھیجو۔ سو جو کوئی ایسا کرے، میں قیامت کے دن اُس کے لئے گواہ اور سفارش ہوں گا"

(جامع صغیر)

۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا" مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے پاکیزگی کا باعث ہے اور دگنا چوگنا ثواب ملتا ہے"۔ (افضل الصلوٰۃ للنبھانی)

۹۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" اللہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سُننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے۔ بس قیامت تک جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا رہے گا، وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اُس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

نوٹ: چونکہ درود تاج شریف کا وظیفہ عموماً جمعہ کی شب

سے متعلق ہے، اسی لئے فقیر نے جمعہ کی روایات بہ نسبت دوسری روایات کے زیادہ عرض کی ہیں۔

نتیجہ

آیت اور حدیثِ مبارکہ میں نہ صرف درود و سلام بھیجنے کا حکم ہے، بلکہ کثرت سے درود وسلام بھیجنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے، خاص طور پر جمعۃ المبارک کی رات اور اس کے دن میں کثرت سے درود وسلام بھیجنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سُنّت و جماعت والے کثرت سے درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اذان سے پہلے اور بعد کو تثویب میں۔ جلسوں میں نعت خوانی سے پہلے تقریروں کی ابتداء میں اور درمیان میں۔ نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار۔ جلوسِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران۔ اور نمازِ جمعہ کے فوراً بعد، اور نہ صرف محدود گنتی میں بلکہ تسبیح کے دانوں پر، اور کنکروں، گھٹلیوں پر، ان گنت، بے شمار۔ اور ہر دکھ میں اور ہر خوشی و غمی کے موقع پر۔

اہلسنت کا بیڑا پار

علامہ سخاوی نے امام زین العابدین سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنّت ہونے کی نشانی ہے، یعنی سنّی ہونے کی علامت ہے۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

درسِ عبرت یہ علامت آج کے دور میں صرف ہم اہلسنّت میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس درود میں صرف اور صرف اہلسنّت ہیں۔ کیونکہ درود تاج، درود لکھی، درود ہزارہ، درود مستغاث شریف، دلائل الخیرات، حزب البحر وغیرہ۔ جیسے درود کے مجموعے جس کثرت سے سُنّی حنفی پڑھتے ہیں، وہ دوسروں کے کب نصیب۔ بلکہ وہ غریب تو شرک و بدعت کے خطرناک فتویٰ میں ایسے بُرے پھنسے ہیں کہ قیامت تک اس گندی اور بدبودار قید سے ان کا نجات پانا ان کی قسمت میں لکھا ہی نہیں۔ آزما کر دیکھئے۔

تو بھی آزما اعتبار نہ ہو تو ان کی مجالس و تقاریب و تحریروں کو دیکھ لیجئے کہ درود شریف جیسی افضل عبادت پر کس طرح بدعات کے ڈوگرے برساتے ہیں۔

نقشۂ بدعات کا نشانہ درود شریف

نمبر شمار	نام مضمون	فتویٰ
۱۔	زور زور سے درود شریف پڑھنا۔	بدعت
۲۔	تسبیح کے دانوں پر درود شریف پڑھنا۔	〃

حاشیہ ص۴۱ یہی نقل مولوی زکریا سہارنپوری نے بھی فضائل درود شریف شامل تبلیغی نصاب میں درج ہے۔ اویسی غفرلہٗ

۳۔	کنکروں اور گٹھلیوں پر درود شریف پڑھنا	بدعت
۴۔	کھڑے ہوکر درود شریف پڑھنا۔	"
۵۔	امراض و مشکلات کے وقت درود شریف پڑھنا	"
۶۔	اذان سے پہلے یا بعد کو درود شریف پڑھنا	"
۷۔	کسی مریض پر دم کرنے کے لئے درود شریف پڑھنا	"
۸۔	وہ الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و معجزات پر بڑھا کر مثلاً درود تاج	بدعت و شرک
۹۔	کسی درود شریف کی خصوصی فضیلت سے نام رکھ کر پڑھنا، مثلاً درود مستغاث، دلائل الخیرات وغیرہ وغیرہ	" "

نوٹ : یہ اور اس طرح کی اور بدعات کے فتوے نجد نگر سے لے کر ہندوستان معرفت اسماعیل دہلوی نے نہ صرف مفت تقسیم کیں، بلکہ ان فتووں سے دلچسپی لینے والوں کی قدر و منزلت بڑھائی، اور اُن کے مخالفین کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچائیں۔ اب بھی غور فرمائیں تو نتیجہ واضح ہو جائے گا کہ درود و سلام سے دلچسپی کن لوگوں کو ہے اور انکار کرنے والے کون ہیں، ورنہ انگریز کے منحوس سایہ سے پہلے درودِ تاج سے لے کر دلائل الخیرات وغیرہ اور وردو وظائف تک کا نہ کسی کو انکار تھا اور نہ ہی بدعت و شرک کے فتووں کی کثرت تھی، بلکہ ایسے اوراد و وظائف مشائخ اولیاء کے تمام سلسلوں کی

جان بھی اور ہے۔

لیجئے بدعت کا جواب

اصل مقصد تو "صلّوا علیہ وسلّموا" پر عمل کرنا ہے۔ اور وہ درود تاج شریف میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ صرف جھگڑا القابات کے اضافہ کا ہے۔ اور وہ بھی نجد کے یاروں کا۔ اور وہ بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم یا اولیاء کرام کے لئے، ورنہ تمام عبادات میں ہزاروں اضافے موجود ہیں، اور وہ عبادات اُن کے بغیر ادا نہیں ہو سکتیں ـــ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہیں۔ چند مثالوں کا نقشہ ملاحظہ ہو:

نمبر شمار	زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	بدعت ہی بدعت
۱۔	مسجد کا فرش صرف مٹّی، نہ چٹائی نہ اینٹیں، نہ پتھر، نہ کچھ اور	اینٹوں کا فرش، پتھر یا سیمنٹ کا فرش، چپس کا فرش، چٹائیاں یا دریاں یا گلم وغیرہ۔
۲۔	کچّی دیواریں اور چھت کھجور کے تنے اور ٹہنیاں وغیرہ وغیرہ کہ بارش بھی نہ روک سکے۔	گاڈر، ٹئیر یعنی لوہا سیمنٹ" دیواریں پکّی، رنگ و روغن چونا وغیرہ وغیرہ حالانکہ حضور علیہ السلام تو ایسی مسجدیں بنانے پر راضی نہ تھے۔

۳۔	مسجد نبوی اصلی کا نہ محراب نہ دیوار نہ مینار، نہ روشنی، نہ نقش ونگار۔	بڑے بڑے محراب، مینار اور پکی دیواریں اور ایسے نقش ونگار کہ مساجد پر محلات کا شبہ پڑتا ہے۔
۴۔	قرآن یا سینے میں تھا یا لکڑیوں اور ہڈیوں اور کپڑوں کے ٹکڑوں یا کھجور کے پتوں وغیرہ وغیرہ پر تھا۔	کاغذوں پر بہترین جلد اور اعلیٰ ڈیزائن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (خیر القرون) میں ایسا تصور تک نہ تھا۔
۵۔	قرآن پاک میں نہ زبر نہ زیر نہ پیش نہ جزم نہ شد نہ مد۔	اب سب کچھ۔
۶۔	سورتوں کے نام کا قرآن۔	پارے تیس اور ربعہ (چوتھائی) نصف (آدھا) وغیرہ وغیرہ

نمونہ کے طور پر فقیر نے چند مثالیں پیش کی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "تحقیق البدعۃ" اور "العصمۃ عن البدعۃ"۔

درود شریف اور بدعت

مجھے تو بدعت قرار دینے والی ٹولی پر حیرانی ہے کہ اسلام کے ساتھ مذاق اڑانے کا کیا فائدہ۔ جن اصولوں سے انہیں مذکورہ بالا چیزیں بدعات نظر آتی ہیں، ان اصولوں سے درود شریف سے ضد کیوں؟

صرف اسی لئے کہ نجدی نے کہہ دیا ہے ورنہ اسلام تو نہیں کہتا کہ درود کو بدعت کہو۔

فی سبیل اللہ
NOT FOR SALE

باب ۱

آغازِ شرح

برادرانِ اسلام! تعصب سے ہٹ کر تھوڑی دیر کے لئے سوچئے کہ درود شریف کے فضائل و برکات سے محروم ہونے والا شخص دونوں جہانوں کا منحوس ترین شخص سمجھا جاتا ہے، کیونکہ درود شریف حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کا تحفہ و ہدیہ پیش کرنے کا نام ہے، خواہ اس کی ترکیب کیسی ہی ہو۔ اسی لئے محدثین کرام اور فقہائے عظام اور ہمارے گزرے ہوئے صالح بزرگان میں ہزاروں صیغے جاری اور مقبول اور شائع شدہ ہیں۔ اور درودِ تاج بھی وہی درود ہے جو ہم روزمرہ اپنی نجی مجلسوں اور وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ ذرا غور سے پڑھیئے اور انصاف فرمائیے۔

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍؕ

یہی الفاظ ہم روزانہ پڑھتے ہیں۔ درود تاج میں صرف یہی ہوا کہ چند القاب آگئے بڑھا دیئے گئے۔ مثلاً اُوپر والے درود شریف کے بعد پڑھا جاتا ہے "صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ" (آخر تک)

مسلمانو! ایمان سے بتاؤ کہ یہ تمام القاب حبیب خدا سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کو سجتے ہیں یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ سجتے ہیں اور خوب سجتے ہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ جیسے (صرف) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سجتے ہیں، کسی دوسرے کے نصیب کہاں۔

ع دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے (اندھی آنکھ)

عجوبہ یا افسوس

درود تاج کی منکر برادری کے بڑے بزرگ اور وہابی پارٹی ابھی تک اس بات کے روادار نہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود شریف میں "سیدنا ومولانا" بڑھایا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ بس اتنا پڑھو: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ"۔

دلیل صرف یہی دیتے ہیں کہ ابتدائی دور میں صرف اتنا تھا۔ صحابۂ کرام ہم سے کئی گنا زیادہ عشق ومحبت رکھتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا۔ پھر تم کون سے بڑے عاشق ہو گئے کہ یہ اضافے کر رہے ہو۔

جوابِ اویسی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سادگی عشق ومحبت سے اتنی بھرپور تھی کہ ہمارے کروڑوں پُرخلوص بلند دعووں کے ساتھ عبادات وبندگی اُن کی گرد تک پہنچنا تو

دور کی بات ہے، صرف لفظی دعویٰ بھی ادب کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور عام زندگی میں سادہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔ روایات میں دیکھو اور پڑھو تو صرف یہی الفاظ ملیں گے کہ: قال النبی، قال ابوالقاسم، قال رسول اللہ، قال محمد رسول اللہ، قال خلیلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم" اب اگر ہم اس طرح کی سادگی برتیں، تو دارین کی پھٹکار کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ دور کے بدلنے پر درود شریف کے ساتھ "سیدنا و مولانا" و دیگر القاب کا اضافہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اگر نماز والے درود شریف میں بھی "سیدنا" کا اضافہ ہو تو مستحب ہے۔

(حوالہ در مختار)

اس کی مزید وضاحت آئندہ چل کر عرض کروں گا (انشاء اللہ)

اہلِ اسلام سے انصاف کی اپیل

اگرچہ دورِ حاضر میں انصاف کی اپیل کر کے انصاف حاصل کر لینا بہت ہی مشکل ہے۔ لیکن اس کے باوجود میری اہل اسلام سے اپیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود تاج کی ممانیت صرف اسی لئے کہ اس میں القاب کا اضافہ بندوں کی ایجاد ہے، لہٰذا ناجائز ہے۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ ان کے اپنے

معزز و مکرم لیڈروں اور مولویوں کے لئے مولانا، شیخ الحدیث، حافظ القرآن والحدیث، محدّث، مفسر، علامہ، امام وقت وغیرہ جیسے القاب کہاں سے لائے گئے۔ اور مخالفین کو کہو کہ جب تم اپنے کسی بڑے مولوی کا نام لیتے ہو تو ڈیڑھ گز القاب پہلے لگاتے ہو۔ مثلاً قطب العالم، قاسم العلوم والخیرات، شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت مولانا وغیرہ وغیرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اُن کے لئے تم خود بھی نہیں کہتے اور ہم غریبوں کو بھی روکتے ہو، بلکہ اظہارِ عقیدت کے طور پر کچھ جائز القاب ہم بڑھاتے ہیں، تو ہمیں بدعتی مشرک اور نامعلوم کیا کیا کہتے ہو۔ اسی لئے درود تاج شریف تمہیں ہر وقت چبھتا ہے، کیوں کہ اس میں نہایت اعلیٰ اور پیارے پیارے القاب ہیں، جن سے عاشقانِ رسول کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔

محدّثین کا ادب

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام گرامی کی تعظیم و تکریم محدّثین کرام و فقہائے عظام کو اتنی پسند ہے کہ وہ فرماتے ہیں: جن درودوں میں لفظ سیدنا نہیں وہاں درود شریف پڑھنے والا خود بڑھائے۔ یہاں تک کہ دلائل الخیرات شریف پڑھنے والوں کو جب شیخ الدلائل اجازت بخشتے ہیں تو ساتھ تاکید فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی سے

پہلے سیدنا پڑھا کر۔ اسی طرح ہر پاک نام سے پہلے سیدنا اور بعد کو درود شریف پڑھنا چاہیئے۔

القاب بڑھانے کی دلیل

اگر ہمارے ہاں وضاحت نہ بھی ہوتی، تب بھی ہمارے لئے روا تھا کیونکہ ہم اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو القاب کے لائق جانتے ہیں۔ لیکن الحمدللہ ہمیں ان کی وضاحت حدیث سے بھی ملی ہے۔ جیسے "نسیم الریاض" مطبوعہ مصر صـ ۴۸۳ ج ۲ میں ابنِ ماجہ و بیہقی و دیلمی و دارقطنی سے نقل فرمایا وہ یہ کہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اذا صلّیتم علیہ ای صلی اللہ علیہ وسلم فاحسنوا الصلوٰۃ علیہ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجو تو بہت اچھے صیغوں سے بھیجو۔

سوال:۔ جب حضور علیہ السلام نے درود میں سیدنا نہیں بڑھایا اور نہ بڑھانے کا حکم فرمایا، تو پھر تم کون لگتے ہو اضافہ کرنے والے۔

جواب:۔ حدیثِ مذکورہ کی شرح میں مصنف "نسیم الریاض" فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے اسم شریف پر تواضع کی وجہ سے لفظ سیدنا ترک فرمایا ہے، مگر یہ دوسروں کے لئے مستحب

ہے کہ وہ مذکورہ لفظ بڑھائیں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ مومنوں کے لئے تواضع کریں۔ کما قال تعالیٰ وحفض جناحك لمن اتبعك من المومنين۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے "وحفض" کے معنے تواضع ہے، حالانکہ آپ سید الرسل وسید جمیع اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اپنی اونچی و اعلیٰ شان کے باوجود آپ اپنے لئے جتنا ہی تواضع اختیار فرمائیں، آپ کو سجتا ہے، لیکن اس سے کسی نالائق اُمّتی کو یہ لائق نہیں کہ وہ آپ کی تواضع کے پیشِ نظر آپ کو اس طرح سمجھے یا کہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی بہت بڑا یا بزرگ شخص اپنی تحریر و تقریر میں اپنا سادہ نام استعمال کرے، تو کیا ہم اس کی وہی تحریر و تقریر نقل کریں گے اور وہی الفاظ اسی طرح سادہ نقل کریں گے یا ادب کریں گے۔ تو یہاں بھی اسی طرح سمجھئے۔

آیتِ قرآنی

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۰ (پ۱)

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "جذب القلوب" میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "حدیث شریف میں ہے کہ جب تم مجھ پر درود و سلام پڑھو تو صلوٰۃ وسلام کو خوب سنوارو"، بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ آیت میں لفظ "ناس" سے سیدنا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور حُسنا'' سے آپ پر درود بھیجنا مُراد ہے۔ امام سُدّی جو علمائے تفسیر سے ہیں، جماعت صحابہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ بیان کی اچھی صلاحیت دے، صحیح معنے سے خوبصورت الفاظ سے تعبیر و تشریح کی قوّت عطا فرماتا ہے، وہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت والی آیت یا صلوٰۃ وسلام کا بیان انتہائی دل نشیں و خوبصورت رنگ میں اظہار کرتا ہے۔ اور وہ اس عجیب مسلک کے سالکوں اور پسندیدہ عارفوں کے عارفوں سے ہوتا ہے۔ بلکہ وہ صلوٰۃ وسلام پر سچّے دل سے عمل کرنے والوں میں ہوتا ہے۔

جن درودوں کو افضل کہا گیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ جن میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و القاب کی کثرت ہے وہ افضل و اشرف درود شریف شمار کئے گئے۔ اسی لئے اگلے وقتوں کے بزرگانِ کامل درودوں کو قدیم سے نقل ہوتے ہوئے درود کے مطابق کر کے بہترین کلمات و الفاظ سے سجا لیتے ہیں۔

فائدہ ان مفسرین و محدثین کے ارشادات سے یہ ثابت ہوا کہ درود تاج کو اسی شرافت و بزرگی کی وجہ سے باقی تمام درودوں پر افضلیت ہے، کیوں کہ اس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ القاب اور جمال سے

بھرپور صفات کا ذکر کثرت سے ہے۔

فقہائے کرام کے ادبِ عظیم کا کمال

فقہاء کرام نے نماز جیسی اعلیٰ و افضل عبادت میں سرور عالم میں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ سیدنا کا اضافہ کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ کتاب "درِ مختار و ردالمختار" مطبوعہ عثمانی ج ۱ ص ۴۷ پر فرماتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ یعنی لفظ سیدنا افضل ہے۔ یعنی نماز کے درود شریف میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کہنا افضل ہے۔ جیساکہ ابنِ ظھیرہ نے کہا اور فقہا کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی، اور اسی کے مطابق درمختار کی شرح لکھنے والے نے بھی فتویٰ دیا، کیوں کہ اس میں اس چیز کو لانا ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ (یعنی حضور کی تعظیم و تکریم) اور حدیثوں میں اس واقعے کا زیادہ تذکرہ ادب کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس کے چھوڑ دینے کے مقابلہ میں اس کا کہنا افضل ہے۔

سب متفق ہیں کہ نماز عبادت ہے، اور اس عبادت میں لفظ سیدنا بڑھا دینا فقہا کے نزدیک افضل ہے۔ فقہاء کرام کی اس وضاحت سے واضح ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے پیشِ نظر سادہ الفاظ میں آپ کا نام مبارک لینا بے ادبوں

اور گستاخوں کا کام ہے۔

سوال :۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز تو نماز، غیر نماز میں بھی ایسے ایسے القاب نہیں بڑھائے۔ وہ سادہ الفاظ سے حضور علیہ السلام کو یاد کرتے تھے؟

جواب :۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سادہ الفاظ پر ہمارے کروڑوں القاب قربان کئے جائیں۔ ان کی سادگی الفاظ بھی ہزاروں آداب پر مشتمل ہوتی تھی، کیوں کہ ان کی زبانیں اُن کے قلوب کی طرح ادبِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے لبالب بھری ہوئی تھیں۔ وہ چاہے کتنا ہی سادہ الفاظ استعمال فرماتے، ادب و تعظیم سے خالی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنے سامنے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی سے معمولی ہلکاپن محسوس کرتے، تو فوراً اس کی گردن اڑادیتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک امام مسجد کی گردن اڑادی جو "عَبَسَ وَ تَوَلّٰی" لازمی طور پر پڑھتا تھا۔ (روح البیان) اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو صرف اسی لئے قتل کیا کہ وہ بات بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "صاحبکم" کے لقب سے یاد کرتا۔ (حالانکہ قرآن مجید میں ہے " وماصاحبکم وماغوی " اس لئے کہ مالک بن نویرہ یہ کلمہ بے ادبی کے لہجے میں بولتا۔ اگر وہ بے ادب

کو قتل نہ کر سکتے تو سخت سزا میں مبتلا فرماتے۔ اس بحث کو تفصیل کے ساتھ کتابوں "باادب بانصیب، اور بے ادب بے نصیب، گستاخوں کا بُرا انجام" میں لکھا ہے۔ (اویسی غفرلہ)

درود تاج بھی درود ہے

فقیر نے ابتداء میں بھی اور شرح کے متن میں بھی جو درج کیا ہے، وہ درود تو ہے ہی، اس کے بعد القاب وصفاتِ کریمہ ہیں۔ تو جو فضائل عام درود کے لئے ہوں گے، وہی درود تاج کے لئے بھی ہوں گے۔ فقیر درود پاک کے فوائد وفضائل کے لئے خلاصہ پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ مجھے افسوس اس پارٹی کا نہیں جو درود شریف کی برکتوں سے اس لئے محروم ہے کہ یہ درود فلاں نام سے کیوں موسوم ہے۔ یعنی کہتا ہے یہ درود تاج، لکھی، ہزارہ، مستغاث، دلائل الخیرات وغیرہ وغیرہ بدعت ہیں۔ یہ نہیں دیکھا کہ نام سے کام نہیں بگڑتا۔ مانا کہ ان کے نام بدعت ہیں، لیکن اصل کام تو درود شریف ہے۔ ایسے لوگوں نے محروم رہنا ہے، کیوں کہ چودہ سو سال پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی نشانیاں[1] بتا کر اپنے دروازے سے دھتکار دیا ہے، مجھے افسوس ان مسلمانوں کا ہے جو اُن کی غلط باتوں سے متاثر

---

[1] دیکھو فقیر کی کتاب دیوبندی وہابی کی نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی۔

ہو کر درود شریف کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں، حالانکہ ان کی گندی عادت سے واقف بھی ہیں کہ وہ اپنے چند من بھائے مسائل کے سوا اہلسنت کے باقی تمام مسائل کو بدعت و شرک کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔ اور یہ دو فتوے ان کو خارجیوں سے وراثت میں نصیب ہوئے ہیں۔ یعنی شرک و بدعت۔

مزید فوائد و فضائل درود شریف

فقیر حدیث کی مستند و معتبر کتابوں سے چند فائدے اور فضائل اُس خوش قسمت انسان کے لئے عرض کرتا ہے، جسے کسی بد قسمت سے بدعت و شرک کے فتوے کی آواز متاثر نہیں کر سکی۔ اگر کسی پر اس فتویٰ کی بد نصیبی دل پر اثر کر گئی، تو وہ معذور ہے۔

نمبر شمار	فائدہ مع حوالہ کتاب صفحہ و جلد وغیرہ
۱۔	درود و سلام پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ (قرآن مجید)
۲۔	درود و سلام پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت (عمل میں یکسانیت) ہوتی ہے۔ (قرآن مجید)
۳۔	درود و سلام پڑھنے میں فرشتوں کی موافقت ہوتی ہے۔ (〃)

فائدہ مع حوالۂ کتب صفحہ وجلد وغیرہ	نمبر شمار
درود شریف پڑھنے والے کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (سعادۃ الدارین ص۵۷)	۴۔
جو ایک بار درود شریف پڑھے، اللہ کریم اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ (مسلم شریف وجلاء الافہام ص۲)	۵۔
جمعرات اور جمعہ کو فرشتے درود شریف چاندی کے صحیفوں (کتابوں) میں سونے کے قلم سے لکھتے ہیں۔ (سعادۃ الدارین ص۵۷)	۶۔
جو ایک بار سلام عرض کرے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۱۸)	۷۔
درود وسلام پڑھنے سے بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ (منتخب کنز العمال ص۳۵۳)	۸۔
اللہ کریم درود شریف پڑھنے والے کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (جلاء ص۲۹)	۹۔
اس کے دس درجے بلند کر دیتا ہے (جلاء ص۲۹)	۱۰۔
اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ (جلاء ص۲۹)	۱۱۔
اور دس بار رحمتیں بھیجتا ہے۔ (ترمذی اول ص۵۷، جلاء ص۲۹)	۱۲۔
اللہ کریم فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳

جو مسلمان آپ پر ایک بار درود بھیجے، میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔ (طبرانی)

۱۴۔ جمعہ کے روز کثرت سے درود پڑھنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوگا۔ (طبرانی صہ ۵۹)

۱۵۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے والے کی ایک سو حاجتیں پوری ہوتی ہیں، ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ (بیہقی سعادہ ضہ ۶)

۱۶۔ جو درود شریف پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیجتا ہے، اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرتا ہے، اللہ کریم اس پر سلام بھیجتا ہے۔ (سعادۃ صہ ۶۱)

۱۷۔ دعا سے پہلے، درمیان اور آخر میں درود و سلام پڑھنے کا حکم ہے۔ اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ (کنز اول صہ ۳۵۳ سعادۃ صہ ۱۸۸)

۱۸۔ درود و سلام پڑھنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (کنز اول صہ ۳۴۹)

۱۹۔ کثرت سے درود و سلام پڑھنا بندے کو قربِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالامال کرتا ہے۔ (ترمذی صہ ۱۵۷ جلد ۱)

۲۰۔ بندے کے دنیا اور آخرت کے اہم معاملات میں درود و سلام سرپرستی کرتا ہے۔ (کنز صہ ۳۵۳ جلد ۱)

۲۱۔ تنگ دست کے لئے درود و سلام صدقے کا بدل ہو جاتا ہے۔ (جواہر ۴ صـ ۱۵۵)

۲۲۔ درود و سلام پڑھنے والا پاک ہو جاتا ہے۔ (سعادت صـ ۵۸)

۲۳۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کو فوت ہونے سے پہلے جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ (صلوٰۃ الثناء صـ ۳۶)

۲۴۔ کثرت سے درود پڑھنا قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا باعث بن جاتا ہے۔ (سعادۃ صـ ۸۴)

۲۵۔ درود و سلام پڑھنے والے پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ (صلوٰۃ الثناء صـ ۳۶)

۲۶۔ درود و سلام سے مجلس سجایا گیا ہوتا ہے۔ (سعادۃ صـ ۶۷)

۲۷۔ محتاجی دور ہو جاتی ہے۔ (سعادۃ صـ ۶۷)

۲۸۔ کنجوسی مٹ جاتی ہے اور بدبختی دُور ہو جاتی ہے۔ (〃)

۲۹۔ جو شخص ہر روز پچاس بار درود شریف پڑھتا رہا کرے قیامت کے دن فرشتے اس سے مصافحہ کریں گے۔ (جواہر ۴ صـ ۱۶۲)

۳۰۔ جنت کو سیدھی راہ پہ چلا جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء صـ ۳۶)

۳۱۔ درود و سلام پُل صراط پر بہت زیادہ نُور ملنے کا ذریعہ ہے۔ (سعادۃ صـ ۶۸)

۳۲۔ اللہ کریم درود پڑھنے والے کی اچھی صفت آسمان اور زمین

والوں میں بیان کرتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۶)

۳۳۔ درود پڑھنے والے کے دل میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت اور عشق زیادہ ہو جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۷)

۳۴۔ درود وسلام پڑھنے والا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا محبوب ہو جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۷)

۳۵۔ درود وسلام پڑھنے سے دل زندہ ہو جاتا ہے اور ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۷)

۳۶۔ درود وسلام پڑھنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۱۸)

۳۷۔ صلوٰۃ وسلام پُل صراط پر ثابت قدمی اور پار چلے جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۷)

۳۸۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے اللہ کریم کی اس بہت بڑی نعمت کا تھوڑا بہت شکریہ ادا ہو جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۸)

۳۹۔ درود شریف پڑھنے سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں سے کچھ حق ادا ہو جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص۳۹)

۴۰۔ جس مجلس میں درود و سلام پڑھا جائے، اس مجلس والوں پہ قیامت کے روز کوئی حسرت نہیں ہوگی۔ (ایضاً ص ۳۹)

۴۱۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (سعادۃ ص ۸)

۴۲۔ اس کے نامۂ اعمال میں اُحد پہاڑ جتنا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (صلوٰۃ الثناء ص ۱۸)

۴۳۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم قیامت کے روز اس کی گواہی دیں گے۔ (فضل ص ۴۷)

۴۴۔ دس بار درود پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ (فضل ص ۴۷)

۴۵۔ اللہ کریم کے عذاب سے امان ہوگا۔ (سعادۃ ص ۶۹)

۴۶۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ (ایضاً ص ۶۳)

۴۷۔ حشر میں نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا۔ (فضل ص ۴۷)

۴۸۔ حوضِ کوثر پر جانا نصیب ہوگا۔ (فضل ص ۴۷)

۴۹۔ پل صراط پر سے چمکنے والی بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ (فضل ص ۴۷)

۵۰۔ پیاس سے امن میں ہوگا۔ (فضل ص ۴۷)

۵۱۔ موت سے پہلے اپنا جنت والا گھر دیکھ لے گا۔ (فضل ص ۴۸)

۵۲۔ درود و سلام کا ثواب بیس غزوات (جہادوں) کے برابر ہے۔

(کنز صـ۵۲ جلد ۱)

۵۳۔ درود شریف کی برکت سے مال بڑھ جاتا ہے۔ (فضل صـ۴۷)

۵۴۔ درود وسلام عبادت ہے اور اللہ کریم کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ (فضل صـ۴۸)

۵۵۔ درود وسلام پڑھنا اہلِ سُنّت کی نشانی ہے۔ (لواقح الانوار القدسیہ، فضل صـ۴۸)

۵۶۔ اس سے مجلس خوشبودار ہو جاتی ہے۔ (صلوٰۃ الثناء صـ۳۶)

۵۷۔ بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ (فضل صـ۲۸)

۵۸۔ درود شریف پڑھنے والا خود بھی اور اُس کی اولاد بھی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ (فضل صـ۴۸)

۵۹۔ اس سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ (فضل صـ۴۸)

۶۰۔ درود شریف پڑھنے والے کے لئے قبر میں نُور ہو جاتا ہے۔ (فضل صـ۴۸)

۶۱۔ حشر میں درود پڑھنے والے کے لئے نُور ہوگا۔ (صلوٰۃ الثناء صـ۴۸)

۶۲۔ دشمنوں پر فتح ملتی ہے۔ (فضل صـ۴۸)

۶۳۔ نا اتفاقی اور میل کچیل سے دل پاک ہو جاتا ہے۔ (فضل صـ۴۸)

۶۴۔ اس سے تمام مومن محبت کرنے لگتے ہیں اور منافق جلتے رہتے ہیں۔ (فضل صـ۴۸)

۶۵۔ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے۔ (فضل صہ ۴۸)

۶۶۔ کثرت سے درود وسلام پڑھنے والے کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں نصیب ہوگی۔ (فضل صہ ۴۸)

۶۷۔ درود پڑھنے والے کی ذات، عمل، عمر، اور اس کی بھلائیوں کے اسباب میں برکت ہوتی ہے۔

۶۸۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کی شفاعت نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرمائیں گے۔ (طبرانی صہ ۵۶ جلد۔)

۶۹۔ صبح وشام جو شخص دس دس بار ہر روز درود شریف پڑھا کرے گا، وہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پائے گا۔ (کنز اوّل صہ ۳۵)

۷۰۔ جو شخص ایک سو بار درود وسلام پڑھے، اللہ کریم اُس کی پیشانی پرُ "نفاق سے پاک اور دوزخ سے بری ہوجانا" لکھ دیتا ہے۔ (صلوٰۃ الثنا، صہ ۱۷)

۷۱۔ جو مومن سو بار درود شریف پڑھے، اللہ کریم اس کو سو شہیدوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے گا۔ (الیضاً صہ ۱۷)

۷۲۔ جو ایک بار درود وسلام پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اس پر ستّر بار رحمت بھیجتے ہیں۔ (مسند امام احمد اول صہ ۲۵۳)

۷۳۔ درود و سلام پڑھنے والے کے لئے دو فرشتے بخشش کی دُعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے ان دو فرشتوں کی دُعا پر آمین کہتے ہیں۔ (طبرانی صلوٰۃ الثناء صـ۲)

۷۴۔ درود شریف کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا جاتی ہے۔ اور جو گناہگار بھولا بھٹکا اس مجلس میں تماش بینی کے طور پر شامل ہو جائے، وہ بھی محروم نہیں رہتا۔ (صلوٰۃ الثناء صـ۲)

۷۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (ابو داؤد جلد ۱ صـ۱۵ مسند امام احمد جلد ۲ صـ۵۲۷)۔

۷۶۔ ایک بار درود و سلام پڑھنے والے کا درود و سلام قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ۸۰ سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (صلوٰۃ صـ۲۳)

۷۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اُمتی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس بار اُس پر سلام بھیجتا ہے۔ (ایضاً صـ۱۸)

۷۸۔ ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس دس بار صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ (سعادۃ صـ۳)

۷۹۔ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود و سلام پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دیتا ہے، اور آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنا گردن آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

(کنز اول صـ۳۵۳)

۸۰۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتاب میں میرے نام کے ساتھ درود شریف لکھا، فرشتے اس کے لئے بخشش مانگتے رہیں گے جب تک اس کتاب میں میرا نام رہے گا۔ (جواہر جلد ۲ صہ ۱۶۹)

۸۱۔ نماز میں درود شریف نہ پڑھا جائے تو نماز کامل نہیں ہوتی۔ (ابن ماجہ، جواہر جلد ۲ صہ ۱۶۴)

۸۲۔ جو شخص جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے مندرجہ ذیل درود وسلام ۸۰ بار پڑھے اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ بخشے جائیں گے، اس کے لئے اسّی (۸۰) سال کی عبادت لکھی جائے گی۔ (سعادۃ صہ ۸۲)

نوٹ: ان کے علاوہ اور بھی فوائد و برکات کثرت سے ہیں۔ ہم نے تو اختصار سے بیان کئے تاکہ معلوم ہو کہ اتنے فوائد اور اتنی کثیر برکتوں سے یہ لوگ محض بدعت اور نجدیت کی مار سے محروم ہیں۔

اجماعِ اُمّت

سیدنا حضور داتا گنج بخش اور حضور غوثِ اعظم اور سیّدنا غریب نواز اجمیری اور سیدنا ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہم جملہ سلسلوں کے اولیاء کے سربراہ ہیں، ان کے مقدس زمانوں سے اس کا ورد جاری ہے، اور قیامت تک

جاری رہے گا۔ سوائے وہابیت کے باقی تمام مسلمان اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں ۔ اس کے جواز (جائز ہونے) میں اتنا ہی کافی ہے، اس لئے کہ اولیاء کاملین اور مسلمانوں کی اکثریت کا عمل بھی شرعی دلیل ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیثوں سے ثابت ہے۔

اجازتِ نبوی

نجدی اور اس کے چیلے تو صرف بدعت و شرک کا فتویٰ جانتے اور مانتے ہیں حالانکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو رہتی دنیا تک چند ایسے اصول عطا فرمائے ہیں کہ جن کو اُمّت اپنائے تو بھٹکنے سے محفوظ رہے۔ الحمدللہ! اُمّت نے اسے اپنایا اور گمراہی سے محفوظ رہی۔ اسی لئے فرمایا:

"اتبعوا السواد الاعظم"

"یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو"۔ اور فرمایا:

"ید اللہ علیٰ الجماعۃ"

یعنی اس بڑی جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ اور فرمایا:

من فارق الجماعۃ فقد خلع ربقۃ الاسلام عن علنقہ۔

"یعنی جس نے جماعت سے جُدائی کی، اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسّی ہٹالی۔ اور فرمایا:

ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ فی النّار۔

"یعنی اللہ تعالیٰ میری اُمّت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا، جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔"
اس کے علاوہ بہت سی روایات مشکوٰۃ شریف، باب اعظام بالسنّۃ میں موجود ہیں۔)

انتباہ :۔ ان ارشادات کے بعد سوچئے کہ اُمّت مسلمہ میں کون اور کب جُدا ہوا۔ درود تاج کا قدیم ہونا اور اس پر عمل اولیاء کرام اور علماء عظام سے ثابت ہے۔ اگر اب بھی کوئی اس کو غلط کہتا ہے تو وہ خود غلط ہے۔

فائدہ درود تاج شریف کے مصنف کا نام نامعلوم سہی لیکن یہ ہے تو درود شریف۔ اس میں صرف القاب کا اضافہ ہے اور خوب اضافہ ہے۔ اس کا ثواب مصنف کو بھی مل رہا ہوگا اور پڑھنے والے کو بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اور یہ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم فصل اوّل میں ہے: ترجمہ۔ یعنی جو شخص کوئی نیک عمل یا طریقہ اسلام میں جاری کرے، تو اس شخص کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور عمل کرنے والے کا ثواب بھی کم نہ ہوگا۔ اس حدیث کے مطابق حضرت صدیق اکبر و دیگر صحابہ کے ثواب مقرر کرنے کی حاجت ہی نہ رہی۔ چنانچہ نماز تراویح بیس رکعات باجماعت سُنّتِ عمری ہے (رضی اللہ عنہ)۔

نمازِ جمعہ کے خطبہ سے پہلے خطیب کے سامنے کھڑے ہو کر اذان، اور قرآن مجید کو جمع کرنا عملِ عثمانی ہے۔ اسی طرح بہت سے اعمال اُمّت کے بزرگان نے اسلام کی خدمت کی غرض سے ایجاد کئے۔ تو کیا یہ سب امور نعوذ باللہ مردود ہی ٹھہریں گے۔ اس صورت میں ان دیوبندی وہابیوں کو قرآن شریف بھی دوسرا لانا چاہیئے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا نہ ہو، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسروں کا جمع کردہ قرآن کچھ حیثیت نہیں رکھتا بقولِ منکرین۔

غور کرنا چاہیئے کہ درود ہزارہ، درود لکھی و درود تاج وغیرہ قصیدہ بُردہ و دلائل الخیرات اور دعاؤں اور صلوٰۃ کی کتابیں سب نیک اعمال ہیں اور ان کے ایجاد کرنے والے ان پر عمل کرنے کی وجہ سے ثواب کے مستحق ہیں، جس طرح کہ محدّثین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام پر اپنا ایجاد کردہ درود شریف لکھ کر ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔

سوال:۔ تمہارا اصول مندرجہ ذیل حدیث شریف کے خلاف ہے؛

ترجمہ:۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد بہت بڑا اختلاف دیکھو گے۔ اسی لئے میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ پر مضبوط رہنا اور بدعات سے بچنا۔

جواب :۔ اس کا جواب فقیر اپنے بجائے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی حدیث فہمی سے پیش کرے گا۔ وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: "پس لازم گیرد بر خود سنت مراد سنتِ خلفاء مرا اہلِ رشد و رشاد و راہ یافتگانند و مراد از خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خلفاء اربعہ داشتہ اند و ہر کہ بر سیرت ایشاں برود موافق سنت عمل کند حکم ایشاں دارد نہ ہر کہ بہ ہوائے نفس خود بدعت پیدا کند بالحقیقت سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہمہ سنت پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہرت نیافتہ بود و بعد از وے در زمان ایشاں رواج یافتہ و مشہور گشتہ و مضاف بایشاں شدہ و چوں منظنہ آں بود کہ یکے آنرا بجہت اضافت بایشاں بدعت پندار و رد کند منکر گردد وصیت کرد باتباع آں پس ہر چہ خلفائے راشدین بداں حکم کردہ باشند اگرچہ باجتہاد قیاس ایشاں بود موافقِ سنت است و اطلاق بدعت بداں نہ تواں کرد۔ چنانکہ فرقہائے زائغہ کنند پس ازاں مبالغہ کرد در وصیت باتباع سنت"۔

(اشعۃ اللمعات)

ایک اور حدیث جو اسی مشکوٰۃ میں ہے، فرماتے ہیں:

"اصحابی بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔

پس اس حدیث کے مطابق تمام صحابہ کی پیروی ہدایت ہے۔

اور فرمایا: ماآرآ المومنون حسنا فھو عند اللہ حُسن ۔

اس کے علاوہ تابعین و بعض تبع تابعین کے فضائل کتب احادیث میں موجود ہیں ۔ انہی بزرگوں سے بے شمار درود شریف اور دعائیں موجود ہیں ۔ وہ تمام سُنّت کے مطابق ہوئے یا کہ نہیں علاوہ ان کے دیگر اولیاء اللہ و صوفیائے کرام سے کثرت سے دُعائیں اور درود منقول ہیں ۔ منکرین نے سب کو ثواب سے الگ کر دیا ۔ درود ہزارہ، لکھی، تاج، مستغاث کو بھی اور دلائل الخیرات وغیرہ حالانکہ عرصہ سے اہلِ اسلام میں یہ تمام درود، ان کے اوراد اور وظائف میں شامل ہیں، بلکہ بہت سے درود شریف۔

سیدنا پر مبنی درود کی فضیلت

جیساکہ شروع میں فقیر نے عرض کیا کہ درودِ تاج کے القاب سے ہٹ کر درود شریف تو وہی ہے، جو ہم روزانہ پڑھا کرتے ہیں، اور اس کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں ہوا، حالانکہ یہ الفاظ بھی بقول مخالفین بدعت ہیں ۔

یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ بدعت و شرک کے چکّر میں پھنس کر بہت بڑے فیوض و برکات سے محروم پھر رہے ہیں، ورنہ یہی مختصر درود شریف تو ہے جس کے پڑھنے والے کو اللہ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمتوں سے اور شفقتوں سے نوازا ۔

حکایت

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "طبقات کبریٰ" (جلد ۲ ص ۶۸) میں نقل کیا ہے کہ عارف باللہ شیخ ابوالمواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ہزار کی تعداد میں جلدی جلدی درود شریف پڑھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد۔ ٹھہر ٹھہر کر ترتیب سے پڑھا کرو، مگر جب وقت تنگ ہو تو جلد پڑھنے میں بھی حرج نہیں۔

فوائد اویسیہ

۱۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حق ہے۔

۲۔ جو خواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے وہ اسی طرح آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔

۳۔ مذکور درود اگر اللہ جل جلالہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں مقبول اور پسندیدہ ہے، تو زیارت نصیب ہوگی، ورنہ بدعت کے عمل پر زیارت کیسی؟ بلکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت سے مشرف ہونے کی ہدایت فرمائی، اور مزید صلوٰۃ نامہ ملانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ہدایت کے بعد ارشاد فرمایا کہ بہتر

ہے کہ صلوٰۃ نامہ (پورا کامل درود) پہلے پڑھ کر پھر درود کا وظیفہ شروع کرو خواہ ایک ہی بار پڑھ لیا کرو اور اسی طرح آخر میں ایک بار صلوٰۃ نامہ پڑھا کرو۔ صلوٰۃ نامہ کا متن یہ ہے۔

صلوٰۃ نامہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

۵۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ واقعہ کی روشنی میں درود شریف پڑھنے والے کی حالت و کیفیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے پہچانتے ہیں۔

۶۔ جنہیں چاہیں اپنے دیدار سے نوازتے اور فوری اصلاح فرماتے ہیں۔

۷۔ درود مکمل، افضل و کامل وہی ہے جس میں صلوٰۃ و سلام دونوں کو جمع کیا جائے، نہ کہ محض درودِ ابراہیمی۔

۸۔ نماز کی طرح، نماز سے باہر بھی صیغۂ ندا یعنی جس طرح کسی کو

مخاطب کر کے) سلام پڑھنا بھی ارشادِ نبوی ہے، یہ شرک و بدعت وغیرہ نہیں ہے، بلکہ سلام کی ابتداء ہی مخاطب میں ہوتی ہے۔

9۔ جو شخص نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھے یا اس درود شریف کے پڑھنے کی تلقین کرے، تو وہ درودِ ابراہیمی کے ساتھ صیغۂ مخاطب میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ بھی پڑھے، تاکہ اندرونِ نماز کی طرح نماز کے باہر بھی درود مکمل اور کامل ہو جیساکہ مذکورہ واقعہ اور دیگر دلائل سے ثابت ہوا۔

فائدہ جس طرح درود تاج کسی بندۂ خدا کا ذوقِ ایمانی ہے، ایسے ہی صحابہ اور تابعین اور اولیاء کاملین سے ثابت ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

اہلِ بیتِ کرام حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے درود شریف الگ الگ ہیں۔

اولیاءِ عظّام امام حسن بصری، امام شافعی، غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی، شیخ شہاب الدین

سہروردی، سید احمد رفاعی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، تاج العارفین ابوالحسن امام غزالی، امام رازی، سید مرتضیٰ حسین زبیدی، عارف تیجانی، سید میر غنی، سید احمد بدوی، امام محی الدین نووی، سید عبد الغنی نابلسی، سید احمد بن ادریس، سید ابراہیم دسوقی وغیرہم (رضی اللہ عنہم اجمعین۔) کے درود وسلام مختلف الفاظ پر مشتمل ہیں، جو کہ حدیث وفقہ کی مستند کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ (سعادۃ الدارین)۔

فائدہ "مفتاح المدد فی الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ الید" ایک ایسی کتاب ہے جس کے پہلے باب میں وہ درود شریف لکھے ہوئے ہیں جو حدیث سے معلوم ہوئے ہیں۔ دوسرے باب میں وہ درود شریف ہیں جو آثارِ صحابہ سے معلوم ہوئے۔ تیسرے باب میں وہ ہیں جو تابعین اور تبع تابعین سے پائے گئے۔ چوتھے باب میں کتاب کے مؤلف کے اپنے ایجاد کردہ درود شریف ہیں۔ پس کتاب کے مؤلف کا کہنا ہے کہ آپ کے فرمائے ہوئے درود شریف کے بغیر دوسرں کے لاکھ درود سے زیادہ بھی ہیچ ہیں۔ مطلب یہ کہ جس قدر درود شریف جو صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے ایجاد کردہ ہیں، یا دیگر اولیاء کرام کے لکھے ہوئے ہیں، وہ بیکار ہیں۔ نجدی شریعت نے نہ صرف بیکار کہا بلکہ ان تمام کو آگ کی نذر

کرنے کا حکم دیا، جسے آج بھی آزمایا جاسکتا ہے کہ حرمین شریفین میں یا نجدی حکومت کے کسی خطہ میں درود تاج و دلائل الخیرات اور مستغاث وغیرہ پڑھو تو مجرم ٹھہرائے جاؤ، بلکہ لکھے ہوئے درود چھین کر گندی نالی میں پھینک دیئے جائیں۔

درُود کیسا

ہمیں قرآن مجید میں حکم ہوا ہے:۔

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

یعنی صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

اس حکم کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص درود کا حکم نہیں۔ جس میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ہوں صرف وہی حکم کی تعلیم کے لئے کافی ہے۔ اگر ایسا درود پڑھا جائے کہ جس میں صرف صلوٰۃ کا لفظ ہو، تو اس کے پڑھنے سے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا پر عمل نہ ہوگا۔

اسی لئے امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح اور اپنی کتاب "اذکار" میں لکھا ہے کہ سلام کے بغیر صلوٰۃ کا پڑھنا مکروہ ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جذب القلوب میں تحریر فرمایا ہے۔

درودِ ابراہیمی

حدیث شریف میں ہے کہ :-

جب ان اللہ وملٰئِکتہٗ الآیۃ نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo "یعنی اے ایمان والو، اس (نبی) پر درود بھیجو" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا :- قد عرفنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک۔

"بلاشبہ ہم نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو جان لیا ہے۔ (یعنی التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ) (اب آپ فرمائیے) کہ آپ پر صلوٰۃ یعنی درود شریف کس طرح عرض کریں۔ (مسلم مع نووی جلد ۱ صـ ۱۷۵)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف درود ابراہیمی کی تعلیم دی، سلام کی تعلیم نہیں دی، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تھا کہ سلام عرض کرنا تو آپ کے سکھانے سے سیکھ لیا ہے، جو التحیات میں عرض کر دیا کرتے ہیں، (اب آپ ہمیں) صلوٰۃ یعنی درود شریف

سکھلا دیجئے۔

دوسری حدیث میں درود ابراہیمی ارشاد فرمانے کے بعد نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا:۔

"وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ" (یعنی اور سلام جیسا کہ تم نے جان لیا ہے۔) (مسلم امام نووی کے حاشیہ کے ساتھ جلد ۱ ص۱۷۵)

تیسری حدیث میں ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے درودِ ابراہیمی کے بعد فرمایا:۔ "ثُمَّ تُسَلِّمُوْا عَلَيَّ (جلد ۱ ص۱۵)۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کے آخر میں سکھایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (س ص۶۹)

(یعنی اے نبی، آپ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات ہوں۔)

ان مذکورہ چار حدیثوں سے واضح ہو رہا ہے کہ درود شریف کے ساتھ جو سلام عرض کیا جائے وہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق خطاب اور ندا "اَیُّھَا" سے آپ کا تصور قائم کر کے عرض کیا جائے۔ اور سَلِّمُوْا کے ساتھ تَسْلِیْمًا کا ارشاد فرمایا جانا اسی امر کا تقاضا کرتا ہے کہ سلام کرنے کے حقِ ادائیگی نداء اور خطاب کی صورت میں ہی پوری ہو سکتی ہے۔ در اصل درود ابراہیمی نماز میں

پڑھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا تھا:۔

فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلٰوتِنَا۔

(یعنی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ہم نماز پڑھیں تو آپ پر اپنی نماز میں درود شریف کس طرح پڑھیں۔ (مسند امام احمد جلد ۴، ص ۱۱۹)۔ (ابنِ حبان مستدرک حاکم، ابن خزیمہ، دار قطنی بیہقی۔)

فائدہ اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت کردہ درود ابراہیمی نماز کے لئے ہی خاص ہے۔ لیکن نماز سے باہر حکم ربانی کی تعمیل، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ (پوری آیت تک) کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہو جائے گی پس جب کہنے والے نے کہا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ (اے اللہ! درود و سلام حضرت محمدؐ پر بھیج) تو اس نے قرآنِ مجید کے حکم پر عمل کر لیا"۔

مندرجہ بالا حدیثوں اور شرح سے واضح ہوا کہ نماز میں درود ابراہیمی پڑھا جائے اور نماز سے باہر جو درود شریف بھی پڑھنا ہو اس میں سلام کا لفظ ضرور آئے گا تاکہ اللہ کریم کے حکم:۔

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

پر عمل ہو اور یہ درود تاج شریف میں موجود ہے۔ پہلے ہم رواج یافتہ درود شریف پڑھتے ہیں پھر القاب ملاتے ہیں۔

ازالۂ وہم

جن لوگوں کو درود تاج شریف سے ضد ہے، وہ کہتے ہیں کہ درودِ ابراہیمی کے سوا کوئی اور درود نہیں۔ یہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے، ورنہ ہماری مذکورہ بالا تقریر اور علماء حق کی وضاحت اور احادیثِ مبارکہ کی تشریح سے واضح ہے کہ درودِ ابراہیمی صرف نماز کی حد تک اس طرح پڑھا جائے، اور نماز سے باہر یہ درود شریف کافی نہیں ہے جب تک اس میں سلام کا اضافہ نہ ہو۔ اب ہم اس مسئلہ کو مخالفین کے پیشواؤں کی وضاحتوں سے واضح کرتے ہیں۔

گھر کی گواہی

مخالفین کو شوکانی اور ابنِ قیّم پر بہت زیادہ اعتماد ہے۔ لیجیئے ان کی وضاحت بھی حاضر ہے۔

۱۔ شوکانی پیشوائے غیر مقلدین

محمد بن علی شوکانی نے بھی لکھا ہے کہ:۔ ان هذه الالفاظ المروية مختصة بالصلوٰة واما خارج الصلوٰة فيحصل الامتثال بما يفيده قوله سبحانه وتعالىٰ ان الله وملائكته

يصلون على النبی یایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً۔

(تحفۃ الذاکرین ص ۳۲)

۲۔ابنِ قیم غیر مقلدین کے امام ابنِ قیم نے بھی متعدد حدیثوں کی روشنی میں یہی تحقیق لکھی ہے کہ ان الصلوٰۃ المسئول عن کیفیتها هی الصلوٰۃ علیه فی نفس الصلوٰۃ۔

(جلاء الفہام ص ۲۴)

یعنی حضور علیہ السلام سے صحابہ کا سوال صلوٰۃ صرف نماز کے لئے تھا۔

فائدہ شوکانی نے مذکورہ بالا قول کو کتاب مذکورہ میں مزید واضح لکھا ہے:

ترجمہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ بہ روایت کردہ الفاظِ درود ابراہیمی نماز کے لئے خاص ہیں۔ نماز سے باہر بھی آیت کے حکم کی تعمیل (تب) ہو جائے گی کہ جب فرمایا: صلوا علیه وسلموا۔ (اور اس کے جواب میں) جب قائل کہے گا: اللھم صل وسلم۔ تو اس نے قرآنی حکم کی تعمیل کی۔

شبیر احمد عثمانی دیوبندی ترجمۂ قرآن کے حاشیہ پر علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی تحریر فرماتے ہیں:۔ "حدیث میں ہے کہ جب آیت ان اللہ وملائکته

یصلون علی النبی (آخر تک) نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے
عرض کیا۔ یا رسول اللہ، سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی
نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے السلام علیك ایها النبی
ورحمة الله وبركاته۔ (اب) صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما
دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں، آپ نے یہ (ابراہیمی) درود شریف کی
تلقین فرمائی۔ یعنی اللهم صل علیٰ محمد (آخر تک)۔

معلوم ہوا:۔ کہ صحابۂ کرام نے جب نماز میں پڑھنے کے لئے
درود کا طریقہ دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں
پڑھنے کے لئے درود ابراہیمی تعلیم فرمائی۔ چنانچہ ہر نمازی ہر نماز میں
یہی درود شریف پڑھتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز کے
علاوہ بھی صرف یہی درود پڑھا جائے، اور دیگر الفاظ کے ساتھ اور
کوئی درود نہ پڑھا جائے۔ جیسا کہ مخالفین عام تاثر دیتے ہیں اور نماز
کے علاوہ بھی درود ابراہیمی پڑھنے پر اصرار کرتے اور درود وسلام کے دیگر
الفاظ کی نفی کرتے ہیں۔ دیو بندی مولوی شبیر احمد عثمانی نے جس طرح
حدیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: صلوٰۃ کا طریقہ
بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔

علماء اہل حق اور غیر مقلدین و دیو بند کی مذکورہ بالا وضاحتوں سے
واضح ہو گیا کہ درود ابراہیمی خاص طور سے نماز میں پڑھنے کے لئے

ارشاد فرمایا گیا ہے۔ لہذا نماز کے علاوہ اس درود شریف کے پڑھنے کی پابندی نہیں، بلکہ دیگر الفاظ کے ساتھ بھی درود و سلام پڑھ سکتے ہیں۔ جیساکہ شوکانی نے لکھا ہے:۔ کہ نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام کا جو بھی صیغہ ہو حکمِ خداوندی کی تعمیل و عمل حاصل ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ درود ابراہیمی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا ہے، اس لئے یہی افضل ہے۔

جواب:۔ اس کے افضل ہونے یا پڑھنے سے کوئی انکار نہیں، مگر افضل ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے علاوہ کسی اور طریقہ و صیغہ سے درود پڑھنے کو ممنوع یا شرک و بدعت قرار دیا جائے۔ جب کہ خود رسولِ پاک علیہ السلام، صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین سے درود شریف کے اور بھی بے شمار صیغے اور طریقے نقل شدہ ہیں۔ درودِ نماز کا افضل و کامل ہونا سلام کے ساتھ منسلک و مشترک ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ کیونکہ درودِ ابراہیمی سے پہلے نماز ہی میں یہ سلامِ ندا (مخاطب والا) بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے تعلیم فرمائی ہے۔ لہذا نماز کی طرح، نماز سے باہر بھی کسی فرق کے بغیر افضل درود کے ساتھ یہ افضل سلام بھی پڑھا جائے۔ یا پھر سہولت اور مختصر کرنے کے ساتھ زیادہ تعداد میں پڑھنے کے لئے صلوٰۃ و سلام دونوں کا مجموعہ کوئی اور درود پڑھ لیا جائے، تاکہ "صلوا علیہ وسلموا"

کا تقاضا مکمل طور پر پورا ہو، کیونکہ نماز میں تو درودِ ابراہیمی کے ساتھ سلام بھی پڑھا جاتا ہے، مگر نماز سے باہر اگر صرف درودِ ابراہیمی ہی پڑھا جائے، تو سلام رہ جاتا ہے۔ بہر حال صلوٰۃ و سلام دونوں کے ساتھ درود کامل پورا ہوتا ہے چاہے کوئی بھی صیغہ طریقہ ہو۔

امام مسلم پر اعتراض

اگر نماز سے باہر صرف اور صرف درودِ ابراہیمی ہی مطلوب ہوتا، تو علمائے حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت پر اعتراض نہ کرتے، باوجود اس بات کے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی چھ کتابوں میں سے مسلم شریف کے مصنف ہیں۔ پھر بھی ان کی ادنیٰ کمزوری پر بھی محدثین کرام نے نہیں چھوڑا۔ وہ اس طرح کہ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے خطبۂ مسلم شریف میں لکھا کہ وصلی اللہ علی محمد (آخر تک)۔ اس میں صرف صلوٰۃ ہے، لیکن سلام کا ذکر نہیں۔ تو آپ پر سوال وارد ہو گیا۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں سوالیہ عبارت ملاحظہ ہو:۔ فان قیل قد کرھوا افراد الصلوٰۃ بدون التسلیم بقولہ تعالیٰ یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً فیرد علی المسلم انہ فعل المکروہ۔ (نووی شرح خطبہ مسلم شریف)۔

یعنی اگر سوال ہو کہ یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا کے

حکم پر درود میں صرف صلوٰۃ لانا مکروہ ہے، تو امام مسلم نے مکروہ فعل کا ارتکاب کیوں کیا۔ اگرچہ امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے مکروہ فعل کے ارتکاب کا شافی جواب دے دیا ہے، لیکن محدّثین کرام کی رائے نے ثابت کر دیا کہ صلوٰۃ، تسلیم کے بغیر مکروہ ہے، اگرچہ پھر امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے آخر میں تسلیم فرمایا کہ وہی بہتر ہے جس میں سلام بھی ہو۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ درودِ ابراہیمی افضل سہی کہ حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ الفاظ ہیں۔ لیکن دوسری وجہ سے بہتر صورت وہ ہے جس میں صلوٰۃ کے ساتھ سلام بھی ہو۔ تو اس سے کم از کم ذہن میں ان کی غلط خیالی کا اتنا تو خاتمہ ہو سکتا ہے کہ درود صرف اور صرف درود ابراہیمی ہے اور بس۔

اضافۂ القاب

ہم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے القاب بڑھانے سے روحانی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ہماری ایمانی غذا ہے۔ اور ایک اُمّتی کے ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کے القاب زبان پر لائے، تاکہ معلوم ہو کہ یہ نمک حلال اُمّتی ہے۔ اور اس کے متعلق ہمیں اپنے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے عاشقوں سے اجازت بھی ہے۔ چنانچہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تم درود پڑھو

تو اُسے اچھا کر کے پڑھو۔

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما سے لے کر آج تک نمک حلال اُمتی نے اپنے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت وعشق اور تعظیم وتکریم سے بھرپور صیغے درود شریف میں پڑھائے، اور یہ سلسلہ صحابۂ کرام سے شروع ہوا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شروع ہوا اور آپ نے پڑھنے والوں کو نوازا اور خوب نوازا۔

دربارِ رسالت میں اعزاز واکرام

ایک شخص دربارِ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا۔ صحابۂ کرام اس عزت افزائی پر متعجب ہوئے، تو آپ نے فرمایا۔ یہ شخص ہر روز صبح کو ایسا درود شریف پڑھتا ہے جس سے تمام مخلوق کے برابر ثواب ملتا ہے۔ وہ درود شریف یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلَّ عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ اُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ اُصَلِّيْ عَلَيْهِ۔

سوالِ اویسی

فقیر اویسی کا مخالفین سے سوال ہے کہ اگر درودِ ابراہیمی کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں

کے بنائے ہوئے درود کچھ حقیقت نہ رکھتے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس شخص کو ایسا درود پڑھنے سے منع فرما دیتے، اور اُسے کبھی یہ قبولیت حاصل نہ ہوتی، اور تمام مخلوق کے نیک اعمال کے برابر ثواب ملنے کی بشارت نہ ملتی۔ مطلب یہ کہ درود شریف میں جس قدر اچھے الفاظ ہوں گے، اسی قدر درود بھیجنے والے کو زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔

اسی طریقۂ خیر پر بعض صحابۂ کرام و دیگر اولیاءِ عظام رضی اللہ عنہم نے بھی اچھے اچھے درود شریف ایجاد کرنے شروع کئے، تاکہ دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کریں۔ چنانچہ اس کی چند مثالیں آئندہ صفحات میں عرض کی جائیں گی۔

فائدہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ درود لکھی اور درودِ ہزارہ وغیرہ کی کیفیت کچھ اسی درود شریف کے مطابق ہے جس درود شریف کے پڑھنے والے کو تمام مخلوق کے برابر ثواب کی خوشخبری سُنائی گئی، اور اگر کسی کامل ولی اللہ کو درود لکھی اور ہزارہ کی خوشخبری سُنائی جائے تو انکار کیوں۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ درود شریف ہے اور اسے ہر مکتبۂ فکر کا ہر فرد اپنی تحریر میں لکھتا اور نجی مجلسوں میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کے زبان پر لانے

کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ محدثین امام بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ کی حدیث کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام پر یہی درود اختیار کیا ہے۔

اویسی کے دیگر سوالات

فقیر اویسی کا منکرین پر سوال ہے کہ مذکورہ بالا درود شریف کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور پڑھنے والے کو ثواب ملے گا یا گناہ ہو گا، کیوں کہ یہ درود شریف بندہ کی ایجاد ہے۔ اس کا ثبوت ابتداء کے مبارک دور میں نہیں ملتا پھر یہ بتائیں کہ اس درود شریف کا ایجاد کرنے والا کون ہے۔ اور یہ کب سے ایجاد ہوا، اور جتنے محدثین، مفسرین، فقہاء، علماء، صلحاء اسے پڑھتے، لکھتے چلے آئے ہیں، وہ بدعتی تھے، تو ان پر: "کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار"۔ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں"... کا حکم لاگو ہو گا یا نہیں۔ اسے جرأت کر کے ایک اشتہار کی صورت میں شائع کیجئے۔ اگر بدعت نہیں تو درود تاج شریف و دیگر درود لکھی، مستغاث ہزارہ، دلائل الخیرات شریف وغیرہ پر ناراضگی کیوں ہے صرف اسی لئے کہ ان پر نجدی ناراض ہے اور تم اسے کسی طریقہ سے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اور ہم تو اسے اس وقت سے چھوڑ چکے ہیں جب سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدی کو دعائے خیر سے محروم فرمایا اور وہاں سے

شیطان کے سینگ نکلنے کی غیبی خبر دی۔

درودِ مذکور کی فضیلت

درودِ مذکور بدعتِ حسنہ میں شامل ہے۔ اور اس کے بے شمار فضائل ہیں۔ ہم صرف ایک حکایت کو کافی سمجھتے ہیں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی نے لکھا کہ حضرت عبد اللہ بن الصالح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک محدّث کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا نے میری مغفرت فرمادی ہے۔ میں نے پوچھا کس بات کے صدقہ میں، تو فرمایا، میں اپنی تحریروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا تھا۔ اس کے صدقے میں اللہ نے میری مغفرت فرمادی ہے۔

(شرح الصدور صفحہ ۱۳۰)۔

فائدہ

حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی سُن کر یا لکھ کر جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے گا اور لکھے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت کا حقدار ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر "صلعم" یا "ص" لکھتا ہے اور پورا درود شریف نہیں لکھتا، گویا وہ اپنی مغفرت پوری نہیں چاہتا۔

ملائکہ کے ساتھ

حضرت جعفر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک محدّث کو اس کے وصال کے بعد دیکھا کہ وہ ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھیں۔ جب بھی نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ کا نام پاک آیا تو میں نے لکھا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اس کے ساتھ زبان سے پڑھا بھی۔ (سعادۃ الدارین ص ۱۲۸)۔

فائدہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر زیارت ہو سکتی ہے، تو درود تاج (جو زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے آزمایا ہوا ہے)، سے اعلیٰ طریقہ سے ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی کی وضاحت اور محبوب القاب مذکور ہیں۔

مسئلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نامِ مبارک پر ''صلعم'' اور ''ص'' لکھنا مکروہ ہے۔ بلکہ محدثینِ کرام و فقہائے عظام ایسے شخص کو محروم و منحوس قرار دیتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام گرامی پر ''صلعم'' یا ''ص'' وغیرہ لکھتا پڑھتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''کراہتہ صلعم''۔

تفصیلِ صلوٰۃ

"صلّوا علیہ وسلموا تسلیمًا"، کے ارشادِ گرامی کے مطابق شارع (حضور) علیہ السلام نے کسی خاص درود شریف کے پڑھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف الفاظ میں بہت سارے درود و سلام کے صیغے روایت شدہ ہیں۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول البدیع"، میں چالیس درود شریف کے صیغے لکھے ہیں۔ (ص ۲۲۹ سے ص ۲۳۵ تک۔م)

واضح ہوا کہ درود شریف و سلام کے صیغے مختلف الفاظ اور کلمات پر مبنی (مشتمل) ہیں، صرف درودِ ابراہیمی پر انحصار نہیں ہے۔ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، اولیاء کاملین، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، نجباء (شرفاء) وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف درود و سلام کے جو صیغے مستند کتابوں میں درج ہیں، وہ شریعتِ مطہرہ قرآن مجید، حدیث پاک کے مطابق اور ارشادِ الٰہی کی تعمیل کے لئے کافی ہیں۔

اِن بزرگانِ دین سے منسوب درود و سلام، یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خواب یا بیداری میں زیارت کے وقت ارشاد فرمائے ہیں، یا اُن صاحبِ کمال بزرگوں نے ذوق و شوق قلبی سے درود و سلام کے کلمات تالیف کئے، اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار

میں زیارت کے وقت پیش کئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے کمالِ مسرت سے پسند فرمائے۔

تعجب ہے کہ جو قوم درودِ تاج وغیرہ کے بلاجواز ہونے پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے، اس کی قسمت میں لکھا ہے کہ اپنی اکثر تحریروں میں پورے درود شریف لکھنے کی بجائے صرف "صلعم، ص" وغیرہ کی بیماری میں مبتلا ہے۔ آزما کر دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو حقیقت کے دیکھنے اور حق کو پہچاننے کی توفیق بخشے۔ آمین!

صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم

حضور نبیٔ پاک، شہِ لولاک، سرورِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چار القاب ایسے لگتے ہیں گویا یہ القاب اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے کئے ہیں۔

صاحب التاج

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو تمام محدثین کرام صاحب التاج مانتے چلے آئے ہیں۔ دلائل الخیرات شریف میں آپ کے اسماء (نام) مبارک میں صاحب التاج (جہاں) لکھا ہے، اس کی شرح میں امام محمد المہدی بن احمد القاسمی (گیارھویں صدی ھ) (جواہر البحار جلد ۱ ص ۵۰) لکھتے ہیں

کہ اس سے مُراد عمامہ مبارک ہے۔ اور یہ صرف اور صرف آپ کا خاصہ ہے۔ "مطالع المسرات ص۲۵"، پر لکھا ہے: "روی انہ لم یلبس العمامۃ غیرہٗ من الانبیاء"۔

یعنی صرف حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے کہ آپ نے عمامہ استعمال کیا، دوسرے انبیاء علیہم السلام نے عمامہ استعمال نہیں کیا۔ اسی لئے حضور نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العمائم تیجان العرب۔ "یعنی عمامہ عرب کے تاج کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر عرب تاج پہنتے لیکن عرب کا تاج عمامہ تھا۔ افسوس ہے اُمّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاج سروں سے اُتار پھینکا۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اتار پھینکنے والوں کے لئے ناگواری کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ اُمّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری کی قدر و منزلت کو بھول گئی اور زمانہ کے رواج کو ترجیح دے دی۔ اس میں سب سے زیادہ مشائخ و علماء کو عبرت کرنی چاہیئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "فضائل عمامہ"۔

صاحب المعراج

یہ بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء پاک میں سے ایک ہے۔ اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ اس موضوع پر بے شمار

کتابیں ہر زبان میں شائع ہوئیں اور شائع ہو رہی ہیں، اور انشاءاللہ تعالیٰ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ فقیر تبرک کے طور پر کچھ عرض کرتا ہے:۔

جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف لے چلے، تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یا محمدُ! تَقدَّمَ فَاِنَّكَ اَکْرَمَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنِّیْ۔

''اے محمد! آپ آگے چلیں، کیوں کہ خدا کے نزدیک آپ مجھ سے زیادہ مکرم ہیں''۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے تشریف لے چلے، اور جبرائیل علیہ السلام ادب سے آپ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ جب عرشِ رحمٰن کے قریب پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے پردہ ہلایا، آواز آئی کہ کون۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس جواب پر ایک فرشتہ نے اندر سے کہا ''اللہ اکبر، اللہ اکبر''۔

پھر باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کی جانب سے خطاب ہوا: صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ پھر فرشتہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پھر باری تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی: صَدَقَ عَبْدُ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ پھر فرشتہ نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اس کے جواب میں باری تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا آئی: صَدَقَ عَبْدِیْ

اَنَا اَرْسَلْتُ مُحَمَّدًا پھر فرشتہ نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَحَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، کہا۔ اس کے جواب میں باری تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی: صَدَقَ عَبْدِی وَدَعٰی اِلَی عِبَادِیْ ط

پھر فرشتہ نے پردہ کے اندر سے ہاتھ نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھالیا، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں کھڑے رہے۔

آپ نے فرمایا کہ جبرائیل، آپ مجھ سے کیوں جدا ہوتے ہیں؟

جبرائیل امین نے کہا:

یَا مُحَمَّدُ! وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ

(اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک جگہ مقرر ہے۔ اس سے وہ آگے نہیں جاسکتا۔)

لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَۃً لَاحْتَرَقْتُ۔

یعنی: اگر میں یہاں سے انگلی کے پور کے برابر بھی آگے بڑھوں تو تجلّیٔ الٰہی سے جل جاؤں۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ واقعۂ معراج کو کس خوبی سے بیان فرماتے ہیں۔

شبے برنشست از فلک برگذشت

بتمکین وجاہ از ملک درگذشت

چناں گرم در رتبہ قربت براند

کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند
بدو گفت سالارِ بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرا تافتی
بہ گفتا فراتر مجالم نماند
بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم (بوستان)

حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے مقام پر ٹھہر گئے۔ بقیہ حجابات و مقامات فرشتوں نے طے کرائے۔ جب آپ نے نور و ظلمت (تاریکی) کے ستّر پردے طے کر لئے، جن میں سے ہر ایک پردہ کی مسافت پانچ سو برس کی تھی، تو بُراق بھی چلنے سے عاجز رہ گیا اور رف رف نے تخت رواں (اڑن طشتری) کا کام دیا۔ آپ نے رف رف پر سوار ہو کر یاقوت و زمرد کے ستّر ہزار پردے طے کئے۔

جب صرف ایک ہی پردہ طے کرنا باقی رہ گیا، تو رف رف بھی قدم مبارک کے نیچے سے غائب ہو گیا۔ پھر ایک سفید موتی کے گھوڑے نے کبریائی پردہ طے کرایا، اور پھر وہ بھی غائب ہو گیا۔

کوئی سواری آپ کے پاس نہ رہی اور کوئی فرشتہ بھی آپ کو نظر نہ آیا تو آپ کو حیرت و پریشانی لاحق ہوئی۔ ابھی آپ حیرت کی حالت میں تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق کے پکارنے کی آواز آپ کو سُنائی دی۔ ابھی آپ یہی سوچ رہے تھے کہ میرے رفیق ابوبکر یہاں کیسے آگئے، کہ باری تعالیٰ عزاسمہٗ کی جانب سے ندا آئی: "اے حبیب، مخلوق میں سب سے بہتر و افضل!

قریب ہو، اے احمد، قریب ہو۔ اے محمد، قریب ہو۔ بے شک دوست سے قریب ہی ہونا چاہیئے"۔

قُربِ الٰہی

حضور پُر نُور نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے بہت ہی نزدیک کر لیا تھا۔ جیساکہ خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"پھر نزدیک ہوا اور اتنا جُھکا کہ دو کمان کے برابر فاصلہ رہ گیا، بلکہ (اس سے بھی) بہت کم۔ پھر خدا نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی سو کردی"۔ (القرآن)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا، تو مجھ کو جواب دینے کی طاقت نہ ہوئی۔ پھر باری تعالیٰ

نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں پر رکھا اور علم اولین و آخرین اور دیگر مختلف علوم سے واقف فرمایا۔

اُن میں سے ایک ایسا علم ہے کہ جس کے چھُپانے کی مجھ کو ہدایت فرمائی گئی ہے، کیوں کہ میرے علاوہ اس علم کے بار کو اور کوئی نہیں اُٹھا سکتا، اور وہ علم، علم نبوّت ہے:۔

اِذاعلم انه لا یقدر علی حمله احد غیری ؎

اور ایک ایسا علم مجھ کو سکھایا گیا ہے جس کے لئے مجھ کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس شخص کو اس علم کا اہل پاؤں اس کو تو وہ علم بتادوں، اور جس کو اس کے لائق نہ پاؤں، اس کو نہ بتاؤں۔

پھر مجھ کو قرآن شریف سکھایا گیا اور امت کے ہر خاص و عام کی طرف تبلیغ و رسالت اور قرآن شریف کے احکام پہچانے کی ہدایت فرمائی گئی۔ (مدارج النبوۃ)۔

انعامات

خدا نے فرمایا: میں نے آپ کو جملہ مخلوق کے لئے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔ جب میرا ذکر آتا ہے تو تمہارا ذکر بھی میرے نام کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ پانچوں وقت نماز میں میرے ذکر کے

ساتھ تم پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تمہاری اُمت کو بہترین اُمت بنایا ہے۔

میں نے آپ کو سبع المثانی (سورۃ فاتحہ) عطا کی ہے جو تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ اور میں نے تم کو سورۃ بقرہ کی آخری آیات (اول سے آخر تک) عطا کی ہیں۔

اور میں نے آپ کو حوضِ کوثر عطا کیا۔ اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان المبارک کے روزے، امر بالمعروف نہی عن المنکر یہ تمام باتیں عطا کیں۔ میں نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔

اِس اُمّت کی خوش نصیبی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام قاب قوسین میں تشریف فرما ہوئے، تو آپ نے باری تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ، پچھلی اُمّتوں میں سے بعض کو تُو نے پتھروں کا عذاب دیا اور کسی کو خسف (زمین میں دھنسنے کا) اور کسی اُمّت کو صورتوں کے بگاڑنے کا عذاب دیا۔ میری اُمّت کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ (علامہ ابن مرزوق)

اس کے جواب میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"میں اُن پر رحمت نازل کروں گا، اور اُن کی بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دُوں گا۔ اُن میں سے جو مجھ کو پُکارے گا، اُس کے لئے

میں حاضر ہوں گا۔ اور جو مجھ سے سوال کرے گا، میں اس کو دوں گا۔ اور جو مجھ پر بھروسہ کرے گا، میں اُس کا ضامن بنوں گا۔ گناہ گاروں کی دنیا میں ستر پوشی کروں گا اور آخرت میں اُن کے حق میں آپ کی شفاعت قبول کروں گا۔

معراج شریف کے بارے میں مزید تحقیق و تفصیل اور واقعات اور اعتراضات کے جوابات کے لئے فقیر کی کتاب "معراج المصطفٰے" کا مطالعہ فرمائیے۔

صاحِبُ البُراق

اس صفتِ مبارک کے متعلق بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ بُراق جنت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے لایا گیا۔ اس کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ثم اتیت بدابة دون البغال وفوق الحمار ابیض یقال له البراق یضع خطوہ عند اقصٰی طرفه (مشکوٰۃ)

یعنی: پھر مجھ کو ایک ایسے دابۃ (جانور) کے پاس لایا گیا جس کا رنگ سفید تھا، خچر سے اس کا قد چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس کو براق کہا جاتا ہے۔ (وہ ایسا تیز رفتار ہے) کہ جہاں اس کے دیکھنے کی حد ختم ہوتی ہے وہاں وہ اپنا قدم رکھتا ہے۔

"لمعات" میں ہے کہ اس کی تیز رفتاری کے سبب اس کا

نام بُراق ہے۔ اس لئے کہ بُراق، برق سے مشتق ہے اور برق بجلی کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ چلنے میں بجلی کی مانند ہے، اور بجلی کی تیز رفتاری سے کون واقف نہیں۔ اور بعض نے کہا۔ وہ برق بہ معنی چمک سے مشتق ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس میں دو رنگ تھے۔ عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے "شاۃ برقا" جب کہ بکری کے صُوف (یعنی اون) میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہوں۔ اور ممکن ہے کہ یہ مشتق (Derivative) نہ ہو اسم جامد (Genetic Noun) ہو جیسا کہ "مواہب" میں لکھا ہے۔

جواب نمبر۴ : جمل حاشیہ الجلالین میں ہے:

"اے باحسادھم و ارواحھم معا علی الصحیح فاخرخھم اللہ من قبورھم واحضرھم فی بیت المقدس واجتمع ایضا بالملائکۃ وبارواح اموات المومنین ممن مضی فصلی الجمیع خلفہ مقتدین بہ۔

یعنی: صحیح قول یہ ہے کہ تمام رسول اپنے جسموں اور روحوں کے ساتھ آئے۔ پس نکالا اُن کو اللہ نے اُن کی قبروں سے حاضر کیا، ان کو بیت المقدس میں اور آپ کی خدمت میں ملائکہ بھی حاضر ہوئے اور گذشتہ مرے ہوئے ایمان والوں کی روحیں بھی آئیں۔ پس سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اقتداء کرتے ہوئے نماز

پڑھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء و ملائکہ کا بیت المقدس میں جمع ہونا اور پھر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا جاگتے ہوئے تھا۔ ہو سکتا ہے یہ نماز تحیۃ المسجد ہو۔ یا اس وقت رب تعالیٰ نے سب پر یہ نماز اپنے پیارے محبوب کے استقبال کی خوشی میں فرض کی ہو۔ ورنہ اس نماز کی صفت نہیں بتائی گئی۔ جس چیز کو مجمل (مختصر) یا مبہم (غیر واضح) چھوڑا گیا ہے، اس کو اسی طرح ماننا چاہیئے، اس کے سراغ میں نہیں لگنا چاہیئے۔

مسجد الحرام سے بیت المقدس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہو کر جانا مجمع علیہ ہے یعنی اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ اس سے آگے آسمانوں پر جانے کے لئے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ آسمانوں پر بھی براق پر تشریف لے گئے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کے لئے سلّم یعنی سیڑھی جو زبرجد اور یاقوت سے بنائی گئی تھی اوپر سے نیچے لٹکائی گئی، اس پر سے آپ آسمانوں پر گئے۔ ایک اور روایت ہے کہ براق پر سوار تھے اور براق سیڑھی پر سے گزرتا تھا۔ (چنانچہ) شفا قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ میں ہے۔

"مازال عن ظهر البراق حتیٰ رجع"۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم بُراق سے نہیں اُترے یہاں تک کہ واپس آئے۔ "المعات"
میں ہے :۔

"ثم ھٰذا یدل علی انہ استمر رکوبہ علی البراق
حتیٰ عرج بہ الی السماء وزعم بعضہم انہ لم
یکن علی البراق حین صعد الی السماء بل وضع لہ
سلم تی بہ الی السماء وفی روایۃٍ حملہ جبرئیل
علی جناحہ الی السماء"۔

پھر یہ حدیث جو مالک ابن صعصعہ سے روایت کی گئی ہے نشاندہی کرتی ہے کہ آپ بُراق پر سوار رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے آسمان پر بلند ہونے کے وقت آپ براق پر سوار نہیں تھے بلکہ آپ کے لئے سیڑھی رکھی گئی۔ اس کے ذریعہ سے آپ آسمان کی طرف چڑھے۔ اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کو اپنے بازو پر اٹھا کر آسمان کی طرف لے گیا۔

صاحب العَلَم (ع اور ل پر زبر کے ساتھ)۔ اس صفت ولقب سے کسی کو اختلاف نہ ہوا نہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ "مدارج"، جلد۲ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی جھنڈے اور عَلَم تھے۔

ایک عَلَم سیاہ تھا، جس کا نام عقاب تھا۔ دوسرا عَلَم سفید تھا۔ اور کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی ازواجِ مطہرات (پاک بیویوں) کی چادروں کا عَلَم مرتب فرماتے۔

دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم

شرح اس جملہ میں حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات والقاب کا ذکر ہے۔ کمالات کے مُنکرین کے اصول کے مطابق تو ان پانچوں صفات کا حضور علیہ السلام کے لئے ماننا شرک ہے۔ یہی وجہ ہے اُن کی اصولی کتاب کا قاعدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(تقویت الایمان)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو مختارِ کل ماننا اہلسنّت کا عقیدہ ہے۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا کہ انہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرّہ برابر بھی اختیار نہیں۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، جن کا مشہور لقب مشکل کشا ہے، اُن کو بھی کسی چیز کا اختیار نہیں۔ لیکن ظاہری طور پر عوام کو گمراہ کرنے کے لئے صرف "دافع البلاء" والی صفت کے انکار کو موضوع بنایا۔

درود تاج شریف کے پڑھنے پڑھانے کی صدیاں گزر گئیں،

لیکن جیسے فقیر نے پہلے عرض کیا، کسی کو اس درود کے متعلق کوئی غلطی محسوس نہ ہوئی۔ تحریک وہابیت کے بعد اہلِ سُنّت کے دیگر معمولات (مثلاً دلائل الخیرات اور قصیدہ بُردہ شریف) کی طرح درود تاج شریف بھی وہابیت کے فتاوائے شرک کا نشانہ بنا۔ سب سے پہلے ہندوستان میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں یہ شرک کا فتویٰ دیا۔

گنگوہی کی تردید کے لئے امام اہلسنّت، مجدد ملّت، مولانا شاہ احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں ۱۳۱۱ھ میں ایک سوال پیش ہوا کہ درود تاج پڑھنے کو بعض لوگ شرک بتلاتے ہیں، تو آپ نے اسی وقت کتاب "مستطاب الامن والعلیٰ لناعتی المصطفےٰ بدافع البلاء" لکھ کر قرآن وحدیث کی مقدس نصوص (یعنی وہ آیتیں جن کے معنیٰ بالکل واضح ہیں اور وہ حدیثیں جن پر سب کو اتفاق ہے) کے حوالے دے کر قطعی اور پکّی دلیلیں قائم فرمائیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہیں۔ فقیر اس کے چند اقتباسات (Extracts) اسی کتاب (یعنی شرح درود تاج) میں عرض کرے گا۔ مخالفین نے شاید یہ سوچا ہوگا کہ صدی گزری اب سُنّی غفلت کی نیند سو گئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے نہ صرف "دافع البلاء" پر پھر فتویٔ شرک لگانے شروع کئے بلکہ

درود تاج کے کئی جملوں پر حملہ آور ہوئے اور سمجھے کہ میدان مار لیا۔

چنانچہ مولوی جعفر پھلواری کو میدان میں لاکر مختلف رسالوں میں اس کی غلط تحریریں شائع کیں۔ (فاران کراچی مئی ۵۸ء ص۱۹ تا ص۲۲ اور ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۱۷ شوال ۱۴۰۰ھ)۔

پہلا رسالہ دیوبند مکتبۂ فکر کا ہے اور دوسرا وہابیہ غیر مقلدین کا۔

مولوی جعفر پھلواری کے والد گرامی پکے سُنّی، عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صاحبِ کشف بزرگ ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے درود تاج شریف سے عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا اور اس کے فضائل خواص شائع فرمائے۔ جعفر پھلواری کو وہابیت (مودودیت) نے شکار کر لیا اور اس سے ہی اس کے اپنے والد کی خدمت کروائی۔ اس کی چال بازی کا نمونہ ملاحظہ ہو:

ماہنامہ فاران کراچی کے پرچہ ماہ مئی ۱۹۸۰ء میں ص۱۹ اور ۲۰ پر درود تاج شریف مع ترجمہ غلط لکھ کر اس کی تردید کا آغاز یوں کیا: ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

(یعنی بزرگوں کی غلطی پکڑنا خود ایک غلطی ہے)

مگر اس کے کچھ اور بھی پہلو ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے ساتھ تین مصرعے اور ملا لیجئے:

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است
(بزرگوں کی غلطی پکڑنا خود ایک غلطی ہے)
خطارا خطائے نہ گفتن خطا است
(غلطی کو غلطی نہ کہنا غلطی ہے۔)
خطارا خطا گر شمردی روا است
(غلطی کو غلطی شمار کرنا جائز ہے۔)
چو گفتی خطارا درستی خطا است
(اگر غلط کو صحیح کہو گے، تو غلطی ہے)

درود تاج کے بعض مقامات مجھے کھٹکتے ہیں۔ علماء کرام سے کچھ طالب علمانہ سوال کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ مجھے اپنی کم علمی کا اقرار بھی ہے اور پورا احساس بھی۔ بہرحال وہ شکوک یہ ہیں اس کے بعد شکوک کی تفصیل ہے۔ اس کی تردید میں سب سے پہلے علامہ، مولانا حافظ محمد احسان الحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے قلم اٹھایا۔ جعفر پھلواری کے ایک شبہ کو عالمانہ طریقہ سے رد فرمایا، جسے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ میں محرم ۱۴۰۱ھ کی اشاعت میں شائع کیا گیا۔

غزالئ زمان (قدس سرہٗ) کا قلم تلوار کا نشان

حافظ صاحب موصوف (رحمۃ اللہ علیہ) چونکہ مختصر اور جامع مضمون لکھنے کے عادی تھے، اسی لئے اگرچہ انہوں نے جعفر پھلواری کے تمام اعتراضات کو علمی اور تحقیقی طور پر خوب لکھا۔ لیکن جعفر پھلواری کے لئے ایسی تحریر کی ضرورت تھی جو اس کا دماغ ٹھکانے لگائے۔

چنانچہ غزالئ زمان علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب محدّث ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی دیر بعد جعفر کی تحریر ہاتھ لگی۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ مجھے کراچی جانے کا اتفاق ہوا۔ دار العلوم نعیمیہ کراچی کے بعض علماء نے مجھے بتایا کہ یہ دونوں اعتراضات لیاقت پور کے کسی باشندے کے نہیں بلکہ یہ اور ان کے علاوہ بعض دیگر اعتراضات بھی درود تاج وغیرہ اور وظائفِ صوفیہ پر جعفر شاہ پھلواری نے کئے تھے ... جو مودودیوں کے رسالے فاران میں بڑے طمطراق (شان وشوکت) کے ساتھ شائع ہوئے۔ پھر عام لوگوں تک پہنچانے کے لئے وہ ایک پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کئے، جو لیاقت پور میں کسی شخص کے ہاتھ آگیا۔ اور یہ اس کی نام نہاد صلاحیت کی مشہوری کا مُفت میں سبب بنا۔ اتفاق سے وہ پمفلٹ جو مجھ تک بھی پہنچ گیا، جس کا عنوان ہے "ادعیہ پر تحقیقی نظر"، اور مؤلف

کا نام لکھا ہے امام الصوفیہ مجتہد العصر علامہ حضرت شاہ محمد جعفر پھلواری"۔

اسی مضمون پر بعض لوگوں کے سوالات اور پھلواروی صاحب کی طرف سے ان کے جوابات بھی اس پمفلٹ میں شامل ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ پمفلٹ اب اتنے عرصے کے بعد یعنی یکم جنوری ۱۹۸۶ئہ کو مجھے ملا۔ اے کاش یہ مضمون اسی وقت میرے سامنے آجاتا تو اس "تحقیقی نظر" کا جواب فوری طور پر لکھ کر میں شائع کر دیتا۔ بہر حال، میرے اس مضمون کو پڑھ کر اہلِ علم پر واضح ہو جائے گا کہ پھلواری صاحب کی یہ تحقیقی نظر دراصل ے

برعکس نہند نام زنگی کافور۔

(یعنی کسی حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے) کے مطابق علمی غلطیوں کا پلندہ ہے۔ اگرچہ دو اعتراضوں کے مختصر جواب میں پہلے لکھ چکا ہوں، لیکن اب پورا مضمون سامنے آنے کے بعد مناسب سمجھتا ہوں کہ اُسے سامنے رکھ کر پھلواری صاحب کے سب اعتراضات کے جوابات ایک ہی جگہ تفصیل سے لکھ دوں۔

وما توفیقی الا باللہ

سیّد احمد سعید غفرلہٗ

طالبِ دُعا: خاکپائے فقراء و علماء

فقیر القادری محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی صوفی

R-31/17 گلبرگ۔ گلستانِ مصطفیٰ۔ کراچی۔ فون: 0300-2052869

تبصرۂ اویسی غفرلہٗ

غزالئ زمان قدس سرّہٗ نے جس انداز میں تحقیقی طور پر دلیلوں کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے ہیں کہ اگر جعفر پھلواری زندہ ہے اور اس نے یہ تحقیق پڑھی ہوگی، اور اگر اس کی قسمت بیدار ہوگئی ہو، تو اس نے ضرور توبہ کی ہوگی۔ اگر اس کے تالے ازل سے بند ہیں، اور توبہ نہ کی ہوگی، تو اس کا ضمیر اُسے ضرور ملامت کرتا ہوگا۔ لیکن اہلسنّت کو اس تحریر پر ناز کرنا چاہیئے کہ جس طرح امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ''الامن العلی'' لکھ کر منکرین کے اعتراض ''دافع البلاء'' کو ہمیشہ کے لئے دفنا دیا، اسی طرح غزالئ زمان قدس سرہٗ نے نہ صرف ''دافع البلاء'' کا اعتراض بلکہ درود تاج شریف پر ہر طرح کے اعتراضات کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بلکہ ایسے دفنایا کہ انشاءاللہ آئندہ ان کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ فقیر نے اُن کی مُبارک تحریر سے اس شرح میں بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

نذر الرضوی

یہ صاحب چھُپے رستم (وہابی دیوبندی) ہیں، لیکن حسبِ عادت (یعنی تقیّہ کرتے ہوئے) اپنے نام کے ساتھ الرضوی کا اضافہ فرمایا، اور ساتھ ہی، دھوکہ دینے کے لئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ کو ''شیخ المشائخ'' اور ''ولی نعمت'' کہتا ہے۔ اور ساتھ ہی اُن کے مضامین کا رد بھی کرتا ہے۔

ص۳ پر نہ صرف امام اہلسنّت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بلکہ تمام عاشقانِ باصفا کو نہایت ہی بازاری اور غیر مہذبانہ الفاظ میں یاد کرتا ہے۔ انہیں نہ صرف گمراہ بلکہ کفر و شرک کے فتویٰ سے بھی معاف نہیں کرتا، اور نام ہے نذر الرضوی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس کا نام ہے۔

"تنویر السراج لعامل درود تاج" ناشر مکتبہ رضویہ ۳۸۹/۱۱ نشتر آباد لائلپور، (فیصل آباد)۔

اصل نام محمد احمد رضا خان نذر الرضوی۔

سن اشاعت جمادی الاول ۱۳۹۵ھ

بمطابق جون ۱۹۷۵ء، پمفلٹ کے صفحات ۱۶ ہیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ اس پمفلٹ میں تقریباً وہی اعتراضات ہیں جو جعفر پھلواری کے ہیں صرف علمی رُعب جمانے کے لئے نذر الرضوی نے عربی عبارات بہت زیادہ لکھی ہیں۔ فقیر اس کا بھی حوالہ دے کر موقعہ بہ موقعہ رد کرے گا اگر یہ نذر الرضوی صاحب زندہ ہے تو فقیر کی اس شرح کو پڑھ کر اس کے رد سے پہلے فقیر کو اطلاع دیں تاکہ اگر میری غلطی ہوئی تو فقیر رجوع کرے گا۔ لیکن اس کے رد میں اکابر نے جو دلائل قائم کئے ہیں، وہ نذر الرضوی کو تسلیم کرنے پڑیں گے۔ ہاں اگر وہ صرف نام

کا نذر الرضوی ہے، اور توبہ کئے بغیر فوت ہوا ہے، تو اسے منکرین و معترضین درود تاج کے ساتھ محشر ہونا ہوگا۔ یاد رہے کہ نذر الرضوی کے اکثر اعتراضات وہی ہیں جو جعفر پھلواری کے ہیں۔

دافع البلاء نبیٔ پاک، شہِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم بہ اذن اللہ تعالیٰ بے شمار کے دافع (یعنی دفع کرنے والے) ہیں۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ رشید احمد گنگوہی نے عرصہ پہلے شرک کا فتویٰ دیا۔ اب جعفر پھلواری اشارہ کنایہ سے لیکن نذر الرضوی کھلم کھلا اپنے بڑوں کے ساتھ جا ملا۔ نذر الرضوی مذکورہ پمفلٹ میں ص۱۴ پر لکھتا ہے: اسی طرح آپ کو دافع البلاء، والوباء، والقحط، والمرض کی بجائے شافع ذی البلاء، والوباء والقحط والمرض کہنا، جس کا مفہوم ہے کہ تکلیف و مصیبت میں مبتلا اور وباء میں گرفتار، قحط زدہ اور مرض کے شکار اُمّت کی رہائی کے لئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے رب کے ہاں شفاعت فرمانے والے اور دُعاگو ہیں، احوما والنسب ہیں ص۱۴۔ اس کے بعد نذر الرضوی صاحب "نُور من نُور اللہ" کو بھی گوارہ نہیں فرمارہے۔ اس کا رد اپنے مقام پر آئے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تبصرۂ اویسی نذر الرضوی صاحب رشتہ تو وہابیت سے رکھتے ہیں، لیکن اِدھر اہلسنت میں بھی نامزدگی

کو نہیں چھوڑ رہے۔ لیکن ان چالوں سے کیا بنتا ہے۔

؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من اندازِ قدت را خوب می شناسم

(یعنی: تُو چاہے کوئی بھی لباس پہن کر مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کر۔ لیکن میں تو تمہارے قد اور رفتار سے خوب پہچان لوں گا۔)

نذر الرضوی ہوں یا پھلواری یا گنگوہی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے "دافع البلاء الامن والعلے" تصنیف فرمائی ہے، اس سے بڑھ کر کسی اور تحقیق و تفصیل کی ضرورت نہیں۔ فقیر اُن کے فیوض و برکات کے چند اقتباسات عرض کرتا ہے۔

امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرّہٗ نے چند آیات و احادیثِ مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے، جنہیں مختصر طور پر عرض کئے دیتا ہوں۔

عقیدۂ اہلسنّت

حقیقی دافع البلاء اللہ تعالیٰ ہی ہے، حضور نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح جملہ انبیاء علی نبیّنا علیہ السلام اور اولیاء کرام محض وسیلہ، واسطہ اور سبب ہونے کی حیثیت سے دافع البلاء (وغیرہ) مجازی ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس معنی پر عام اہلِ ایمان، بلکہ ہر انسان کو دافع

فرمایا:

آیت ۱:۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(پ ۲ ۲۵۱)

ترجمہ:۔ اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے، تو زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل فرمانے والا ہے"۔

آیت میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دافع الفساد یعنی برائی کو دفع کرنے والا خود کو بتایا لیکن اس کا سبب بندوں کو بنایا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ بلا ہو کہ وباء، قرض ہو یا مرض ان کا دافع یعنی دفع کرنے والا اللہ تعالیٰ خود ہے، لیکن اسباب اس کی مخلوق ہے۔

آیت ۲:۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (پ ۱۷ سورہ حج ع ۱۳ آیت ۴۰)

ترجمہ:۔ "اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھائی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے"۔

فائدہ آیت میں واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ذریعہ اور ان کے وسیلے سے دوسروں کی بلائیں دور فرماتا ہے، حالانکہ اُسے نہ کسی وسیلہ کی ضرورت ہے اور نہ سبب کی، لیکن بندوں کی تعلیم کے لئے ایسا کیا۔

فائدہ :۔ روح البیان، آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ اگر نیکوکار مومنوں کے ذریعہ فاجروں (برائی پھیلانے والوں) کو دفع نہ کیا جائے تو زمین ہلاک ہو جاتی ہے اور وہ خود بھی برباد ہو جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ مومن کے ذریعہ کفّار کو دُور فرماتا ہے، اور نیکوں کے ذریعہ فاجروں کو دفع کرتا ہے۔

حدیث شریف :۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، بیشک اللہ نیک مسلم کے صدقے اس کے چالیس پڑوسیوں کے گھروں سے بلاؤں اور مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَوْ دَفْعُ اللهِ (آخر تک)۔ دوسرے اس میں وارننگ بھی ہے کہ بادشاہی بھی ایک بہت بہتر امر ہے کہ اگر وہ بادشاہی نہ ہو تو عالم دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بادشاہی اور دین دونوں جڑواں ہیں۔ اس میں ایک کے مٹنے سے دوسرے کا مٹ جانا لازمی امر ہے، کیوں کہ دین ایک بنیاد ہے اور بادشاہی

اس کی نگہبان۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ عمارت مٹ کر رہ جاتی ہے اور جس عمارت کا نگہبان کوئی نہ ہو تو وہ تعمیر ضائع ہو جاتی ہے۔ لوگوں کے حالات دیکھئے کہ وہ اپنے نبیٔ علیہ السلام کے نافرمان رہتے ہیں۔ اگر ان کے پاس ظاہری حکومت نہ ہوتی تو برباد ہو جاتے۔ ہاں دونوں کے لئے مجاہدات کی ضرورت ہے۔ تاکہ عوام کی رہبری زبان اور تلوار سے کی جائے۔ اس لئے ان کی ہدایت کے لئے انبیاء تشریف لائے، اور ان کے بعد خلفاء آتے رہے۔ ان کی مقررہ زندگی تک جہاد اور زبان کے ذریعہ عوام کی رہبری ہوتی رہی۔ اُن کے وصال کے بعد خلفاء، دین کی زبان و جہاد کے ذریعہ تبلیغ ہوتی رہی۔ یہی ہے بعض کو بعض سے دفع کرنے کا مفہوم۔

فائدہ:۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوگوں کو بعض سے بعض کو دفع کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ ظاہراً ۲۔ باطناً

ظاہر کی چار قسمیں ہیں (۱) انبیاء (۲) بادشاہ (۳) وہ حکماء جو آیتِ کریمہ میں مذکور ہیں (وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔) (۴) واعظین۔

انبیاء علیہم السلام کا غلبہ خواص انسانوں پر ہوتا ہے۔ اُن کے ظاہر پر بھی اور باطن پر بھی۔ بادشاہوں کا غلبہ تمام لوگوں پر صرف اُن کے ظاہر پر ہوتا ہے، باطن پر نہیں۔ جیسا کہ بادشاہوں میں مقولہ

مشہور ہے کہ نحن ملوك ابد انهم لاملوك اديانهم یعنی ہم ان کے جسموں کے بادشاہ ہیں، نہ کہ ان کے دین کے۔ اور حکماء کی شاہی خواص پر ہوتی ہے، نہ کہ عوام پر۔ اور واعظین کی حکومت عوام کے باطنوں پر ہوتی ہے، نہ کہ ان کے ظاہروں پر۔ اور باطنی طور پر یُوں ہے کہ سلطان العقل بہت خرابیوں سے بچالیتا ہے۔ اور حقیقت میں سلطان الظاہر کے لازم ہونے کا سبب یہی ہے۔

(فیوض الرحمٰن ص۱۷ مذکورہ آیت کے تحت۔م)

بلا کیا ہے

سب سے پہلے یہ تو متعین کرلیں کہ بلا، کس کا نام ہے۔ اور وہ کون سی بلا ہے، جس کے لئے حضور نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم دافع نہیں، بلکہ آپ کی ذاتِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو بہت بلند ہے، آپ کے غلاموں یعنی صحابۂ کرام اور اولیاءِ عظام رضی اللہ عنہم نے بھی دنیا والوں سے لاکھوں، بلکہ بیشمار بلاؤں کو دفع فرمایا۔ بلکہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مُبارک دافع بلا کے لئے کافی ہے۔

۱۔ کفر سے بڑھ کر اور کون سی بلا ہوگی۔ اُسے کس نے ٹالا، لیکن یہ وہی تسلیم کرے گا، جس کے اندر ایمان کی گرمی ہے، ورنہ احسان فراموش تو احسان فراموش ہی ہے۔ اس لئے امام احمد رضا محدث دہلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا:

؎ اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کنتم علیٰ شفا خضرۃٍ من النار فانقذکم منہاہ (پ۴ سورہ آل عمران ع ۱۰۳)

ترجمہ:۔ "تم ایک غارِ دوزخ کے کنارے پر تھے، تو اس نے تمہیں اس سے بچایا"۔

فائدہ:۔ اس سے بچانے کا وسیلہ اور سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ کریمہ ہے۔

۲۔ ہر اُمّت دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا ہو جاتی، لیکن حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو قیامت تک عذاب کے نازل ہونے کے عذاب سے بچالیا۔ گویا آپ نے دنیاوی عذاب کو دفع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"وما کان اللہ لیعذ بھم وانت فیھم" (پ۹ الانفال)
آپ کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو عذاب نہیں دے گا۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ اہلِ ایمان کی استغفار کو دافع عذاب (بلا) کہا گیا ہے جو در حقیقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ آپ نے ہی تو استغفار کا درس دیا۔

شفاعتِ کُبریٰ و صُغریٰ

دنیا میں کوئی دافع البلاء کو نہیں مانتا تو نہ مانے، لیکن ہم تو مشورہ دیتے ہیں۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا!

قیامت کا منظر سامنے رکھیں کہ وہ ہزاروں بلاؤں کا مجموعہ، بڑی بلا سامنے ہوگی۔ اس کا تفصیلی حال فقیر نے (اپنی تصنیف) "شرح حدائق بخشش" میں عرض کر دیا ہے۔ پھر اُس وقت اس بڑی بلا کا دافع کون ہوگا سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت تو ہر کافر اور ہر مومن درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھکاری ہوگا بلکہ انبیاء علیہم السلام تک ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تکتے ہوں گے، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، جسے حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا!
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

لطیفہ

حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دافع البلاء کی صفت سے انکار درپردہ شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار ہے، جیسا کہ وہابیہ دیوبندیہ کا طریقہ ہے

کہ کھُل کر تو انکار نہیں کرتے، لیکن اشاروں کنایوں سے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے عادی ہیں۔

شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء سے ایک شخص نے درود تاج کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: دیکھو، ہم چائے پی رہے ہیں، ہم نے پیالی بھر کر تم کو دی، ہم نے تمہارا کام کیا، اس طرح ہم تمہارے خادم ہو گئے۔ اگر" و جبرائیل خادمہ" لکھا ہے اور حضرت جبرائیل کا اس طرح پر خادم ہونا مراد لیا ہے تو بُرائی نہیں، کیوں کہ وہ وحی لے کر آپ کے پاس آتے تھے۔ اور اگر خادم سے مُراد نوکر چاکر سمجھتے ہو تو بہت بُری بات ہے اور سخت بے ادبی ہے۔ اس میں توہین ہے۔ ملائکہ پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اُن کی توہین کُفر ہے۔ اور" دافع البلاء والوباء والقحط والالم" سے اگر تم نے یہ سمجھا ہے کہ آپ کی ولادتِ باسعادت (پیدائش مبارک) کی وجہ سے قحط اور ہماری دوسری تکلیفوں کو اللہ تعالیٰ نے دُور کر دیا، تو یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ اور اگر تم کہتے ہو کہ ان تکلیفوں کو آپ نے دُور کیا، تو یہ صحیح نہیں ہے، آپ کی برکت اور دعا نے ایسا کیا ہے۔[1]

---

[1] بزمِ خیر از زید صفحہ ۹۵-۹۶)

فائدہ یہی ہم کہتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پہ دافع البلاء کوئی بھی نہیں، آپ کو وسیلہ، سبب اور واسطہ کے طور پر مانتے ہیں۔

دافع الوباء جس کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دافع البلاء ہونا سمجھ آجائے، اس کے لئے دافع الوباء مان لینا آسان ہے۔ اس لئے کہ لفظ بلا جامع ہے ہر مصیبت کے لئے۔ اگرچہ اس میں وباء قحط وغیرہ داخل ہیں۔ لیکن ان کی خصوصیات کی وجہ سے اُن کا نام سُن کر ہی جان لبوں پر آجاتی ہے۔ عموم (عام) کے بعد خصوص (خاص) ہے۔

وباء ایک ایسا مرض ہے کہ جس کے علاج سے طبیب، حکیم اور ڈاکٹر صاحبان عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن حضور نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اشاروں سے اُسے جہان سے بھگایا تو ایسا بھگایا کہ پھر اُس کے لئے قیامت تک واپسی کے دروازے ہی بند ہو گئے۔ چند دلیلیں ملاحظہ ہوں:۔

یثرب سے مدینہ طیبہ بنا مدینہ "دارالھجرۃ" (ہجرت کرنے والوں کی جگہ) بننے سے پہلے یثرب کہلاتا تھا۔ یثرب کا ماخذ (Source) ثرب ہے یا تثریب۔ ثرب کے معنی ہیں فساد۔ وہاں کی ہر چیز فاسد (بگڑی ہوئی)

خراب کرنے والی تھی۔ جو وہاں آتا، زہریلے بخار اور شدید امراض میں مبتلا ہو جاتا تھا[1]۔ اگر اتفاق سے کوئی وہاں پہنچ جاتا، تو لوگ اُسے ملامت کرتے کہ تُو یہاں بیماریوں اور زہریلے بخاروں میں مبتلا ہونے آیا ہے۔ صحابۂ کرام جب وہاں ہجرت کر کے پہنچے تو انہیں شدید ترین بخار لاحق ہوا۔ وہ بیماری کی حالت میں مکہ کو یاد کر کے روتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم وہاں تشریف لائے اور حضور نے صحابۂ کرام کا یہ حال دیکھا تو حضور نے دُعا فرمائی، اور حضور کے مُبارک قدموں کی برکت سے مدینہ کی بیماریاں نہ صرف دُور ہوئیں بلکہ مدینہ پاک کی پاک مٹی بھی دردوں کی دوا اور ہر مرض کی شفا بن گئی۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

غبار المدینۃ شفاء من الجزام۔

"مدینہ کا غبار جزام کے لئے شفا ہے۔" (الوفا، لابن الجوزی صـ۲۵۳ جلد ۱، وفاء الوفاء صـ۶۷ جلد ۱)۔

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مدینہ کی مٹی جزام کے لئے شفاء ہو گئی۔

---

[1] اس کی اس وقت جان چھوٹتی جب وہ گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں نہ کرتا۔ تفصیل دیکھئے "وفاء الوفاء للسمہودی" اور فقیر کی کتاب "تاریخ مدینہ"

وباء کا فرار

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال دونوں کو سخت بخار ہو گیا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ میں نے حضور کو (اس بارے میں) بتایا تو حضور نے دعا فرمائی:

"اللھم حبب الینا المدینة کحبنا مکة او اشد

حبا وصححھا وبارك لنا فی صاعھا ومدھا و

انقل حماھا فاجعلھا بالجحفة"

"یا اللہ! مکہ کی طرح مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے، بلکہ مکہ سے زیادہ۔ اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لئے درست فرما دے۔ اور اس کے صاع اور مُد یعنی غلّہ اور پھلوں میں ہمارے لئے برکت فرما۔ اور مدینہ کی بیماریاں (یہودی بستی) جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵۹)۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک سیاہ فام اُجڑے بالوں والی عورت کو خواب میں دیکھا جو مدینہ سے نکل کر جُحفہ میں پہنچ گئی۔ فاولت ان وباء المدینة نقل الیھا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مدینہ کی وبا جُحفہ کی طرف چلی گئی۔ (بخاری

ص ۱۰۴۲ جلد ۱)۔

بارگاہِ رسُول صلے اللہ علیہ وسلّم میں وباء کی حاضری

امام احمد وغیرہ نے بہر حال صحیح روایات کی کہ وبائے مدینہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا: کون ہے ؟ تو عرض کی: اُمّ ملدم ہوں۔ آپ نے فرمایا: قباء میں چلی جاؤ، سنا گیا کہ قباء والے سخت بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اہلِ قباء حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بُخار کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم) چاہو تو دُعا مانگوں، تمہیں بخار چھوڑ جائے، اور چاہو تو تمہارے گناہوں کا کفّارہ ہو۔

حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما و دیگر صحابہ کی بیماری کا حال دیکھ کر حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وباء کو یہاں سے نکل جانے کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ وادیٔ خم میں چلی جا۔ وادیٔ خم جحفہ کے نزدیک ہے۔ اسے مہیمہ بھی کہتے ہیں۔ چونکہ یہ وادی اہلِ شرک کی تھی، اسی لئے وباء کو وہاں بھیجا گیا۔ چنانچہ اس دن سے اس وادی کے تمام علاقہ میں وباء زیادہ ہو گئی۔

فائدہ:۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ چشمۂ خم سے پانی نہ پیا

جائے، کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جس نے وہاں سے پانی پیا وہ بیمار ہو گیا۔ اور ہشام بن عروہ نے کہا جحفہ میں جو بچّہ پیدا ہوتا ہے وہ بالغ ہونے کے بعد بیمار ہو جاتا۔

وباء کا حال جس وباء کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک سے نکالا، اُس کا اتنا بُرا حال تھا کہ یثرب کی وادیوں میں بدبودار تیل کی طرح پانی بہتا تھا۔ یہاں کی وادی اس بدبو کی وجہ سے مشہور تھی۔ اس کی شہرت کی وجہ یہ تھی کہ باہر سے جو بھی آتا تو بیمار ہو جاتا۔ وہ جب تک گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں نہ کرتا، اُسے وباء نہ چھوڑتی، یا پھر وہ مرجاتا۔

حکایت:۔ ایک دفعہ عروہ شاعر یثرب میں آیا۔ اس نے گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے سے انکار کیا اور کہا:

؎ لعمری لئن عشرت من خشیتہ الروی
نہاق الحمیر اننی الجزوع

یعنی : قسم ہے مجھے، اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا بہتر ہے
گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے سے۔

انتباہ:۔ حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف وباء کو جڑ سے اکھاڑ دیا بلکہ مدینہ کی مٹی کو شفاء الارض (دنیا کے لئے شفاء) بنا دیا۔ (اگلے مضامین میں تفصیل آئے گی۔

وباء کے فرار کا منظر

علامہ سمہودی رحمتہ اللہ علیہ "خلاصۃ الوفاء" میں لکھتے ہیں کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک سیاہ اُجڑے بالوں والی عورت کو دیکھا کہ وہ مدینہ سے نکل کر مہیعہ میں چلی گئی ہے۔ اس سے میں نے یہی تعبیر کی کہ وہ وباء تھی۔

دعائے دافع البلاء

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی:

اللّٰھُمَّ حبب الینا المدینۃ والقل وبائِہا الی مہیمہ وما بقی منہ فاجعلہ تحت ذنب مشعط۔

اے اللہ! ہمیں مدینہ محبوب بنا دے اور اس کی وباء مہیمہ کی طرف منتقل فرما اور اس کا بقایا مشعط کے آخری حصہ کے نیچے کر دے۔

فائدہ

مشعط "بروزن مرفن بنو ہدیلیہ" کے ٹیلوں میں سے ہے۔ اور وہ مسجد بنو ہدیل (بقیع کے قریب) مغربی جانب واقع ہے۔ (اب نہ وہ مسجد، نہ وہ بنو ہدیل، تمام نقشے بدل گئے۔)

ازالۂ وہم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آج جو مدینہ میں بخارات ہیں وہ اس وباء کے اثرات کا بقایا ہے۔ (لیکن نقصان دِہ نہیں)۔

حکایت:۔ ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں صبح کے وقت ایک شخص حاضر ہوا جو مکہ معظمہ سے آیا ہوا تھا آپ نے اس سے پوچھا، تُو نے راستہ میں کسی کو دیکھا۔ عرض کی ایک ننگی اُجڑے بالوں والی عورت کو دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: وہ وبا تھی جو آج کے بعد یہاں نہیں آئے گی۔ یہ تفصیل فقیر نے علامہ سمہودی کی کتاب "خلاصۃ الوفا" سے لی ہے۔ فقیر کی کتاب "محبوبِ مدینہ" صـ۱۴۶ تا صـ۱۵۱ میں اس سے بڑھ کر تفصیل پڑھیئے۔

درسِ عبرت

اگر اس کا نام دافع البلاء والوباء نہیں تو پھر ان روایات وکیفیات کا کیا نام ہے۔

دافع القحط

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ صفتِ کریمہ اتنی مشہور ہے کہ اہلِ علم میں کوئی بھی اس سے ناواقف نہیں۔ فقیر چند نمونے عرض کر دیتا ہے۔

استقرارِ حمل

قولِ اصح کے مطابق جس رات نطفہ کی صورت میں نُورِ مصطفوی کا نزول رحمِ آمنہ رضی اللہ عنہا میں ہوا، وہ ایامِ حج کے دوران جمعہ کی رات ہوا تھا۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شبِ جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس رات سارے جہان اور تمام مسلمانوں پر ہر قسم کی خیر و برکت اور سعادت

وکرامت جس قدر نازل ہوئی، اتنی قیامت تک کسی رات میں نہ ہوگی۔ بلکہ ابد تک کبھی نازل نہ ہوگی۔ اس لحاظ سے اگر میلاد شریف کی رات کو شبِ قدر سے افضل جانیں تو یقیناً یہ رات اس کی مستحق ہے جیسا کہ علمائے اعلام رحمہم اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ شبِ میلاد میں جب عالم ملکوت میں اس کا اعلان کیا گیا، تو سارے جہان کو انوارِ قدس سے منور کیا گیا، زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی و مسرت میں جھوم اُٹھے اور جنت کے داروغہ کو حکم ہوا کہ فردوسِ اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے، اور زمین و آسمان کے ہر طبقہ اور ہر مقام میں خوشخبری سُنا دے کہ نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج رحمِ آمنہ رضی اللہ عنہا میں قرار پکڑا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا، تمام خیرات، برکات، کرامات و سعادات اور انوار و اسرار کا سرچشمہ، جہانوں کی تخلیق کا باعث اور بنی آدم اصل، کی اس عالم میں تشریف آوری اور اس کے ظہور کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ یقیناً تمام جہاں والوں کو خوش ہونا چاہیئے۔

روایت ہے کہ اس رات کی صبح روئے زمین کے تمام بُت اوندھے پلٹ گئے۔ شیاطین کا آسمان پر چڑھنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے، اور اس رات ہر گھر روشن و منور ہوا اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جو انوارِ قدس سے جگمگا

نہ رہی ہو۔ اور کوئی جانور ایسا نہ تھا جس کو قوتِ گویائی یعنی بولنے کی طاقت نہ دی گئی ہو اور اس نے بشارت نہ دی ہو۔ مشرق کے پرندوں نے مغرب کے پرندوں کو خوش خبریاں دیں۔

قریش کا یہ حال تھا کہ وہ شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے۔ چنانچہ تمام درخت خشک ہو گئے تھے اور تمام جانور کمزور اور دُبلے ہو گئے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے بارش بھیجی۔ دُنیا بھر کو سرسبز و شاداب کیا۔ درختوں میں تری و تازگی آ گئی۔ خوشی و مسرت کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ قریش نے اُس سال کا نام "سنۃ الفتح والابہاج" رکھا۔

فائدہ:۔ اس سے بڑھ کر دفع قحط کیا ہوگی کہ عالم دُنیا میں ابھی قدم بھی نہیں رکھا کہ اتنی بہت بڑے قحط کو دُور فرما دیا۔

شبِ میلاد کا کیا کہنا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے کوائف میلاد شریف کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ اور سب کو یقین ہے کہ اس شب کی برکت سے کیا ہوا۔ نہ صرف اہلِ دُنیا پر رحمتوں اور برکتوں کی برسات ہوئی۔ زمین و آسمان، عرش سے فرش تک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے غم و الم خوشی و سرور سے تبدیل ہو گئے۔

خشک و بے آب وگیاہ زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ دھرتی

اپنے مقدر پر ناز کرنے لگی کہ مجھ پر عرش کی سیر کرنے والے تشریف لائے۔ آسمان نے حسرت بھری نگاہوں سے زمین کی طرف دیکھا اور اس کے نصیب پر رشک کرنے لگا کہ خالق و مالک کے محبوب نے وہاں نزول فرمایا۔ سوکھے درختوں کی مریل شاخیں ہری بھری ہوگئیں، اور بطحیٰ کے رہنے والے، جو اس سے پہلے خشک سالی کی وجہ سے بدحال تھے، اس سال کی برکت سے خوشحال ہو گئے۔ سرکار کی آمد سے غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ رنگ و نسل کے بُت مُنہ کے بل گر کر پاش پاش ہو گئے۔

شہنشاہِ ایران کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ ایران کا آتشکدہ بجھ گیا اور بحیرۂ طبریہ خشک ہو گیا۔ ہر عالم کی ہر مخلوق درود و سلام کے ترانے گانے لگی۔ احسنت کے نعرے اور مدحت کے ترانے بلند ہوئے۔ آسمانِ عرش پر رہنے والی مقدس ہستیوں کی زبان پر نغمۂ تقدیس جاری ہو گیا کہ آج کون و مکان کے والی تشریف لائے ہیں۔

حلیمہ کے بھاگ کھلے

دفع القحط (یعنی قحط کے خاتمہ) کے تفصیلی واقعات حضرت (دائی)

حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دورِ رضاعت (دُودھ پلانے کے دور) میں پڑھیئے۔ یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عبدالمطلب کے ساتھ

گئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت آرام کی نیند سو رہے تھے۔ ان کا جمالِ پاک دیکھتے ہی میرے پستان سے دُودھ بے اختیار جاری ہوا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا گیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھ کے تبسّم فرمایا۔ اس تبسم میں جو تازگی دیکھی وہ دل نشین تازگی کسی صاحبِ جمال میں نہ دیکھی۔ حضرت آمنہ نے وہ موتی میری گود میں دیا۔ میں اس سراپا خیر و برکت کو آغوش میں لے کر قافلہ کے اڈے میں آئی، اور صبح کو قافلہ کے ساتھ وطن کی طرف روانہ ہوئی۔

نُکتہ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا تبسم فرمانا، حلیمہ رضی اللہ عنہا کو خبردار کرنا تھا کہ حلیمہ یہ خیال نہ کرنا کہ میں حضور علیہ السلام کو پالوں گی، بلکہ یہ تصور کرنا کہ آپ کے صدقہ سے میرا سارا کنبہ آپ کی آغوشِ رحمت میں آکر پلے گا۔

انتباہ: (Caution) اس سے سمجھ لیجئے کہ انبیاء علیہم السلام پیدائشی عالم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ

؎ یہ اُمّی لقب ہیں کہ پڑھائے نہیں جاتے

بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان

فرماتی ہیں کہ وطن واپسی کے وقت راستے میں جو عجائبات، معجزات اور عجیب و غریب واقعات دیکھنے میں آئے، ان کا بیان انسانی اندازہ اور طاقت سے باہر ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ میرا گدھا چل ہی نہ

سکتا تھا۔ پھر وہ ایسا تیز رفتار ہوا کہ کوئی گدھا اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکتا۔ ایک اور عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ مکّہ سے نکلتے ہی گدھے نے نہایت ادب سے کعبہ کی طرف منہ کر کے تین بار سجدہ کیا اور کہا: "واللہ! میری شان عظیم ہوئی اور زندگی اور قوت دوبارہ حاصل ہوئی۔ اے بنی سعد کی عورتو! کیا تم جانتی ہو کہ مجھ پر کون سوار ہے اور میں کس کا مرکب (سواری) ہوں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا سوار ہیں۔ اور ہمارا جس مقام سے گزر ہوتا اس کی ہر طرف سے یہی آواز آتی کہ اے حلیمہ تو بنی سعد کی خواتین میں غنی اور بزرگ ترین ہو گئی۔ کہتی ہیں کہ راہ میں جس منزل میں اتفاق سے ٹھہرنا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اُس زمین کو فوراً سرسبز اور شاداب کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عبدالمطلب کی گود میں

کہتے ہیں کہ مکہ میں چند سال تک مسلسل سخت قحط و خشک سالی پھیلی۔ اناج اور دودھ کا نام و نشان نہ رہا۔ اور فقر و فاقہ نے، کمزوری نے انتہا کر دی۔ اہلِ قریش ہلاکت کے قریب پہنچے۔ عبدالمطلب کی بھتیجی رقیہؓ کہتی ہیں کہ اتفاق سے میں نے آخری رات میں خواب بلکہ بیداری میں دیکھا کہ ایک ہاتف (غیب سے آواز دینے والا) کہتا ہے کہ اے قریش والو! پیغمبر آخر زمان کے ظہور کا زمانہ ہے۔ اگر تم لوگ اُس کی پیروی کرو گے، تو بارش و فراخی تم کو بہتر نصیب ہو گی۔

فی الحال دیکھو کہ جو کوئی تم میں سے گورا رنگ، بلندی مائل، کشادہ اور لمبی بھنویں اور اعلیٰ نسب و خاندان والا ہو، اس سے کہو کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کر باہر آئے۔ اور قریش کے ہر خاندان میں سے ایک شخص غسل کر کے، خوشبو لگا کر اس کے پیچھے جائے۔ اور سات بار طواف کر کے ابو قبیس پہاڑ پر جا کر اپنے فرزند کو آگے کر کے دعا مانگے اور باقی لوگ آمین کہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ بارش نصیب کر دے۔ رقیہ کہتی ہیں کہ صبح میں نے اس واقعہ کے بارے میں کسی کو اطلاع دی۔ قسم ہے حق حرم کی کہ اس نے فوراً کہا کہ یہ شخص عبد المطلب ہے۔ اور قوم میں یہ خبر مشہور ہو گئی، اور ہاتف کے بیان کے مطابق عمل کیا گیا۔ اور عبد المطلب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں لئے ہوئے باہر آئے، اور آپ کو آگے کر کے بارش کی دعا مانگی۔ واللہ! ہم لوگ وہاں حاضر تھے کہ فوراً آسمان ابر سے بھر گیا اور بارش اس شدّت سے ہوئی کہ وادی و تالاب اور جھیلیں بھر گئیں۔ عبد اللہ بن جدعان اور شباب بن المغیرہ جیسے قریش کے سرداروں نے جب یہ کیفیت مشاہدہ کی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے مانوس ہو گئے۔ اور عبد المطلب سے کہا کہ یہ عظیم نعمت آپ کو مبارک ہو۔ (تفسیر مواہب صـ۱۳۹ الرحمن پارہ ۳۰ عمّ الانشراح)۔

فائدہ:۔ یہ بھی دفع القحط کا اعلیٰ نمونہ ہے کہ ابھی اظہارِ نبوّت

بھی نہیں ہوا تھا بلکہ بچپن کے گود میں رہنے کا دور ہے۔ تب بھی ایسی بے مثال، مثال قائم فرمائی کہ نہ پہلے اس کی مثال ملی ہے نہ بعد کو۔ پھر بھی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو" دافع القحط"، نہیں مانتا، وہ اپنی قسمت پر ماتم کرے۔

بے شمار روایات

یہ موضوع اتنا طویل ہے کہ اگر ایسی روایات ومضامین تلاش کئے جائیں تو ایک موٹی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ فقیر یہاں اُن بے شمار روایات میں سے ایک روایت عرض کرتا ہے۔

صحیحین اور حدیث کی دیگر کتابوں میں کافی سندوں کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے کہ عہدِ رسالت میں مدینہ میں قحط پڑا۔ خطبۂ جمعہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے بارش کی دعا کے لئے عرض کیا گیا۔ حضور نے دُعا فرمائی اور فوراً ہی بارش شروع ہو گئی۔ اور اس کثرت سے بارش ہوئی کہ اگلے جمعہ کے موقع پر حضور سے عرض کیا گیا کہ حضور اب تو بارش کی وجہ سے لوگوں کے مکان گرنے لگے۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارش رُک جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور آسمان کی طرف اپنے دونوں مُبارک ہاتھ اُٹھا کر چاروں طرف اشارہ فرمایا اور دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَاؕ"

حضور کے اشارے کے ساتھ بادل پھٹتا گیا اور صاف آسمان گول

دائرے کی طرح نظر آنے لگا۔ مدینہ میں بارش رُک گئی، آس پاس جاری رہی۔ (بخاری جلد ا ص ۱۴۰، ۱۴۱ ص ۵۰۶) قحط دفع ہوا اور خشک سالی خوش حالی میں بدل گئی۔

آخری گزارش

فقیر نے قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاء، وباء اور قحط کے دفع ہونے کا سبب بنایا۔ دافعِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت کے کمال کے باعث عونِ الٰہی (یعنی اللہ کی مدد) کا مکمل مظہر ہیں۔

اسی اعتبار سے درود تاج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم کہا گیا۔ جس میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ کمالِ عبدیت کا وہ بلند مقام ہے کہ جس کی تفصیل کتاب وسُنّت کے مطابق ہے۔ اس کی وضاحت اسی شرح درود تاج کے آخر میں آئے گی۔ (انشاء اللہ)۔

دافع المرض صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے اذن وعطا سے بے شمار امراض کو دفع فرمایا۔ یہاں چند روایات تبرّک کے طور پر عرض کرتا ہوں:۔

سلیمان بن عمرو بن احوص ازدمی اپنی والدہ سے روایت کرتے

ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمی جمار (شیطانوں کو پتھر مارتے) دیکھا۔ رمی جمار فرما کر آپ آگے بڑھے، تو ایک عورت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی حضور! میرا بیٹا فاتر العقل ہے، اس کے لئے دُعا فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پانی لانے کے لئے فرمایا۔ وہ ایک پتھر کے برتن میں حضور کے پاس پانی لے آئی۔ حضور علیہ السلام نے اس میں اپنا چہرۂ انور دھویا، پھر اپنا لعابِ دہن (Saliva) ڈالا پھر اس میں دُعا فرمائی۔ پھر فرمایا، یہ پانی لے جا: "فاغسلیه به ومستشفی الله عزّوجل"، یعنی اس پانی سے اسے غسل دے اور اللہ سے شفا طلب کر"۔

اس حدیث کی روایت کرنے والی صحابیہ سلیمان بن عمرو بن احوص کی والدہ نے اس عورت سے کہا کہ میرے بیمار بچّے کے لئے اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی اُنگلیوں سے تھوڑا سا پانی لے کر اپنے بیمار بیٹے کے بدن پر مل دیا۔ چنانچہ وہ اعلیٰ درجہ کا تندرست ہوگیا۔ فرماتی ہیں: اس کے بعد میں نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ وہ بہتر بن صحت کے ساتھ تندرست ہوگیا۔ (مسند احمد جلد ۶ ص ۳۷۹)

فائدہ: جنون کتنا اور کیسا موذی مرض ہے، یہ ڈاکٹروں، حکیموں اور طبیبوں سے پوچھئے لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے دستِ شفاء سے بیمار کو ایسی شفا بخشی کہ زندگی بھر وہ بیماری مریض کا نام نہ لے سکی۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ

حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں زخم ہو گیا اور آنکھ کا ڈھیلہ رخسار (گال) پر لٹکنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس کو اُٹھا کر اپنے مبارک ہاتھ سے اس کی جگہ پر رکھ دیا، تو آپ کے دستِ مُبارک کی برکت سے اُن کی آنکھ اچھی ہو گئی، بلکہ پہلے سے زیادہ بہتر اور جمال والی ہو گئی۔ (حجتہ اللہ علی العالمین وخصائص وغیرہ)

فائدہ: یہ اس مرض سے شفاء ہے جس سے تمام طبیب، حکیم اور ڈاکٹر اظہارِ عجز کرتے ہیں، اس لئے کہ ان سے کالا موتیا نہیں اُتر سکتا۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ سرے سے چشم خانہ سے آنکھ کا ڈھیلہ ہی جُدا ہو گیا۔ گویا بینائی کا کنکشن ہی کٹ گیا۔ لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے نہ صرف شفاء بخشی بلکہ چشم خانہ میں ایسا نور بھر دیا کہ پہلے سے کئی گنا زیادہ روشن ہو گیا۔

حضرت ام عاصمہ، عتبہ بن فرقد صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیوی کہتی ہیں کہ ہم تین عورتیں عتبہ بن فرقد کے پاس تھیں، اور ہم میں سے ہر ایک بہتر سے بہتر خوشبو استعمال کرتی تھی تاکہ ایک دوسرے سے بہتر خوشبو آئے۔ لیکن حضرت عتبہ کوئی خوشبو استعمال نہیں

کرتے تھے، لیکن عام سادہ تیل لگاتے تھے، مگر اُن سے ہم سب سے بہتر خوشبو آتی تھی۔

ایک دن میں اُن سے پوچھنے پر مجبور ہوگئی، تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ایک مرتبہ مجھے سارے جسم پر کھجلی کی زبردست تکلیف ہوگئی، حتیٰ کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ میں گھبرایا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا ناف سے گھٹنوں تک کپڑے سے ڈھانپ لو اور باقی کپڑے اتار دو، میں نے ایسا ہی کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ہتھیلی پر دم کر کے دوسری ہتھیلی پر ملا، پھر دونوں مبارک ہتھیلیاں میری پیٹھ اور میرے پیٹ پر پھیریں، جس سے میں اُسی وقت ٹھیک ہوگیا۔ اور آپ کی مُبارک ہتھیلیوں کی خوشبو کا اثر اب تک باقی ہے، جس سے تم اس ساری فضا کو مہکتا دیکھتی ہو۔

(اسد الغابہ ص ۳۶۵ ج ۳)۔

فائدہ:۔ کھجلی موذی مرض ہے۔ اسے وہ جانتا ہے جسے اُس سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور اس کے علاج کی ہمدردی کا علم بھی اُسی کو ہے یا حکیموں، طبیبوں اور ڈاکٹروں کو۔ لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مریض کو موذی مرض سے شفاء بخشی، بلکہ اس کے جسم کو عطر یعنی خوشبو کا کنواں بنا دیا، اور ایسا کہ اس کی خوشبو کا مقابلہ دُنیا کی کوئی خوشبو

نہیں کرسکتی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "خوشبوئے رسول"۔)

دافع الالم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے جتنے امراض پیدا فرمائے، خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، لفظی ہوں یا معنوی، ان سب کی شفاء اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھی۔ اس کی تفصیل کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ فقیر نے اکثر ایک موٹی کتاب تین جلدوں میں "نبوی شفاخانہ" کے نام سے جمع کر دیئے ہیں۔ درد بھی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، لیکن چونکہ یہ جس رنگ میں شدت رکھتا ہے، اسی لئے اسے امراض کے ذکر کے بعد خاص طور ذکر فرمایا۔ گویا اس کا تعلق اس کیٹگری سے ہے، جن کا عام کے بعد خاص طور ذکر آتا ہے۔

تلوار کی ضرب

یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں، میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔ اس نشان کے متعلق اُن سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تلوار کی اس ضرب کا نشان ہے جو مجھے خیبر میں لگی تھی۔ یہ ایسی ضرب تھی، کہ لوگ کہنے لگے بس اب سلمہ شہید ہوئے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین مرتبہ پھونکا۔ اس وقت سے اب تک مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ (بخاری صفحہ ۶۰۵ ج ۲ مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۳)۔

پنڈلی ٹوٹ گئی

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابورافع یہودی کو قتل کر کے زینے سے اُتر رہے تھے کہ اچانک گرے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ دیا سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: "ابسط رجلك فبسطت رجلي فمسحها فكانما لم اشتكها قط"۔

یعنی اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور علیہ السلام نے میری پنڈلی پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیا، تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تکلیف کبھی پہنچی ہی نہ تھی۔ (بخاری جلد ۲ ص۵۷۷) (البدایہ والنہایہ ص۱۲ ج۴ سنن بیہقی ص۲۲۲ جلد۳)۔

ہاتھ جھلس گیا

حضرت محمد بن حاطب چھوٹے سے تھے۔ اُن کی ماں انہیں حبشہ سے مدینہ لا رہی تھیں۔ جب مدینہ منورہ تک ایک دو رات کا سفر باقی رہ گیا تو انہوں نے اپنے بچے محمد بن حاطب کے لئے ہانڈی میں کوئی چیز پکائی۔ ہانڈی اُتارتے ہوئے اُن کے ہاتھ سے چھوٹی، جس سے ان کا بیٹا محمد بن حاطب جھلس کر زخمی ہو گیا، وہ اُسے لئے مدینہ منورہ پہنچی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بچے کا نام محمد بن حاطب رکھا۔ اس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، برکت

کی دُعا کی اور اپنا لعابِ دہن (Saliva) اُس کے مُنہ میں ڈالا اور اس کے زخمی ہاتھ پر بھی لعابِ دہن ملا اور یوں دُعا کی:

اذهب الباس رب الناس۔ اشف انت الشافی

لاشفاءَ الاشفاءك شفاء ولا یغادر سقماہ

"یعنی اے لوگوں کے پروردگار، اس تکلیف کو دُور کر دے۔ شفا دے، تیری ہی شفاء ہے۔ ایسی شفاء جس سے تکلیف باقی نہ رہے۔"

ان کی والدہ اپنے بیٹے سے کہتی ہیں جب وہ بڑے ہوئے:

فما قمت بك من عنده حتی برأت یدك۔ "یعنی اس سے پہلے کہ میں تجھے وہاں سے اُٹھا کر چلتی تمہارا جُھلسا ہوا زخمی ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چُکا تھا۔ (الاستیعاب والبدایہ والنبایہ، ج ۶ ص ۱۶۲)۔

مخالفین کو نا معلوم شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کس مرض سے لاحق ہوا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے کمالات کی تو بڑی شان ہے ہی، ان سے متعلق جو چیزیں ہیں، اُن کا بھی یہ ادنیٰ کمال ہے کہ اُن سے بھی بلا، وباء، قحط اور مرض دفع ہو جاتی ہیں۔ یہ بات احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

مسلم شریف میں ایک طویل حدیث وارد ہے، جس کے آخری حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عطاء حضرت اسماء کے پاس حاضر

ہوئے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جُبّہ نکالا اور فرمایا:

کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یلبسھا

فنحن نغسلھا للمرضی لیستشفی بھا۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسے پہنتے تھے اور ہم اُس جُبّے کو پانی سے دھو لیتے تھے، تاکہ اس کے ذریعے اپنے بیماروں کے لئے شفاء حاصل کریں۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔

اس کی مثالیں بھی احادیثِ مُبارکہ میں بے شمار ہیں۔ فقیر کا رسالہ "احسن البرکات فی برکات التبرکات" ملاحظہ فرمائیں۔

اِسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ مَرْفُوْعٌ مَشْفُوْعٌ مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

شرح اس جملہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ صفاتِ مُبارکہ کا ذکرِ خیر ہے۔

اِسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام لکھا ہوا ہے۔ کہاں؟ ہر جگہ۔ اسے فقیر نے اپنی تصنیف "شہد سے میٹھا نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" میں تفصیل سے لکھا ہے۔ یہاں چند نمونے عرض ہیں:

(۱) خصائص میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے عرش کو پانی پر پیدا فرمایا تو پانی بے قرار ہوا۔ جس پر میں نے لکھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ اس نام کی برکت سے پانی کو سکون ملا"

یاد رہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ملکوت، یعنی آسمانوں اور بہشتوں اور اُن کی ہر شے پر لکھا گیا ہے۔

۲۔ خصائص صغریٰ میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی عرش اور ہر آسمان اور جنتوں بلکہ عالم ملکوت کی ہر چیز میں لکھا ہوا ہے۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو فرمایا: ماکان ومایکون (گذشتہ اور آئندہ کے کلمات) کو عرش کے پردوں پر لکھے، تو سب سے پہلے لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم۔ فرماتے ہیں کہ اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) قلم نے بسم اللہ سے شروع کر کے جملہ واقعات لکھنے کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا۔

(۲) یہ جملہ امور مع کلمہ شریف لوحِ محفوظ پر بھی لکھا اور عرش معلّٰی کے سراپردوں پر بھی۔

۴۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "میں نے شجرۂ طوبیٰ اور سدرۃ منتہیٰ اور بہشت کے باغات کے جملہ پتوں پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسمِ مبارک لکھا دیکھا"

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "خصائصِ کبریٰ" میں لکھا کہ: ومن خصائصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتابۃ

اسمه الشریف مع اسم اللّٰہ تعالیٰ علی العرش"۔ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی اللّٰہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عرشِ الٰہی پر لکھا ہوا ہے۔

۵۔ بعض علماء اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی جزیرہ میں ایک بہت بڑا درخت دیکھا، جو نہایت خوشبودار تھا۔ اس کے پتوں پر سرخ موٹے قلم سے تین لائنوں پر مشتمل تحریر لکھی تھی۔ پہلی لائن پر لا الٰہ الا اللّٰہ دوسری لائن پر محمد رسول اللّٰہ تیسری لائن پر ان الدین عند اللّٰہ الاسلام اور یہ قدرت کے قلم نے خود لکھا تھا۔

۶۔ حضرت نور الدین حلبی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے لکھا کہ سنہ ۸۰۹ھ یا سنہ ۸۰۷ھ میں انگور کا ایک خوشہ (گچھا) ملا، جس پر نہایت صاف، موٹے حروف میں کالی سیاہی سے لکھا تھا "محمد"۔

۷۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں ہندوستان میں گیا، تو ایک گاؤں میں ایک درخت دیکھا جس کے سیاہ پتے تھے۔ جب وہ کھلتا تو نہایت خوشبودار ہوتا، اور اس پر سفید الفاظ نقش ہوتے، جس کی عبارت تھی: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

۸۔ حافظ سلفی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایک درخت تھا جس کے پتے سبز تھے۔ اس کے ہر پتے پر لکھا تھا: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ انہیں یہ

ناگوار گزرا۔ انہوں نے اس درخت کو کاٹا اس خیال پر کہ یہ نام جائے گا۔ لیکن وہ جیسے تھا ویسے دوبارہ اُگ آتا۔ پھر انہوں نے سیسہ (Lead) پگھلا کر اس کی جڑوں میں ڈال دیا لیکن سیسہ کے گرد چار ٹہنیاں پیدا ہو گئیں جن پر لکھا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہوئے۔ پھر اس درخت کو ہر مرض سے شفاء کا وسیلہ بناتے۔ اور اس کو متبرک (برکت والا) سمجھتے۔ اس کی ٹہنیوں کو زعفران اور خوشبو سے معطر کر دیا۔ (سیرہ حلبی صفحہ ۳۵۸ ج ۱)

خزانہ کی حفاظت محمد رسول اللہ کی برکت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے: "وکان کنز لھما" کی تفسیر یوں بتائی گئی کہ سونے کی تختی تھی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ سنگِ مرمر کی تھی۔ اس پر یہ عبارت مرقوم تھی۔

عجبا لمن ایقن بالموت یفرح عجبا لمن ایقن
باالحساب کیف یغفل عجبا لمن ایقن بالقضا
کیف یحزن عجبا لمن یری الدنیا وانقلا بھا
کیف یطمئن الیھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ترجمہ:۔ اس پر تعجب ہے جو موت کے یقین کے باوجود اِتراتا ہے اور اس پر تعجب ہے کہ حساب پر یقین کے باوجود

غفلت کے نشہ میں ہے۔ اور تعجب ہے اس پر جو اللہ پر یقین کرتا ہے، پھر بھی غمگین ہے۔ اور تعجب ہے اس پر جو دنیا اور اس کے انقلاب یعنی فنائیت کو مانتا ہے، اور اس کے باوجود اس پر مطمئن ہے۔ آخر میں ہے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے حکم ہوا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اور اپنی اُمت کو حکم سُنادو کہ جو بھی ان کے مقدس زمانے کو پائے، اُس پر فرض ہے کہ اُن پر ایمان لائے، کیوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا نہ بہشت کو۔ اور جب میں نے عرش کو پیدا فرمایا تو وہ اس وقت پانی پر تھا۔ اس سے وہ لرزتا تھا، مگر جب میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ قرار میں آگیا۔ (حاکم، خصائص کبریٰ ص۷)۔

۱۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک سے پہلے کے متعلق کوئی بات بتاؤ۔ کعب الاحبار نے کہا۔ اے امیر المومنین! میں نے پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر دیکھا جس پر چار سطریں لکھی تھیں۔ پہلی سطر پر لکھا تھا لا الہ الا انا فاعبدنی۔ دوسری سطر پر لکھا تھا انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبیٰ لمن آمین بہ واتبعہ۔ تیسری

سطر پر لکھا تھا: انا اللہ لا الہ الا انا الحرم لی والکعبۃ بیتی من دخل بیتی امن من عذالی۔ چوتھی پر واللہ اعلم۔

معجزۂ نبی و کرامتِ صدیق

تفسیر کبیر شریف میں بسم اللہ کے ماتحت ایک روایت

بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی عطا فرمائی، اور فرمایا کہ اس پر کسی نقاش سے لا الہ الا اللہ لکھوا دو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انگوٹھی نقاش کے پاس لے گئے، فرمایا اس پر لکھ دے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نقاش نے یہی لکھ دیا۔ جب انگوٹھی بارگاہِ رسالت میں پیش ہوئی، تو اس پر لکھا تھا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق"۔ ارشاد فرمایا یہ زیادتی کیسی؟ عرض کیا یا رسول اللہ، آپ کے نام کو تو میں نے بڑھایا تھا۔ میں نے چاہا کہ رب کے اور آپ کے نام میں جُدائی نہ ہو جائے۔ یعنی رب کا ذکر ہو اور آپ کا ذکر نہ ہو۔ لیکن اپنا نام میں نے نہیں بڑھایا۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ جبرائیلِ امین حاضرِ خدمت ہوئے، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، صدیق کا نام میں نے لکھا، کیوں کہ صدیق اس سے راضی نہ ہوئے کہ آپ کا نام خدا کے نام سے جُدا ہو۔ تو خدا تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوا کہ صدیق کا نام آپ سے جُدا ہو۔"

دُعائے اویسی غفرلہٗ :- خدائے پاک توفیق عطافرمائے کہ ہم اس کا ذکر اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے ساتھ کیا کریں۔

آپ کا معجزہ ظاہر ہوا، ایسے ہی آپ کے پیارے اور محبوب خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت وکرامت کا بھی اظہار ہوا۔

معجزۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحکایتِ ابوجہل

ابوجہل نے ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر آپ اس پتھر میں سے، جو میرے گھر میں لگا ہوا ہے، ایک خوبصورت مور نکال دیں، تو میں آپ پر ایمان لاؤں گا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دُعا مانگی۔ ابھی آپ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ اُس پتھر سے کراہنے کی آواز آئی۔ جیسے حاملہ عورت نکالتی ہے جب وہ بچّہ جنتی ہے۔ پھر اس پتّھر سے ایک مور نکلا جس کا سینہ سونے اور زمرد کا تھا، اُس کے دونوں بازو یاقوت اور پاؤں جواہر کے تھے۔ مگر جب ابوجہل نے آپ کا یہ معجزہ دیکھا تو جھٹ پلٹ گیا اور ایمان سے مُنہ موڑا۔

ایک دن اس مردود نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ: محمد! آسمان زیادہ قوی ہے یا زمین؟ آپ نے فرمایا، آسمان۔ پھر

وہ لعین بولا کہ آپ کا رب زیادہ قوت رکھتا ہے یا پتھر؟ فرمایا میرے رب تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے۔ کہا، تو اپنے رب سے کہیئے، کہ اس پتھر سے ایک ایسا پرندہ نکالے کہ جس کے مُنہ میں ایک کاغذ ہو اور اس میں آپ کی شہادت صاف لکھی ہوئی ہو۔ اگر ایسا ہو گا تو میں آپ کی تصدیق کروں گا۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام اُترے اور حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ پتھر کی طرف انگلی کیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پتھر پھٹا اور اس میں سے ایک خوب صورت پرندہ نکلا جس کے مُنہ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا، جس پر لکھا ہوا تھا:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اُمّۃ مذنبۃ و ربّ غفور"

یعنی: کوئی معبود نہیں پرستش کے قابل سوائے اللہ کے اور محمد خدا کے سچے رسول ہیں۔ اُمت گنہگار اور پروردگار بخشنے والا ہے۔

اس پر مردود ابوجہل نے کہا محمد! تو فرعون کے جادوگروں سے بھی بڑھ کر ہے (معاذ اللہ)۔ حضور نے فرمایا "تو فرعون کے مار ڈالے جانے سے بدتر حالت میں مارا جائے گا"

چنانچہ جب بدر کا واقعہ پیش آیا، تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بدر کا میدان فرعون کے دریا جیسا ہے، کیوں کہ فرعون اور اُس کی بدنصیب قوم پانی میں ڈوب گئی تھی۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص)

اِسْمُہٗ مرفوع

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مُبارک بلند اور عالی شان ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمایا ہے کہ:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ

محبوب! ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمایا۔ اگرچہ یہ صفت پہلے جملہ جیسی ہے، لیکن وہاں کتابت کا بیان تھا، یہاں رفعت (یعنی بلندی) کا ذکر ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے وہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کہاں کہاں ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس آیت کے مطابق حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی بھی ہر شے میں مذکور ہے۔ اس لئے کہ حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر بھی ساتھ ہوگا۔

قاعدہ

اسے ایک قاعدہ کے ذریعہ سمجھیں۔ حروفِ ابجد قمری کے لحاظ سے ہم اس پاک نام کو اس طرح لکھیں گے: م۔ ح۔ م۔ د۔ یہ ترکیب مکتوبی کہلاتی ہے۔

ترکیبِ مکتوبی کو ترکیبِ ملفوظی میں اس طرح لکھا جائے گا: میم۔ حا میم۔ دال۔ اس ترکیب کا پہلا حرف "بنیات" کہلاتے ہیں۔ ابجدِ قمری کے لحاظ سے بنیات کی قیمت جمع کی جائے تو وہ ۱۳۲ بنتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

م/۵۰ + ا/۱ + م/۵۰ + ال/۳۱ = ۱۳۲، اس حاصلِ قیمت

۱۳۲ کے عدد کو حروف میں بدلئے: ق/۱۰۰ + ل/۳۰ + ب/۲ =

لفظ "قلب" اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اسمِ گرامی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کا قلب ہے۔ اور قلب ہے تو کائنات ہے قلب نہیں تو کائنات نہیں۔ قلب منبعِ (سرچشمۂ) حیات ہے۔ جس طرح انسانی زندگی میں جسم قلب کا محتاج ہے، اسی طرح کل کائنات اپنے قلب یعنی باعثِ تخلیقِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے۔ اس کی مزید ترجمانی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ یوں فرماتے ہیں:

ؔ ہے انہی کے دمِ قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، وہ نہ ہوں عالم نہیں

بابا نانک سکھوں کے بابا نانک نے مذکورہ حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم و بیان کیا ہے:

نام لیو جس اچھر کا چو گنا کریو یار!

دو ملا کر پنج گن کریو بیسو ڈیو اڈار

حاصل کر نو گن کر کے دو ڈیو ملا

اس بدھی سے نانکا محمّد نام لیو بنا

یعنی کائنات کی کسی بھی شے کے ابجد عدد نکال کر چار گنا کر کے اس میں دو جمع کر دیں، اور پانچ گنا کر کے بیس سے تقسیم کریں۔ باقی جو بچے اس سے نو گنا کر کے دو جمع کریں۔ اس طرح حاصل ۹۲ آئے گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد ہیں۔ مثلاً لاہور ہے $\frac{\text{ل}}{30} + \frac{\text{ا}}{1} + \frac{\text{ہ}}{5} + \frac{\text{و}}{6} + \frac{\text{ر}}{200}$ = ۲۴۲ چار گنا کیا یعنی ۲۴۲×۴=۹۶۸ دو جمع کئے = ۹۷۰ پانچ گنا کیا = ۹۷۰× = ۴۸۵۰۔ بیس سے تقسیم کیا تو باقی بچے ۱۰، نو گنا کیا ۹×۱۰ = ۹۰، دو ملائے ۹۰ + ۲ = ۹۲ محمد کے عدد ۹۲ ہیں۔ اس کی مزید تشریحات و عجائبات فقیر کی تصنیف "شہد سے میٹھا محمد نام" میں دیکھئے۔

اِسْمُہٗ مُشْفُوْعٌ اس جملہ میں مخالفین نے اپنے دل کی خوب بھڑاس نکالی ہے۔ ان کے سرغنہ جعفر پھلواری وہ فاران اور ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور اور پھر اپنے پمفلٹ میں لکھتا ہے:

عربی میں مَشْفُوعٌ اُسے کہتے ہیں جو مجنون ہو۔ یا اُسے نظرِ بد لگی ہو۔ یا وہ جو طاق (Odd) سے جفت (Even) کیا گیا ہو۔ اور یہ سارے معنی یہاں بے محل ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ مشفوعٌ لَہٗ ہو لیکن یہ معنی لینا بھی صحیح نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شافع ہیں، شَفِیعٌ ہیں اور مُشَفَّعٌ ہیں یعنی شفاعت کرنے والے، مقبول الشفاعۃ ہیں (وہ جن کی شفاعت قبول ہوتی ہے) مشفوع الیہ نہیں، نعوذ باللہ کیا کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کر سکتا ہے؟

ردِ جعفر

اس جعفر شاہ کا رد غزالیٔ زمان، محدث ملتان حضرت سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یہ انہی کا حق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر کیا رد ہو سکتا ہے۔ فقیر ان کی تقریرِ دل پذیر لکھ کر پھر اپنی طرف سے کچھ عرض کرے گا۔

تقریرِ دل پذیر غزالیٔ زمان قدس سرہٗ

پھلواری صاحب کا یہ اعتراض پڑھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

؎ ناطقہ سر بہ گریباں ہے، اسے کیا کہیئے

انہوں نے لفظ مشفوعٌ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کے معنی سمجھ لئے حالانکہ درود تاج میں ذاتِ مقدس کے لئے نہیں بلکہ یہ لفظ مشفوعٌ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ذاتِ مقدسہ یقیناً مشفوعٌ لہٗ نہیں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظرِ بد لگے ہوئے ہیں نہ

ذاتِ مقدسہ کے حق میں مجنون کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ معنیٰ کا یہاں تصور ہی نہیں، تو پھر ان کے ذکر کی یہاں کیا ضرورت پیش آئی۔ صاحبِ درود تاج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کو نہیں بلکہ نام مبارک کو مشفوع کہا جو اَلشُّفع سے نکلا ہے۔ اَلشَّفْع کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف سے اُس کی مثل کو ملانا، اور طاق کو جُفت کرنا۔ قرآن پاک کی سُورۃ والفجر میں ہے: وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (پ ۳۰) "قسم ہے جُفت کی اور قسم ہے طاق کی"۔

المنجد میں شَفَعَ شَفْعًا کے تحت لکھا ہے الشّیٔ صیره شفعا ای زوجا بان یضیف الیه مثله (انتہی۔ (المنجد ص ۳۹۵ طبع بیروت) یعنی شَفَعَ الشَّیٔ کے معنی ہیں اُس نے شے کو شفع یعنی جُفت کر دیا۔ اس طرح کہ ایک شے کی طرف اس کی مثل کو ملا دیا۔

اسی طرح "اقرب الموارد" میں ہے: شفع ... شفعًا صیرهٗ شفعا ای زوجا ای اضاف الی الواحد ثانیًا.... یقال کان وترًا فشفعهٗ باخریٰ ترنه به۔ انتہیٰ (اقرب الموارد جلد ا ص ۵۹۹) یعنی شفع شفعًا کے معنی ہیں، اس نے کسی چیز کو شفع کر دیا، یعنی اسے جفت بنا دیا۔ یعنی ایک کی طرف دوسرے کو ملا دیا۔ اہلِ عرب کا مقولہ ہے کہ وہ طاق تھا اس نے دوسرے کے ساتھ ملا کر اُسے جُفت کر دیا۔ یعنی ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔

نیز "تاج العروس" میں ہے: اَلشفع خلاف الوتر وھو الزوج

تقول کان وترا فشفعته شفعا وشفع الوتر من العدد شفعا صیّرہ زوجا۔

یعنی شفع وتر کے خلاف ہے اور شفع جفت کو کہتے ہیں۔ اہلِ عرب کا قول ہے کہ وہ طاق تھا، میں نے اسے جفت کر دیا، اور اس نے طاق عدد کو جفت بنا دیا۔ (تاج العروس جلد ۵ ص ۳۹۹)

درود تاج میں لفظ مشفوعٌ الشفع سے نکلا ہے اور الشفع متعدی (Transitive Verb) ہے اور اس کا اسم مفعول مشفوع ہے، جو مقرون (Near, Connected) (Near) (Connected) اور جفت کے معنی میں ہے۔ اور اسمہٗ مشفوعٌ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ میں، اذان میں، تکبیر میں اپنے اسم مبارک کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ملایا۔ یہ مقرون کے معنے ہیں۔ اسے وتر یعنی طاق نہیں رکھا گیا، بلکہ اسے جفت بنا دیا۔ مؤذن اور مکبّر اذان و تکبیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایک بار نہیں بلکہ دو بار پکارتے ہیں۔ اور یہی طاق کو جُفت بناتا ہے۔

اسمِ الٰہی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا متصل ہونا اور اذان و تکبیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ پاک کا دو بار پُکارنا اِسمہٗ مشفوعٌ کے معنی ہیں۔ اور یہ بالکل واضح موزوں اور مناسب ہیں۔ انہیں نامناسب اور بے محل قرار دینا کم عقلی اور نادانی ہے۔

واضح رہے کہ امام قسطلانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ناموں کے ضمن میں تحریر فرمایا: "اَلْمُشَفَّعُ اَلْمُشَفُوْع"۔ (مواہب الدنیہ جلد ۱ ص ۱۸۴ طبع بیروت)۔

یعنی مشفع اور مشفوع دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام ہیں، جس کے بعد صاحب درود تاج کی عبارت قطعاً بے غبار ہوگئی۔ اور پھلواری کی لاعلمی بے نقاب ہو کر سامنے آگئی ہے۔

پھلواری صاحب کی ایک علمی خیانت

پھلواری یہ تو کہہ گئے کہ مشفوع کے معنی مجنون بھی ہیں جیسا کہ المنجد میں ہے، مگر اس حقیقت کو چھپا گئے کہ اس معنی کا ماخذ الشفع نہیں۔ علماء لغت میں سے کسی نے آج تک الشفع کے تحت مشفوع کے معنی مجنون نہیں لکھے۔ بلکہ اَلشُّفْعَۃُ، کے مادہ پر کلام کرتے ہوئے اہلِ لغت نے لکھا ہے کہ اس لفظ الشُّفعۃ کے شرعی معنی کے علاوہ ایک معنی "جنون" بھی ہیں۔ دیکھئے اقرب الموارد میں لکھا ہے الشفعۃ ایضاً الجُنُوْنُ یعنی لفظ شفعۃ کے معنی جنون بھی ہیں (جلد ۱ ص ۵۹۹)۔

اور المنجد میں ہے الشفعۃ جمعھا شفع الجنون یعنی لفظ شفعۃ کی جمع شُفَعٌ ہے اور اس کے معنی جنون بھی ہیں۔

لسان العرب میں اَلشُّفْعَۃُ کے تحت لکھا ہے ویقال للمجنون

مُشفُوعٌ ومسفوعٌ (بالسین المهملة)۔ (لسان العرب جلد ۸ صـ ۱۸۴)۔

قاموس میں الشفعة کے تحت لکھا ہے الشفعه ایضاً الجنون اور اسی کے تحت تحریر فرمایا المشفوع المجنون۔ (قاموس جلد ۳ صـ ۴۶)

ان عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ لفظ "مشفوعٌ" بہ معنی مجنون کا ماخذ شفع نہیں، بلکہ وہ لفظ الشفعة ہے، جو جنون کے معنی میں آتا ہے۔

درود تاج کے لفظ مشفوعٌ کو اس سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ جو لوگ اسے مجنون کے معنی میں لیتے ہیں، وہ خود جنون میں مبتلا ہیں۔ ایسے لوگوں نے اَلشَّفع اور اَلشُّفعَةُ کے فرق کو بھی نہیں سمجھا۔ پھر درود تاج کے سیاق (Context) میں اس امر کو بھی نظر انداز کر دیا کہ اس کا شوقِ کلام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدح و ثناء پر مشتمل ہے جس سے مجنون کے معنیٰ کا تصور مجنون کے سوا کوئی عقل والا نہیں کر سکتا۔

لفظ مشفوع کلامِ علماء میں

صرف یہ نہیں بلکہ پھلواری صاحب کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ مشفوع کا لفظ مجنون کے سوا اور کسی معنے میں کسی نے استعمال نہیں کیا، حالانکہ اُن کا یہ قول خود پھلواری صاحب کے قول کے انکار کے برابر ہے، کیوں کہ وہ تسلیم فرما چکے ہیں کہ طاق سے جفت کیا ہوا بھی مشفوع کے معنے ہیں۔

تاہم مزید وضاحت کے لئے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ لفظ مشفوع'

مقرون کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ دیکھئے آیتِ کریمہ سنعذّبھم مرّتین کے تحت "روح المعانی" میں گیارہویں پارے کے ص۱۱ پر تحریر شدہ ہے۔

ولعلّ تکریر عذابھم لمافیھم من الکفر المشفوع بالنّفاقِ۔ یعنی منافقین کے عذاب کے مکرر (مسلسل) ہونے کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کا کفر اُن کے نفاق (منافقت) کے ساتھ مقرون (جُڑا ہوا) نزدیک کیا گیا ہے۔

یہاں مشفوع، مقرون کے معنیٰ میں ہے۔ اسے مجنون کے معنیٰ میں وہی سمجھے گا جو خود مجنون ہو گا۔ یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کہہ دے کہ "حقِ شفعہ" (Right of Pre-Emption) جنون کے سوا کچھ نہیں، اور جب اس سے پوچھا جائے، تو لغت کی کتاب کا حوالہ دے کہ اس میں شفعہ کے معنے جنون لکھے ہیں۔ کیا کسی عقل والے کے نزدیک یہ بات قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔

ناظرین نے دیکھ لیا کہ پھلواری صاحب دروغ بافی کے جملے کے ایک جُز (حصہ) کو بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

علامہ حافظ محمد احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ

یہ سیدنا محدثِ اعظم علامہ محمد سردار احمد صاحب لائلپوری (فیصل آباد) قدس سرہ کے خلیفہ اور ہدایت یافتہ شاگردوں

میں سے تھے۔ یہ فقیر (میرے) ہم درس (ہم کلاس) بہت بڑے محقق اور بہترین استاد تھے۔ انہوں نے جعفر پھلواری کے اعتراضات کے بروقت اور نقد جوابات لکھے۔ اگرچہ وہ مختصر لکھنے کے عادی تھے، لیکن ایسے محققانہ (تحقیق پر مبنی) جوابات لکھے کہ جعفر پھلواری اس وقت زندہ موجود تھا اُسے نہ جواب الجواب کی ہمت ہوئی اور نہ اس کے حواریوں کو اور حضرت غزالیٔ زمان قدس سرہٗ نے بڑے عرصہ کے بعد اس کا رد لکھا۔ اس وقت وہ نہ جانے زندہ تھا یا مر گیا تھا، لیکن الحمد للہ ایسے جوابات لکھے کہ نہ صرف رواں صدی میں دیوبندیوں، وہابیوں اور جعفر کے حواریوں، مودودیوں، کو اس کے جواب الجواب کی ہمت ہوئی، اور نہ رہتی دنیا تک انشاء اللہ تعالیٰ اس کا کوئی جواب لکھ سکتا ہے۔

تقریرِ دلپذیر علامہ حافظ محمد احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ

لفظ مشفوع اسم مفعول ہے۔ (Passive Articiple) ہے۔ شفع سے نکلا ہے۔ جس کے معنی بقول امام راغب، "ضم الشئ الی مثلہ" کے ہیں، یعنی ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز سے ملانا۔ (مفردات ص ۲۶۴)۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف کو اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ جگہ جگہ خصوصاً کلمہ طیبہ، کلمۂ شہادت میں مضموم و مقرون یعنی ایک ساتھ کر دیا گیا ہے، اس لئے درود تاج شریف میں آپ کے اسم پاک کے مشفوع بہ معنی

مضموم ومقرون کیا گیا۔

- سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ کُلَّمَا ذَکَرۡتَ اللہ فاذکرالی جنبه اسم محمد صلی اللہ علیه وسلم۔ یعنی تو جب بھی اللہ کے نام کا وظیفہ کرے، اس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا وظیفہ بھی کر، کیونکہ میں نے آپ کا نام عرش پر، جنت میں، آسمانوں میں جگہ جگہ لکھا ہوا اور خدا کے نام کے ساتھ مقرون (ملا ہوا) پایا۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص۱۵۲)

- خصائص کبریٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ مضطرب (بے قرار) تھا۔ فکتبت علیه لااله الاالله محمد رسول الله فسکن۔ (یعنی) تو میں نے اس پر اپنی الوہیت کے ذکر کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کے ذکر کے ساتھ مقرون (ملا کر) کے لکھا، تو عرش کو سکون ملا۔ اور دونوں ناموں کی مقارنت (ملاپ یا قربت) کے سبب اس کا اضطراب جاتا رہا۔ (سیرۃ طیبہ ج ۱ ص۲۱)

- سیدنا حسّان بن ثابت صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وضمّ الاله اسم النبی الی اسمه

اذقال فی الخمس المؤذن اشهد و

شقّ له من اسمه لیجله فذوالعرش

محمودٌ وهٰذا محمّدٌ۔

یعنی : جب مؤذن اذان میں پانچ وقت "اَشْهَدُ"، پڑھتا ہے، تو معلوم ہو جاتا ہے کہ نامِ اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کی عظمت و شان بڑھانے کے لئے اُسے اپنے ہی نام سے یکجا کیا، کیونکہ ربِ عرش کا نام محمود ہے اور آپ کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی دونوں کا ماخذ (Root) حمد ہے (جواہر البحار ص ۴۵۳ ج ۳، ماہنامہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ)۔

تبصرۂ اویسی غفرلہ

دو بہت بڑے محققین کی تحقیق کے بعد فقیر کا کچھ لکھنا اگرچہ ناموزوں سا ہے، لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ لکھنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا (انشاء اللہ)۔

وہ وجوہات جن سے جعفر پھلواری صوفیاء و اولیاء کے وظائف اور اوراد پر اعتراض کرتے ہیں، ان میں سے چند ایک پر فقیر تحریر کرتا ہے:

اصفیاء و اولیاء دشمنی

سب کو معلوم ہے کہ جعفر جیسے لوگ صوفیاء دشمنی میں اُن کے صحیح اور جائز امور کو غلط اور ناجائز قرار دینے کے عادی ہیں۔ اسی لئے درود تاج شریف میں غلطیاں نہ ہونے کے باوجود نت نئی غلطیاں گھڑتے رہتے ہیں۔

۲۔ اولیاء اور صوفیاء دشمنی نہ بھی ہو تب بھی بعض اوقات انسان اپنے گمان میں خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ منافقین

کے بارے میں فرماتا ہے :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ (پ البقرہ ۱۱،۱۲)

ترجمہ : اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو، تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں، سُنتا ہے! وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔ اور جب اُن سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے، تو کہیں، کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، سُنتا ہے! وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

فائدہ ان آیات میں منافقوں کی ان دو برائیوں کا ذکر ہے کہ جنہیں وہ خود اپنے لئے اچھی سمجھتے تھے حالانکہ درحقیقت وہ سراسر غلط ہیں۔

۳۔ ایک لفظ کے مختلف معانی ہوتے ہیں جن میں سے مخالف اُن معنے کا انتخاب کرتا ہے جس سے وہ اپنے مخالف کی توہین کر سکے۔ مثلاً اسم (Noun) جعفر کے چار معانی ہیں۔ چنانچہ عربی کا ایک معمہ مشہور ہے :

رایت جعفراً علیٰ جعفر فی جعفر کل جعفراً

ترجمہ : میں نے جعفر کو جعفر میں جعفر پر جعفر کھاتے دیکھا اس معمہ میں جعفر کے چار معانی ہیں ۔ جسے ایک فارسی شاعر نے یوُں ادا کیا ہے ۔

ع جعفر آمد بمعنے چہار ۔ خربوزہ و جوئے و نام مرد و حمار

ترجمہ : جعفر چار معنوں میں آیا ہے ۱۔ خربوزہ ۲۔ نہر ۳۔ ایک آدمی کا نام ۴۔ گدھا ۔

اگر کسی کو جعفر صاحب سے بغض ہو اور وہ لوگوں میں مشہور کر دے کہ جعفر صاحب گدھا ہیں، اس لئے کہ جعفر بمعنی گدھا ہے ۔ جیسے شیعوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض ہے تو کہتے ہیں کہ معاویہ ایک قبیح شخصیت ہے ۔ کچھ یہی کیفیت جعفر پھلواری جیسوں کو پیش آئی کہ انہیں مشفوع یعنی دیوانہ تو نظر آیا، لیکن مقروں کے معنی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا ۔ صرف اس لئے کہ اس طرح سے صاحبِ درود تاج کی بدنامی ہوگی، لیکن انہیں کیا خبر کہ اُلٹا اولیاء کے دشمن ذلیل و خوار ہوتے ہیں ۔

۴۔ بعض الفاظ کے دو اشتقاق (Roots) ہوتے ہیں کہ ان میں ایک مادہ کا معنیٰ کچھ تو دوسرے معنیٰ کا مادہ کچھ اور ۔ مثلاً لفظ استحیاء ۔ حیاء بھی اس کا مادہ ہے اور حیوٰۃ بھی، اور دونوں قرآن مجید میں مستعمل

ہیں۔ حیاء کا ذکر اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ میں ہے اور حیٰوۃ کا یستحیون نساء کم میں ہے۔ اسی قاعدہ سے بے خبری کی وجہ سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل بن بیٹھے اور دلیل دی متوفیک سے حالانکہ متوفی کا مادہ وفات بھی ہے اور وفا بھی۔ ہم نے وفا کا معنے لیا اور اس نے اپنے گندے عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لئے وفات لے لیا۔ کچھ یہی کیفیت جعفر پھلواری کی ہے کہ مشفوع کو الشفعۃ سے لے کر شور مچا دیا۔ اس کی مزید وجوہات بھی بیان کی جاسکتی ہیں۔ لیکن کتاب کو طوالت سے بچاتے ہوئے انہی پر بس کرتا ہوں۔

ازالۂ وہم

جس طرح جعفر پھلواری جیسے لوگ درود تاج یا اس طرح کے دیگر صوفیاء کرام کے اوراد اور دوسرے معمولات کو غلط بتا رہے ہیں، ممکن ہے وہ خود غلط اور سخت خطاء میں مبتلا ہوں، اس لئے کہ اکثر اوقات دوسرے کو غلط اور خطاوار سمجھنے والا خود غلط اور خطاوار ہوتا ہے۔ مثلاً ابلیس نے خود کو انا خیر منہ کہہ کر خلقتنی من نار وخلقتہ من طین کی دلیل پیش کی۔ سب کو معلوم ہے کہ وہ ظنِ فاسد (بگڑے ہوئے گمان) کی وجہ سے سخت غلطی پر تھا، اس لئے ملعون و مردود ٹھہرا۔ اسی طرح منافقین کی دو آیات لا تفسدوا اور آمنوا اسی مضمون کے شروع میں لکھی ہیں۔ وہ اپنے فساد کو اصلاح اور ایمان کو بہتری سمجھتے تھے،

حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ان کا ایسا سمجھنا سراسر غلط اور خطا ہی خطا تھی۔ ایسے ہی حدیث شریف کا مندرجہ ذیل واقعہ ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

حدیبیہ میں جن شرائط پر صلح ہوئی مسلمان اس پر راضی نہ تھے خاص طور پر سہیل بن عمرو کی یہ شرط کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا کوئی آدمی خواہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس پہنچے، آپ اسے ضرور ہماری طرف واپس کر دیں گے۔ جس پر صحابہ کرام نے کہا سُبحان اللہ کیف یُردُّ الی المشرکین وقد جاءَ مُسلما۔ یعنی: سبحان اللہ! جو مسلمان ہو کر آیا اُسے مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸ طبع اصح المطالعہ کراچی)۔ یہ شرط مسلمانوں کے لئے انتہائی تکلیف دِہ اور ناپسندیدہ تھی۔ بخاری میں ہے:

فکرہ المومنون ذٰلک واستعضوا منہُ

ترجمہ: مسلمانوں نے اس شرط کو انتہائی ناپسند کیا اور اس سے غضبناک ہوئے۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۳۷۴)۔

سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل مسلمان ہو کر، لوہے میں جکڑے ہوئے، بیڑیاں پہنے ہوئے، بڑی مشقت اور تکلیف کی حالت میں مکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حدیبیہ پہنچے تھے اور ایمان کی خاطر انہوں نے مشرکین کی سخت ایذائیں برداشت کی تھیں مگر اس

شرط کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی واپس جانے کا حکم دیا۔ ابو جندل اس وقت آہ وازاری کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ مجھے اس حال میں مشرکین کی طرف کیا جارہا ہے حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ میں کیسی شدید تکلیفوں میں مبتلا ہوں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۰)۔

حضرت عمر جیسے درست رائے رکھنے والے انسان کی نظر میں بھی مسلمانوں کے حق میں وہ شرائط انتہائی ذلت کا باعث تھیں۔ انہوں نے کہا:

فلم نعطی الدنیة فی دیننا۔

یعنی: جب ہم حق پر ہیں تو اپنے دین میں کیوں پست ہوں۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۰)۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط کو مان لیا تو سُہیل بن حنیف جیسے عظیم و جلیل صحابی نے کہا: لو استطیع ان اردّ امر رسُول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم لرددتّهٗ۔ یعنی اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کرنے کی طاقت رکھتا تو ضرور اسے رد کر دیتا۔

لیکن جب نتائج سامنے آئے تو انہیں کہنا پڑا واللہُ ورسوله اعلمُ۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ (بخاری جلد ۲

ص ۴۵۱ جلد ۲، ص ۶۰۲)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وعسیٰ ان تکرھوا۔ ثابت ہوا کہ کسی چیز کو خطا سمجھنے میں لازم نہیں آتا کہ وہ واقعی خطا ہے۔ زیر نظر رسالہ میں پھلواری صاحب نے جن چیزوں کو غلطی قرار دیا، وہ دراصل اُن کے اپنے ذہن کی غلطی ہے۔ اگر ایک بھینگے کو ایک کے دو اور دو کے چار دکھائی دیں تو یہ اُس کی اپنی نظر کی غلطی ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی یک چشم (کانا) دو طرفہ بازار میں سے گزرنے کے باوجود یہ کہے کہ شہر تو خوبصورت ہے مگر بازار ایک ہی طرف ہے۔ تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ بازار تو دونوں طرف ہے، تیرا ہی ایک بازار بند ہے۔ پھلواری صاحب کو درود تاج میں جو غلطیاں نظر آئیں گی، وہ اپنی ناسمجھی کا شاہکار ہیں۔ درود تاج اُن اغلاط سے پاک ہے۔

(تقریر علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اضافہ و تلخیص)۔

مشفوع قرآن وحدیث کی روشنی میں

قدسی حدیث شریف

رب تعالیٰ نے فرمایا:

ما اعطیتك خیر من ذٰلك اعطیتك الکوثر وجعلت

یعنی جو میں نے تجھے دیا، وہ ان سب سے بہتر ہے، میں نے تجھے کوثر عطا

فرمایا اور میں نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ کیا کہ جوف آسمان میں اس کی ندا ہوتی ہے اور میں نے تیری شفاعت ذخیرہ کر رکھی ہے اور تیرے سوا کسی نبی کو یہ دولت نہ دی۔

اسمك مع اسمی ینادی به فی جوف السماء (الیٰ ان قال) وخبات شفاعتك ولم اخباها النبیّ غیرك۔

"ورفعنالك ذكرك" مشفوعؑ کے معنی مقرون کی بہترین تائید ہے۔

احادیثِ مبارکہ سے آیۃ مذکورہ کی تفسیر

۱۔ امام ابونعیم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے اس آیت کے متعلق سوال کیا کہ اللہ نے میرا ذکر کیسے بلند فرمایا۔ جبریل نے عرض کی:

اذا ذکرتُ ذکرت معی: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر ہوگا۔ (خصائص جلد ۲ صـ ۱۹۶)

فائدہ:۔ ثابت ہوا کہ جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفٰے بھی ہے۔ ذکرِ خدا ذکرِ مصطفٰے کے بغیر ادھورا ہے۔ حضور کا ذکر عینِ ذکرِ الٰہی ہے۔ اگر کوئی ذکرِ الوہیت کے ساتھ اقرارِ رسالت نہ کرے تو

کافر ہے۔

ذکرِ خدا جو اُن سے جُدا چاہو نجدیو

واللہ، ذکرِ حق نہیں، کُنجی سقر کی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رفع اللہ ذِکرہ فی الدنیا	اللہ عزوجل نے حضور کا ذکر دنیا و
والاخرة فلیس خطیب	آخرت میں بلند فرمایا ہے۔
ولا تشهد	کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے
ولا صاحب صلوٰة الا وهو	والا ایسا نہیں جو شہادت الوہیت
ینادی اشهد ان لا اله	کے ساتھ شہادت رسالت ادا
الا اللہ محمد رسول اللہ	نہ کرے۔

(خصائص جلد ۲ ص ۱۹۶)

خطبات میں، کلموں میں، اقامت میں اذاں میں

ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد!

۲۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل نے آکر عرض کی رب جل وعز فرماتا ہے: قربت اسمك مع اسمی فلا اذکر فی موضع حتی تذکر معی۔ یعنی ہم نے آپ کے نام نامی کو اپنے نام سے ملایا پس نہ ذکر کئے جائیں گے ہم کسی جگہ یہاں تک کہ آپ ہمارے ساتھ ذکر کئے جائیں۔ چنانچہ یہی دونوں

جہاں میں معمول فرمایا گیا کہ جہاں اللہ کا نام ہے وہاں اس کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس کے پیارے حبیب کا ذکر ہوتا ہے۔ کوئی کلمہ گو، کوئی مُصلّی، کوئی مُشہد، کوئی مؤذن و خطیب ایسا نہیں جو اللہ کے نام اور اللہ کے ذکر کے ساتھ اس کے پیارے حبیب کا ذکر نہ کرتا ہو۔ روزانہ پانچ وقت اذان و اقامت، نماز، و کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت و خطبہ وغیرہ میں سوائے تین مقامات یعنی عطر، ذبیحہ، و آخر اذان کے سب جگہ برابر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور کا نام پکارا جاتا ہے، اور اللہ کے ذکر کے ساتھ حضور کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خطبوں میں نمازوں میں اقامت میں اذاں میں

ہے نام سے اللہ کے مِلا نام محمّد

تمام آسمانوں، حتیٰ کہ عرشِ معلیٰ اور تمام جنتوں اور ان کی اشیاء حُور و غلمان، درختوں، میوہ جات، در و دیوار سب پر حضور کا نامِ نامی واسمِ گرامی نقش ہے ـــــ یہ گویا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب اشیاء حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہیں اور حضور سب کے مالک و مختار ہیں۔

بزارِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میں آسمان پر بلایا گیا تو میں کسی آسمان

پر نہ گزرا مگر اس پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ نقش کیا ہوا پایا۔ طبرانی وغیرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ میری خطا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں بخش دے تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تُو نے محمد کو کیسے پہچانا۔ عرض کی کہ جب تُو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی، تو میں نے سر اٹھایا۔ فرایت علی قوائم العرش۔ وفی روایۃ فی کل موضع من الجنۃ مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کرم خلقك علیك۔ یعنی تو عرش کے پایوں پر اور جنت کے ہر گوشہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا۔ پس جان لیا کہ وہ تیری بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہے۔

منقوش فی اللوح

اس صفت کے خلاف کسی منکر کی زبان اور قلم نے (حرکت) جنبش نہیں کی۔ اگرچہ یہ بھی اُن کے اصول وعقائد کے خلاف ہے، لیکن چونکہ یہ عقل کے بندے ہیں، اسی لئے خاموش رہے کہ لوح پر عام طور لکھا جاتا ہے۔ تو لہٰذا ممکن ہے آپ (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم) کا اسم گرامی لکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی گندی عادت کا مجھے علم ہے، وہ آگے

چل کر کسی بھی دور میں اس کا انکار کردیں گے۔ فقیر اس صفت کے بارے میں چند روایات پیش کرتا ہے۔

۱۔ قلم نے لوحِ محفوظ پر سب سے پہلے یہ عبارت لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی.. (آخر تک)

یعنی جو میری قضا و قدر (تقدیر) کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے (یعنی سر جھکائے) گا اور میری آزمائش و صبر اور میری نعمت پر شکر کرے گا اور میرے حکم پر راضی ہو گا تو میں اُسے صدیقوں میں لکھوں گا، اور قیامت میں صدیقوں کے ساتھ اٹھاؤں گا۔

۲۔ ایک روایت میں ہے کہ لوحِ محفوظ کی پیشانی پر لکھا ہے:

لا الہ الا اللہ دینہ الاسلام محمد عبدہ ورسولہ۔ جو اُن پر ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اُسے بہشت میں داخل کرے گا۔

منقوش فی القلم

اس صفت پر مُنہ پھیرتے ہوئے پھلواری صاحب نے لکھا کہ پھر نام مُبارک (اسمہٗ) کا منقوش فی اللوح ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن منقوش فی القلم ہونا نرالی سی بات ہے۔ اگر منقوش فی اللوح بالقلم ہوتا تو پھر بھی بات واضح ہو جاتی۔

جواب از غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ

پھلواری صاحب نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی کہ اس لوح وقلم کا قیاس (گمان) دنیا کی قلم اور تختی پر کرلیا، اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ نام مبارک اِسْمُہٗ کا منقوش فی اللوح ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن منقوش فی القلم ہونا نرالی سی بات ہے۔ (آخر تک)

الحمد للہ! لوح میں اسم مبارک کا منقوش ہونا آپ کی سمجھ میں آگیا، البتہ قلم میں منقوش ہونا صرف اس لئے آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ نے قیاس مع الخارق (دنیا میں قدرتی قوانین کے مطابق گمان) سے کام لے کر یہ سوچا کہ قلم لکھتا ہے، اس پر لکھا نہیں جاتا۔ مگر آپ کی یہ سوچ اُس عالم بالا تک نہیں پہنچ سکتی جہاں لوح وقلم تو درکنار عرش کے پائے (ساق) پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک منقوش (لکھا ہوا) ہے۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کان مکتوبًا علیٰ ساقِ العرش لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس حدیث کو طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے روایت کیا۔ (حوالہ کیلئے دیکھئے تفسیر فتح العزیز پ ۱ ص ۱۸۳ طبع نولکشور، روح المعانی جلد ۱ جزء ۱ ص ۲۲، روح البیان جلد ۱ ص ۱۱۳ طبع بیروت، خلاصۃ التفاسیر جلد ۱ ص ۲۹ طبع انور محمد لکھنوی اور اسی طرح دُرِ منثور میں بھی ہے۔ (حوالہ خلاصۃ التفاسیر) ایسی صورت

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے قلم میں منقوش ہونے کو نرالی سی بات کہنا بجائے خود نرالی سی بات ہے۔

اس کے علاوہ یہاں بھی قلم پر نام منقوش ہونے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ پھر اس کو نرالا سمجھنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسمِ مُبارک کا لوح میں لکھا ہوا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی وجہِ فضیلت نہیں۔ لوح میں تو ہر چیز مکتوب (لکھی ہوئی) ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فضیلت اور اہم ترین خصوصیت تو یہ ہے کہ نشانِ عظمت کے طور پر صرف لوح پر نہیں، قلم پر بھی نام مبارک لکھا ہوا اور نقش ہے، بلکہ عرش کے پائے (ساق) پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مُبارک لکھا ہوا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان کی بلندی کی ایک جھلک ہے، جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ میں فرمایا۔ اگر پھلواری صاحب اس کا انکار کریں تو ہمارے نزدیک ان کا یہ انکار گھاس کے پتّے کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ جب کہ قرآنی آیت اور اس کی مطابقت میں مذکورہ حدیث بھی حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت اور اُن کی بلندئ شان کا اعلان کر رہی ہے۔ صاحبِ درودِ تاج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے "منقوش فی اللوح والقلم" ہونے کا ذکر اسی شانِ عظمت و بلندی کے طور

پر کیا ہے۔ جسے پھلواری صاحب نہ سمجھ سکے۔

جواب از علامہ حافظ محمد احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کا قلم کے ساتھ منقوش فی اللوح ہونا خود قلم میں منقوش ہونے کے خلاف نہیں۔ دیکھئے مرد مومن ہر روز ہزاروں دفعہ نام مبارک زبان و قلم سے بولتا اور لکھتا رہتا ہے۔ مگر خود اس کے اپنے جسم میں یہ نام نامی منقوش و نقش بھی ہے۔

عارف باللہ سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: انسانی صورت کو قدرت کے قلم نے اسم محمد کی شکل پر بنایا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں کہ سر میم کی طرح گول ہے۔ دو ہاتھ حاء کی طرح ہو جاتے ہیں اور پیٹ دوسری میم کی طرح ہے۔ پاؤں دال کی شکل ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی نظیر ہاتھ ہے کہ وہ اسم اللہ کی شکل میں اور اس کے ساتھ والی دو اُنگلیاں دو لاموں کی طرح اور اس کے ساتھ جب انگوٹھے سر مسبح کے بیچ میں لگاؤ تو آخری حرف حاء صاف نظر آنے لگتا ہے۔ حضرت سیدنا حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

ے نامِ خُدا ہے ہاتھ میں، نامِ نبی ہے ذات میں
مُہرِ غلامی کے لئے پڑی لکھے ہوئے ہیں نام دو

اس کے علاوہ متعدد روایات میں ہے کہ جس طرح ہر شے پر

حضور علیہ السلام کا اسمِ گرامی لکھا ہوا ہے، قلم پر بھی نام اقدس نقش ہے۔ اسی لئے یہ اعتراض بے جا اور غلط ہے۔ (رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

عقلی گھوڑے

بدمذہب عقلی گھوڑے دوڑانے کے بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جس جماعت میں جعفر پھلواری داخل ہے، یہ تو ہیں ہی عقل کے بندے۔ خاص طور پر نبی علیہ السلام اور اولیاء کے بارے میں تو ان کا گزارا ہی صرف عقل پر ہے، حالانکہ نبوت و ولایت کو سمجھنے کے لئے عقل سے زیادہ عشق کی ضرورت ہے۔ ورنہ ظاہر ہے جس قلم میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نقش ہے وہ دوسرے ایسے عالم میں ہے جہاں کی ہر شے ہماری دنیا سے کئی گنا زیادہ ہے۔

سوال:۔ جعفر پھلواری کی طرح ایک دہریہ نے مجھ سے سوال کیا کہ ایک تم (سُنّی مسلمان) کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ابلق گھوڑے پر اپنے محبوب علیہ السلام کے پاس بھجوائیں (دلائل النبوۃ ابو نعیم ملخصا) اور تفاسیر میں لکھا ہے کہ قارون کے خزانوں کی چابیاں چالیس اونٹ اٹھاتے تھے۔ یہ کیسے؟

جوابِ اویسی:۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے اسے کہا کہ جس عالم کا وہ ابلق گھوڑا تھا اسی شان سے وہ چابیاں لے آیا۔ وہاں کے گھوڑے

(براق) کا تو یہ حال ہے کہ جہاں تک نظر جاتی وہاں اس کا پہلا قدم پہنچتا۔ دہریہ یہ سُن کر مان گیا، اس لئے کہ وہ ضدی نہ تھا اور ہمارے حریف تو بلا کے ضدی ہیں۔ یہ دوزخ میں جانا منظور کریں گے، لیکن ضد کو چھوڑنا گوارا نہ کریں گے۔

سید العرب والعجم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عرب و عجم کے سردار ہیں، بلکہ تمام عالموں کے آقا و مولیٰ ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلّم)

قرآن مجید (۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(۲) تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سُنانے والا ہے۔

صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عموم (General) رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ جن ہوں یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات، سب آپ کے اُمتی ہیں۔ چونکہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں، اس میں سب داخل ہیں۔ ملائکہ کو اس سے خارج کرنا بے دلیل ہے اور دعویٰ اجماع

ثابت نہیں جیسا کہ جلالین میں شیخ محلی سے اور کبیر میں امام رازی سے اور شعب الایمان میں بیہقی سے سرزد ہوا۔ چنانچہ امام سبکی اور بارزی ابنِ ہیوم اور سیوطی نے اس کا تعاقب کیا۔ اور خود امام رازی مانتے ہیں کہ عالم ماسویٰ اللہ کو کہتے ہیں۔ پس وہ تمام خلق شامل ہے ملائکہ کو اس سے خارج کرنے پر دلیل نہیں۔ بہر حال حضور تمام عالمین کے رسول ہیں، تو رسول اپنی اُمت کے سردار ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

احادیثِ مُبارکہ

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارسلت الی الخلق کافۃ (مشکوٰۃ) "یعنی میں مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ (بیہقی) یعنی میں ساری کائنات کا سردار ہوں۔

(۲) احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

انا سید الناس یوم القیامۃ وھل تدرون مما ذلک یجمع اللہ الاولین والاخرین فی صعید واحداً۔ (الحدیث بطولہ)۔

یعنی: میں قیامت کے روز سب لوگوں کا سردار ہوں

کس وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلوں کو ایک ہموار میدان وسیع میں جمع کرے گا پھر یہ حدیث طویل شفاعت ارشاد ہوئی"۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ حضور کے لئے ثرید و گوشت حاضر آیا۔ حضور نے بھیڑ کے بازو کو ایک بار مبارک دانتوں سے لگا کر فرمایا: انا سید الناس یوم القیمۃ (یعنی میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں۔

پھر دوبارہ اس گوشت سے تھوڑا تناول کیا اور فرمایا: انا سید الناس یوم القیمۃ (یعنی میں قیامت کے دن جہانوں کے باشندوں کا سردار ہوں۔)

جب حضور نے دیکھا کہ دو بار فرمانے پر بھی صحابہ وجہ نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا: الا تقولون کیفہ (یعنی پوچھتے نہیں کہ یہ کیسے ہے؟)۔

فائدہ:۔ صحابہ کو حضور کی مکمل سرداری کے بارے میں مختصر طور معلوم تھا اور یہ کہ جو کچھ آپ فرمائیں ایمان کے برابر ہے۔ اس میں چوں وچرا کی مجال نہیں، لہٰذا وجہ نہ پوچھی، مگر یہ جانا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی بڑی سرداری کا بیان تفصیل سے فرمانا چاہتے ہیں اور منتظر ہیں کہ سوال پوچھنے پر ارشاد ہو، تاکہ اچھی طرح ان کی سمجھ میں آئے۔ آخر جب صحابۂ کرام حضور کا مقصد نہ سمجھے تو حضور

نے خود ہی خبردار فرما کر سوال کیا اور خود ہی جواب ارشاد کیا (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ نے عرض کی: کیف ھو یارسول اللہ (یعنی ہاں، اے اللہ کے رسول، یہ کیسے ہے؟) فرمایا: یقوم الناس لرب العٰلمین۔ (یعنی لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔) پھر حدیث شفاعت ذکر فرمائی۔

(۳) مسلم، ابوداؤد انہی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع۔ (یعنی میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو۔)

(۴) احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذٍ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی۔ الحدیث۔

(یعنی میں بروزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔ اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرمایا۔ اور میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور یہ

براہِ فخر نہیں کہتا۔ اس دن اور اس کے سوا جتنے ہیں سب میری لوا (جھنڈے) کے نیچے ہوں گے۔

(۵) دارمی، بیہقی، ابو نعیم، انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

انا سید الناس یوم القیمۃ ولا فخر

وانا اول من یدخل الجنۃ ولا فخر۔

(یعنی میں قیامت میں سردارِ مرداں ہوں، اور کچھ فخر نہیں، اور میں پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کچھ افتخار نہیں)۔

(۶) حاکم، وبیہقی، کتاب الروایۃ میں عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

انا سید الناس یوم القیمۃ ولا فخر ما من احدٍ الا وھو تحت لوائی یوم القیمۃ ینتظر الفرج وان معی لواء الحمد انا امشی و یمشی معی حتی اتی باب الجنۃ فاستفتح فیقال من ھذا فاقول محمد فیقال مرحبا بمحمد فاذا رایت ربی مررت لہ سجدا انظر الیہ۔

یعنی: میں قیامت کے روز سب لوگوں کا سردار ہوں اور

کچھ فخر نہیں۔ ہر شخص قیامت میں میرے ہی نشان (جھنڈے) کے نیچے کشادگی کا انتظار کرتا ہوگا، اور میرے ہی ساتھ لواء الحمد ہوگا۔ میں جاؤں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے۔ یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر تشریف لے جا کر کھلواؤں گا۔ پوچھا جائے گا کون ہے؟ میں کہوں گا محمد! کہا جائے گا مرحبا محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا، اس کے حضور سجدے میں گر پڑوں گا، اسی کے چہرۂ کریم کی طرف نظر کرتا ہوا۔

(۷) ابو نعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر و اسود واحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلها طهورا ومسجدًا ونصرت بالرعب امامی شهرا واعطیت خواتیم سورة البقرة وکانت من کنوز العرش وخصصت بها دون الانبیاء و اعطیت المثانی مکان التوراة والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سید ولد آدم فی الدنیا والآخرة ولا فخر وانا اول من تنشق الارض عنی وعن امتی ولا فخر و

بیدی لواءُ الحمد یوم القیمۃ وجمیع الانبیاء و

وتحتہ ولا فخر والیٰ مفاتیح الجنۃ یوم القیمۃ

ولا فخر ولی تفتح الشفاعۃ ولا فخر وانا سابق

الخلق الی الجنۃ ولا فخر وانا امامھم والتحتی

بالاثر۔

یعنی : میں جن وانس اور ہر سُرخ وسیاہ کی طرف رسول بھیجا گیا اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لئے تمام غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لئے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری اور میرے آگے ایک مہینہ راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ اور مجھے سورۃ البقرہ کی پچھلی آیتیں کہ عرش کے خزانوں سے تھیں عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیاء سے جُدا۔ اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں جن میں سو سے کم آیتیں ہیں، اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حٰمٓ کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفصیل دی گئی، اور سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے، اور میں دنیا و آخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر نہیں۔ اور سب سے پہلے میں اور میری اُمّت قبروں سے نکلے گی اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور تمام انبیاء اس کے نیچے، اور کچھ فخر نہیں اور مجھ سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور

کچھ فخر نہیں۔ اور میں تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب سے آگے ہوں گا اور میری اُمّت میرے پیچھے۔)

اللھم اجعلنی منھم وفیھم ومعھم بجاھہ عندك (آمین)۔ فقیر کہتا ہے مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ (یاد) کر لے تاکہ اپنے آقا کے فضائل و خصائص کو جانے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(۸) احمد، بزاز، بوعلی اور ابنِ حبان اپنی صحیح میں حضرت جناب افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حدیثِ شفاعت میں راوی ہیں کہ لوگ آدم، و نوح و خلیل و کلیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہوتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرمائیں گے: لیس ذاکم عندی ولکن انطلقوا الی سید ولد آدم۔ (یعنی تمہارا یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا مگر تم اس کے پاس حاضر ہو جاؤ جو تمام بنی آدم کا سردار ہے)۔ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے۔ حضور والا حضرت جبریل امین علیہ السلام کو اپنے رب کے پاس اِذن (اجازت) لینے بھیجیں گے۔ رب تبارک و تعالیٰ اِذن دے گا۔ حضور حاضر ہو کر ایک ہفتہ سجدہ میں رہیں گے۔ رب عزمجدہٗ فرمائے گا "سر اٹھاؤ اور عرض

کرو کہ سُنی جائے گی اور شفاعت کرو کہ قبول ہو گی"۔

حضور اقدس سر اٹھائیں گے تو رب کریم کا چہرہ مبارک دیکھیں گے۔ فوراً پھر سجدہ میں گریں گے ایک ہفتہ اور سجدہ میں رہیں گے۔ رب جل جلالہ، پھر وہی کلماتِ لطف فرمائے گا۔ حضور سر مبارک اٹھائیں گے۔ پھر تیسری بار سجدہ کا ارادہ فرمائیں گے کہ جبریل امین حضور کے بازو تھام کر روک لیں گے۔ اس وقت حضور اپنے رب کریم سبحانہ سے عرض کریں گے: رب جعلتنی سید ولد آدم ولا فخر (یعنی اے رب میرے، تُو نے مجھے سردارِ بنی آدم کیا اور کچھ فخر نہیں۔ (الی آخر الحدیث)۔

۲۔ حاکم، بیہقی (صحیح الحاکم قالہ ابن حجر المکی فی افضل القری والقرہ علیہ وفی الحدیث قصۃ قلت واما انا فانما اوردتہ فی المتابعات)

فضائل الصحابہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا سید العلمین۔ (یعنی میں تمام عالم کا سردار ہوں۔)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ درِ اقدس پر بیٹھے حضور کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے۔ حضور تشریف فرما ہوئے تو انہیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل، دوسرا بولا حضرت موسیٰ سے بلا واسطہ

کلام فرمایا، تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکے، تو حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم قریب آئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہارا کلام اور تعجب کرنا سُنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور وہ بے شک ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا انا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمۃ تحۃ آدم فمن دونہ ولا فخر وانا اوّل شافع واول مشفع یوم القیمۃ فیفتح اللہ فید خلنیھا ومعی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین علے اللہ ولا فخر۔

یعنی: سُن لو اور میں اللہ کا پیارا حبیب ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں روزِ قیامت ''لواء الحمد'' اٹھاؤں گا، جس کے نیچے آدم اور ان کے سوا سب ہوں گے اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں پہلا شافع... (شفاعت کرنے والا) اور پہلا مقبول الشفاعت (جن کی شفاعت قبول ہوتی ہے) ہوں اور کچھ فخر نہیں اور سب سے پہلے میں دروازۂ جنّت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر لے

گا، اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور میں سب اگلوں پچھلوں سے اللہ کے حضور زیادہ عزّت والا ہوں، اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

جسمِ مُقدّس

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مُبارک کے تقدس کا کیا کہنا کہ آپ پیدائشی طور پر پاک صاف، خوشبودار ہیں۔ کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ کا جسم اسی طرح ہے جس طرح دوسرے عام انسانوں کا، تو وہ غلط بلکہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔

حضور امام ربانی سیدنا حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔ باید دانست کہ خلقِ محمدی دررنگ خلقِ سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلقے ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود منشاءِ عنصری از نُورِ حق جل وعلیٰ مخلوقِ گشتہ است۔ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ۔

ترجمہ : جاننا چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تمام انسانی افراد کی پیدائش کے رنگ میں نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق کے تمام افراد سے کسی فرد کی پیدائش میں مناسبت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری (عناصر پر مشتمل) پیدائش کے اللہ جل وعلیٰ

کے نُور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا کہ میں اللہ کے نُور سے پیدا کیا گیا ہوں۔

(مسئلہ) امام الفقہا حضرت علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرنے کے دوران یہ کہا کہ حضور مخرجِ بَول (مردانہ عضو کی وہ نالی جہاں سے تولیدی مادے کے علاوہ پیشاب بھی خارج ہوتا ہے) سے نکلے ہیں تو اُسے قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اگر آپ کا ذکر صلحا کے ذکر میں کیا یا ارادہ کیا کہ آپ بشر ہیں پھر ایسی بات کہی، تو اُسے قتل تو نہیں کیا جائے گا، مگر سخت مار پیٹ کی جائے گی۔ اور اگر کسی کے جواب کے بغیر محض اپنے کلام میں کیا، تو وہ قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا یعنی اُسے سزا ضرور ملے گی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں میری مانند کوئی نہیں۔ کہیں فرمایا تم میں کون میری مانند ہے۔ میں رات کو اپنے رب کا مہمان ہوتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ کہیں فرمایا تم میں کوئی میری طرح نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کھلانے پلانے والا مقرر کیا جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے کہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ میری ملاقات کا ایک ایسا وقت مقرر ہے،

کہ اُس میں کسی نبی یا رسول یا مقرب فرشتے کی رسائی نہیں کہیں فرمایا کہ میں جسم کی ساخت میں بھی تم جیسا نہیں ہوں۔

فائدہ:۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ کے بول و براز (رفع حاجت) کا نشان زمین پر نظر نہیں آتا تھا، زمین اُسے جذب کر لیتی تھی۔ آپ کے لعابِ دہن (Saliva) سے کھارا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ بیماریاں دُور ہو جاتی تھیں۔ صحابۂ کرام وضو کے وقت آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے، آپ کے کھنکھار اور لعاب کو ہاتھوں پہ لیتے تھے اور اپنے جسم پر مل لیتے تھے، جن سے مشک و عنبر جیسی خوشبو آتی تھی۔ آپ جس طرح اپنے سامنے دیکھتے، اسی طرح اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے، جیسے قریب سے دیکھتے اسی طرح دُور سے بھی دیکھتے تھے۔ تاریکی اور روشنی میں آپ ایک ہی طرح دیکھتے تھے۔ آپ کی اُنگلی مبارک کے اشارے سے سُورج پلٹا، چاند دو ٹکڑے ہوا۔ مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے بہے۔

یہ معجزات تھے کس کے؟ آپ کے نورانی اور روحانی وجود کے، جس کا مادہ سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

فائدہ: آپ کی جسمانی پیدائش کے بارے میں اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ آپ ناف بریدہ (پہلے سے کٹی ہوئی ناف)، ختنہ شدہ اور سرمگیں آنکھوں کے ساتھ پیدا ہوئے۔ حکماء کی تحقیق یہ ہے کہ جب

تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، وہ اپنی غذا ناف کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ ماں جو کچھ کھاتی ہے اس کا کچھ حصّہ ناف کے راستے سے بچّہ کی غذا کا کام دیتا ہے۔ اور اُس غذا سے اُس کی نشوونما (Growth) ہوتی ہے۔ پیدا ہونے کے بعد یہ ناف کاٹ دی جاتی ہے۔ پھر بچہ مُنہ کے ذریعہ سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ حکماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ حمل کے دوران عورت کی ماہواری ختم ہو جاتی ہے، اور یہ خون بھی بچّہ کی غذا کا کام کرتا ہے۔

حضور جب ناف بریدہ پیدا ہوئے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شکم مادر میں (ماں کے پیٹ میں) آپ کی پرورش (عام بچّوں کی طرح نہیں ہوئی۔ اور کوئی ایسی غذا ماں کے ذریعہ سے آپ کو نہیں ملی جو ماں کے پیٹ میں بچّوں کو ملا کرتی ہے۔ یہاں بھی آپ کے جسم کی پرورش ایسی روحانی غذا سے ہوئی جس کی مثال کسی اور بچّہ میں نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہو گا کہ آپ کی جسمانی پیدائش بھی ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کی مثال ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ کیوں کہ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ کا کہنا ہے کہ میں ان تمام کیفیات سے دوچار نہیں ہوئی جن کا عام طور پر تمام عورتوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور نہ آپ کی جسمانی ولادت (پیدائش) کے وقت میں نے کوئی آلائش دیکھی جیسے کہ بچّوں کی ولادت کے

وقت دیکھنے میں آتی ہے۔

مزید براں

یہ وہی مقدس جسم ہے جس کا سایہ نہیں، یہ وہی مقدس جسم ہے جس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ یہ وہی مقدس جسم ہے جس میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔ یہ مقدس جسم وہی ہے جس سے ہر وقت خوشبو مہکتی تھی۔ یہ مقدس جسم وہی ہے جس کے پسینہ کی خوشبو مدتوں تک رہتی، بلکہ پشتوں تک ــــ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم''

جسمِ معطر صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبئ پاک، شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک جسم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ وہ خوشبودار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خوشبو استعمال فرماتے تھے، لیکن خوشبو کی محتاجی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی خوشبو اتنی نفیس اور دلربا تھی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

بوقتِ ولادت خوشبو

آپ کے پاک جسم کا یہ معجزہ تھا کہ پیدائش کے وقت ہی خوشبو کے ''حلّے'' پھوٹ رہے تھے۔ چنانچہ امام ابونعیم اور خطیب رحمتہ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا

اس کائنات میں ظہور ہوا تو :

نظرت الیه فاذا هو کالقمر لیلة البدر ریحه یسطع کالمسك الاذفر۔

میں نے زیارت کی تو میں نے آپ کے جسمِ پاک کو چودھویں کے چاند کی طرح پایا جس سے تر و تازہ کستوری کی خوشبو کے حُلّے پھوٹ رہے تھے۔

(زرقانی علی المواہب ص۳۲۳ ج۱)

حلیمہ کے گھر خوشبو

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

لما دخلت به الی منزل لم یبق منزل من منازل بنی سعد الا شممنا منه ربیح المسك والقیت محبته صلی الله علیه وسلم فی قلوب الناس حتیٰ ان احدهم کان اذا نزل به اذیً فی جسده اخذ کفه صلی الله علیه

جب میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو لے کر اپنے دیہات میں داخل ہوئی (پہنچی) تو قبیلہ بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اس قدر پیدا ہوگئی کہ ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ کے دستِ مبارک کو پکڑ کر اپنے جسم پر لگاتا اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اسی

وسلم فیضعها علی موضع الاذی یتبراء باذ الله تعالیٰ سریعًا وکذالك اذا اعتل لھم بعیرًا اوشاۃً فعلوا ذلك۔

وقت صحت مند ہو جاتا، اسی طرح اگر ان کا کوئی اونٹ بکری وغیرہ بیمار ہو جاتا تو آپ کے دستِ اقدس کو اس کے جسم پر لگاتے جس سے وہ تندرست ہو جاتا۔

(سبل الہدیٰ ص ۲۷۴ تا ۲۷۵ جلد ۱)

ابوطالب اور جسمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، ابوطالب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بھائی عباس سے کہا:۔

الا اخبرك عن ما رائت منه؟

کہ میں آپ کو وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھی؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں مجھے ضرور بتائیں، تو اس پر ابوطالب نے درج ذیل واقعہ بیان کیا۔

”جب سے حضور علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں مجھے آپ سے اتنی محبت ہوگئی کہ میں رات اور دن میں ایک گھڑی بھی اُن سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا، حتیٰ کہ رات کو بھی میں آپ کو اپنے پاس

سلاتا ہوں۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کپڑے پہن کر سوتے تھے، کپڑے اُتار کر سونا آپ کو پسند نہ تھا۔

فامرته ليلة ان	ایک رات میں نے کہا کہ کپڑے
يخلع شيابه وينام	اُتار دیں اور پھر سوئیں (تو) میں نے
معی فرأيت الكراهة	آپ کے چہرۂ اقدس سے محسوس
في وجهه لكنه	کیا کہ یہ بات آپ کو پسند نہیں،
كره ان يخالفني	لیکن چونکہ میری بات کو آپ ٹالنا
	بھی نہ چاہتے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا عماه اصرف	اے چچا میں کپڑے اتارتا ہوں
بوجهك عني حتى	مگر اپنے چہرہ کو دوسری طرف کر
اخلع ثيابي	لے تاکہ میرے ننگے جسم کو تو نہ
اذ لا ينبغي لاحد	دیکھ پائے، کیوں کہ میرے جسم کو
ان ينظر الى جسدي۔	اس حال میں دیکھنا کسی کیلئے جائز
	نہیں۔

ابو طالب کہتے ہیں کہ مجھے اس پر تعجب ہوا مگر میں نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا، تاکہ یہ کپڑے اُتار لیں، جب آپ کپڑے اُتار کر بستر پر لیٹے:

فلما دخلت معه الفراش اذ بيني وبينه ثوب۔

میں بھی بستر پر لیٹا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمارے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا جس کی وجہ سے میں آپ کے جسم کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

دوسری بات میں نے یہ دیکھی کہ:

والله ما ادخلته فراشي فاذاً هُوَ في غاية اللين وطيب الرائحة كانه غمسه في المسك فجهدت لانظر الى جسده فما كنت ارى شيئاً وكثيرا ما كنت افتقده من فراشي فاذا قُمتُ اطلبه ناداني يا عم فارجع والقد كنت كثيرا ما اسمع منه كلاماً بعجلي ذالك عند مضى الليل وكنا لا نسمي على الطعام والشراب ولا نحمده بعده وكان يقول في اوّل

آپ کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اسی طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہے۔ میں نے آپ کے جسم اطہر کو دیکھنے کی کوشش کی مگر میں نہ دیکھ سکا۔ میں بہت دفعہ آپ کو بستر سے گم پاتا، تو بستر سے اُٹھ کر تلاش کرنے نکلتا اور آواز دیتا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تُو کہاں ہے، آپ فرماتے: اے چچا میں یہاں ہی ہوں واپس آجاؤ۔ جب رات ڈھل جاتی تو میں بہت دفعہ آپ سے ایسی گفتگو سنتا جس سے

الطعام بسم الله الاحد	مجھے بہت تعجب ہوتا۔ ہم کھانے
فاذا فرغ من طعامه	پینے سے پہلے اور بعد میں اللہ کا
قال الحمد ثم لم	نام نہیں لیتے تھے۔ آپ کھانے
ارمنه کذبة ولا ضحکاو	سے پہلے بسم اللہ الاحد (اللہ
لاجاهلية ولا وقت مع	کے نام سے جو ایک ہے) پڑھتے
الصبيان يلصبون۔	اور جب کھانے سے فارغ ہوتے
	تو الحمد للہ کہتے، میں نے آپ سے
	کبھی جھوٹ نہیں سُنا۔ ہر وقت
	متفکر رہتے۔ کبھی کھل کر نہ ہنستے ہوئے
	دیکھا اور بچوں کے ساتھ فضول کھیل
	میں وقت ضائع کرتے ہوئے
	نہیں دیکھا۔

اَنس صحابی رضی اللہ عنہ کی گواہی

حضرت انس رضی اللہ عنہ جسمِ اقدس کی خوشبو کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم
الله عليه وسلم احسن	کے جسمِ اطہر کا رنگ سب سے
الناس لونا واطيب	حسین تھا اور اس کی خوشبو نفیس تر

الناس ریحًا۔ تھی۔ (تہذیب ابن عساکر جلد ۱ صہ ۳۲۱)۔

ایضاً۔

انہی سے روایت کردہ ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

لا شممت مسکا ولا عطرا اطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جسمِ اطہر کی خوشبو سے بڑھ کر کستوری اور عطر کو نہیں پایا۔ (بخاری کتاب المناقب جلد ۱ صہ ۲۷۴)

ایک (اور) روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وانی شممت العطر کله فلم اشم نکهة اطیب من نکهته علیه السلام۔

میں نے تمام عطروں کو سونگھا ہے مگر رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسمِ اطہر کی خوشبو سے بڑھ کر کسی کو نفیس نہیں پایا۔

(ابنِ عساکر جلد ۱ صہ ۳۳۸)۔

میں نے اس دنیا میں مختلف خوشبوؤں کو استعمال کرکے دیکھا مگر جو مہک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس میں رکھی تھی اُس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کرسکتی۔

شہادتِ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

آپ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے مجھے اپنے قریب ہونے کا حکم دیا۔

فدنوت منه فماشممت مسكا ولا عنبرا اطيب من ريح رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

میں جب قریب ہوا تو میں نے آپ کے جسم پاک میں ایسی مہک محسوس کی جو کسی بھی کستوری اور عنبر میں نہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱)

گواہی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

آپ بیان فرماتے ہیں:۔

لقد كنت اصافح النبي صلى الله عليه وسلم لمسّ جلدي جلده فاتعرفه بعد في يدي فانه لاطيب رائحة من المسك (سبل الهدیٰ ج ۲ ص ۱۰۱)۔

میں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کا شرف پاتا (گلے لگاتا)، یا میرا جسم آپ کے جسم پاک سے مَس ہوتا میں جُدا ہونے کے بعد اپنے ہاتھ میں ایسی خوشبو پاتا جو کسی بھی کستوری میں نہیں ہو سکتی۔

گواہی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور علیہ السلام

کی معیت (کے ہمراہ) فجر کی نماز ادا کر کے مسجد نبوی سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ باہر اہلِ مدینہ کے بچے آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے ان کے سروں اور چہروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدی فوجدت یدہ برداً او ریحاً کانما اخرج یدہ من جونتہٗ عطار۔ (مسلم شریف ج ۲ ص۲۵۶)۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ شفقت میرے رُخسار (گال) پر رکھا۔ میں نے آپ کے دستِ اقدس کو نہایت ہی ٹھنڈا اور ایسا خوشبودار پایا جیسے آپ نے اُسے عطر والے کی خوشبودانی سے نکالا ہے۔

یزید بن اسود رضی اللہ عنہ

آپ نے فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مُبارک میری طرف بڑھایا، تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

خوشبو سے خبر رسانی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم محسوس کر لیتے تھے کہ اب آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے

ہیں۔

کما نعرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اذا قبل بطیب ریحہ۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۲)۔

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آپ کی مبارک خوشبو سے محسوس کر لیتے تھے۔

ایضاً۔ امام ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرف باللیل بریح الطیب۔ (الدارمی ص ۳۴۸)۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم رات کی تاریکی میں جسم اقدس کی خوشبو کی وجہ سے پہچانے جا سکتے تھے۔

کوچے بسا دیئے

احادیث مبارکہ میں ہے کہ جب کوئی صحابی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا اور آپ گھر پر نہ ہوتے تو راستے کی مہک بتا دیتی کہ آپ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔ لہٰذا اس صحابی کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ بلکہ جس راستے پر مہک ہوتی وہ اس پر چل کر اپنے محبوب کریم کو پا لیتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔

چوں یکی از اصحاب بقصد زیارت آنحضرت می آمد و در خانہ نمی یافت بہ نشانِ بوئے خوش در راہے کہ آنحضرت ازاں راہ گزشتہ بود میرفت۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۴)

جب کوئی صحابی آپ کی زیارت کے ارادے سے حاضر ہوتا اور آپ اپنے درِ دولت (گھر) پر تشریف فرما نہ ہوتے، تو وہ اسی راہ پر چل کر آپ کو پالیتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص مہک کا پتہ دے رہی ہوتی۔

عنبر زمین، عبیر ہوا، مشکِ تر غبار!
ادنیٰ سی یہ شناخت تری راہ گزر کی ہے

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔

ہر کہ در کوچہ از کوچہائے مدینہ طیبہ می گزشت بوئے خوش بیافت و میدانست کہ آنحضرت ازیں راہ گزشتہ است۔

جب بھی کوئی شخص مدینہ طیبہ کی کسی گلی سے گزرتا اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص) مہک کو پالیتا تو جان جاتا کہ ادھر سے حضور علیہ السلام کا گزر ہوا ہے۔

ایضاً۔ امام خفاجی اسی بات کو بیان کرتے ہیں۔

کان اذا مر فی بعض ازقۃ المدینۃ علم مرورہ بہ

جب آپ کا مدینہ کی کسی گلی سے گزر ہوتا تو خوشبو سے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خبر ہوجاتی تھی۔ برائحتہ۔

(نسیم الریاض جلد ۱ ص ۳۴۶)۔

ایک صحابی کا قصّہ

فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نہ ملے تو میں حسبِ دستور گلیوں کوچوں میں آپ کی خوشبو کے سہارے پر چل پڑا۔ لیکن یہاں مدینہ پاک میں کہیں پتہ نہ چلا تو میں نے شہر سے باہر نکل کر خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لیا۔ اس طرح مجھے قبا شریف کی طرف خوشبوئے نبوی محسوس ہوئی، (تو) میں اِدھر چل پڑا مسجد قبا میں تو آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ اِدھر اُدھر گھوما تو آپ کو ایک کنویں پر بیٹھا پایا۔ اس طرح سے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ (آئینہ حرم)

زائرینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جن خوش قسمت حضرات کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے، اُن کی زیارت والی جگہ سے دیر تک خوشبو مہکتی رہتی ہے۔ ایسے واقعات کی تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب ''زائرینِ مصطفٰے'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطالعہ کیجئے۔

قبورِ معطّر

بہت زیادہ درود شریف پڑھنے والوں اور حدیثِ پاک سے بے حد محبت رکھنے

والوں کے مزارات سے خوشبو کا ہونا بہت سارے اولیاء ومشائخ کے متعلق مشہور ہے۔ حضرت امام بخاری اور صاحب دلائل الخیرات کے مزارات کی خوشبو مشہورِ عام ہے۔

گزشتہ صدی کے ایک بزرگ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا مزار اُن کے دفنانے کے بعد مہک اٹھا، اس لئے کہ وہ ہر شب جمعہ تمام رات لازمی طور پر درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔ (وغیرہ وغیرہ)

لطیفہ

مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی جب فوت ہوا تو اس کے متعلقین بازار سے عطر خرید کر کے اس کی قبر پر چھڑک دیتے۔ پھر عوام کو اس کی بزرگی منوانے کے لئے خوشبو کی خوش خبری سُناتے۔ لیکن قدرت نے ان کا پردہ فاش کر دیا۔ جب کسی منچلے نے اس حرکت کو دیکھ کر واویلا مچا دیا تو عوام کو یقین ہوا کہ اس جماعت میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔

مدینہ مہک رہا ہے

آج بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی حیات کی بہتر دلیل آپ کا سارا مدینہ پاک ہے کہ آپ کے معطر جسم کی پھیلی ہوئی خوشبوؤں کے باعث سارا شہر مدینہ خوشبو سے مہک رہا ہے۔ اسی لئے مدینہ شریف کے نام طیبہ، طیّبہ، طاہر، بطحیٰ ہیں۔ لیکن یہ خوشبو اُسے نصیب ہوتی ہے جس کے ایمان کی ناک ہر گندی آلائش سے پاک

اور صاف ہے۔ اور جن کے ایمان کی ناک نہیں، یا شرک و بدعت کے نزلہ و زکام سے ماؤف (بے حس) ہے، اُسے خوشبو کہاں نصیب، اُسے تو مدینہ پاک کی فضا ہی ناخوشگوار لگے۔

رہگزر معطر

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح خوشبودار بنایا تھا کہ جس جگہ، گلی، راستے سے آپ کا گزر ہوتا، وہ خوشبو سے مہک اُٹھتے۔ بعد میں گزرنے والا ہر شخص یہ محسوس کر لیتا کہ اس راہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا گزر ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ ان راستوں پر ایسی خوشبو پاتا جو حضور ہی کے جسمِ اطہر کا حصہ تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کیفیت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

كان رسول الله اذا مرني طريق من طرق المدينة وجد منه رائحه الطيب وقالوا مر رسول الله من هٰذا الطريق. (خصائص کبریٰ ج ۱ ص۶۷)	محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے کسی راستے سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی مہک پاتے کہ پکار اُٹھتے کہ ادھر سے ان کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی گزر ہوا ہے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں:۔

لم یکن النبی یمر فی طریق فسیبعه احد الاعراف انه من طیبه (شفا شریف ج ا ص۸۷)۔

آپ جس راستے سے بھی گزر جاتے، بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔

گندے ذہن کا گندا سوال

جو لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اور صرف اپنے جیسا بشر مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں چونکہ حضور علیہ السلام بہت زیادہ خوشبو استعمال فرماتے تھے، یہ وہی خوشبو تھی نہ کہ جسم کے اندر کوئی خوشبو تھی۔

جواب:۔ یہ مہک اور خوشبو آپ کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ استعمال کردہ خوشبو کی، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشبو کے محتاج نہ تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال نہ بھی فرماتے تو پھر بھی یہی کیفیت رہتی۔ اس بارے میں محققین و محدثین کے ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

جواب نودی: حضرت امام نودی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن خصوصیات سے نوازا ان میں آپ کے جسم اطہر کا خوشبودار ہونا بھی ایک خصوصیت ہے۔

كانت هذا الريح الطيبة صفته صلى الله عليه وسلم وان لم يمس طيبًا۔

مہک آپ کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال نہ فرماتے۔
(نووی علی المسلم جلد ۲ صـ ۲۵۶)

۲۔ امام اسحاق بن راہویہؒ اس بات کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ان هذا الرائحة طيبة كانت رائحة رسول الله من غير طيب۔
(سبل الہدیٰ جلد ۲ صـ ۱۲۰)۔

یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی تھی، نہ کہ اس خوشبو کی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

۳۔ امام خفاجیؒ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ريحها الطيبه طبعيًا خلقيًا خصه الله به مكرمة ومعجزةً له۔

اللہ تعالیٰ نے بطورِ کرامت ومعجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر میں پیدائشی اور طبعی طور پر مہک رکھ دی۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس صفت کا بیان یوں کرتے ہیں:

یکی از صفاتِ عجیب آنحضرت طیب ریح است کہ ذاتی وی صلی اللہ علیہ وسلم بود بے آنکہ استعمال طیب از خارج کند و ہیچ طیب بداں نمی رسید۔ (مدارج جلد ا صـ۲۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے آپ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کرسکتی۔

۵۔ علامہ احمد عبدالجواد الرومی لکھتے ہیں:۔

کان رسول اللہ طیبا من غیر طیب ولکنہ کان یتطیب ویتعطر توکید الرائحہ وزیادتی فی الاذکا (شرح شمائل صـ۲۶۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا، لیکن آپ اس کے باوجود پاکیزگی ولطافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرمالیتے۔

۶۔ شیخ ابراہیم بیجوریؒ فرماتے ہیں:۔

وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرائحۃ وان لم یمس طیبا کما جاء فی الاخبار الصحیحۃ لکن

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہی۔ ہاں

كان يستعمل الطيب آپ خوشبو کا استعمال فقط

زيادة فی الطيب الرائحة اضافہ کے لئے کرتے تھے۔

(المواہب الدنیہ ج ا ص۱۰۹)۔

سوال آپ کے جسمِ اطہر میں خوشبو واقعہ معراج کے بعد پیدا ہوئی، تولہٰذا یہ خوشبو آپ کی بشریت کی نہ ہوئی۔ بلکہ خارجی اسباب سے ہوئی۔

جواب نمبر۱ مذکورہ بالا جتنی روایات ہیں یہ تمام کی تمام اس بات کی دلیل ہیں کہ خوشبو ہمیشہ سے آپ کے جسمِ اطہر کا حصہ تھی۔ خصوصاً سیدہ آمنہ، سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہما اور ابو طالب کی روایات میں تو اس بات کی وضاحت ہے کہ پیدائش کے وقت ہی سے خیر البشر کا بدن معطر و خوشبودار تھا۔ جس کا تذکرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما (ريحه يسطح كالمسك الاذفر یعنی آپ کی خوشبو تروتازہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔)

اور سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہما نے: (لم يبق منزل من منازل بنی سعد الاشممنا منه ريح المسك یعنی آپ کی برکت کی وجہ سے بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی۔) کے الفاظ میں کیا ہے۔

جواب نمبر۲ جن لوگوں کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک

روایت سے غلط فہمی ہوتی ہے اس کی وجہ سے انہوں نے یہ کہا کہ خوشبو معراج سے پہلے آپ کے جسم کا حصہ نہ تھی بلکہ واقعۂ معراج کے بعد حاصل ہوئی۔ یہ اُن کی غلط فہمی ہے، جیسے اُن کی عادت ہے کہ احادیثِ مبارکہ سے اپنی غلط مزاجی سے اپنا مطلب نکالتے ہیں: فقیر اصل حدیث پیش کرتا ہے۔

ابنِ مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسرابہ ریحہ ریح عروس۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صا ۱۳۱)۔

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ اسریٰ کا دولہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپ کے جسمِ اطہر سے دلہن کی خوشبو کی طرح خوشبو آتی تھی بلکہ آپ کی خوشبو دلہن کی خوشبو سے زیادہ نفیس تھی۔

مذکورہ روایت کی تحقیق

احادیث کے تحقیق کرنے والے، محدّثین اور تشریح کرنے والے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں حضرت انس کا مقصد معراج سے پہلے خوشبو سے انکار نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ معراج کے بعد آپ کی جسمانی خوشبو میں مزید اضافہ ہوا، اور پہلے سے بھی زیادہ عجیب مہک کی حامل ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے دُلہن کی خوشبو

سے بڑھ کر قرار دے رہے ہیں۔ چونکہ خوشبو دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو مطلق خوشبو ہے جو ہر کوئی، ہر موقع پر استعمال کرتا ہے۔ لیکن خوشبو کی ایک دوسری قسم بھی ہے جسے خاص اوقات میں استعمال میں لایا جاتا ہے، جیسے سہاگ رات والے کمرے کے لئے مخصوص خوشبو جسے عام طور پر دلہنیں استعمال کیا کرتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ واضح فرما رہے ہیں کہ جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج دولہا بنایا گیا، تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی خوشبو پہلے سے بھی زیادہ عجیب تھی۔

تصریحات

تفسیر لکھنے والوں کی وضاحتیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ اس بارے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لا دلالته فیه علی صبد	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
أطیب ریح جسده من	مروی روایت کی دلالت اس بات
لیلة الاسراء کما زعم	پر ہرگز نہیں کہ آپ کا جسمِ اقدس
اذ ریح عروس اخص من	معراج کے بعد خوشبودار ہوا بلکہ اُن
مطلق رائحته طیبة فلا	کا مقصد یہ ہے کہ اب آپ کے
ینافی انه طیب الرائحة	جسمِ اقدس کی مہک میں اس طرح

من جيسن ولد۔

(المواهب مع الزرقانی ص ۲۲۳ جلد ۴)

اضافہ ہوا کہ اب دُلہن کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبو محسوس ہوئی کیونکہ دُلہن کی خوشبو دوسری خوشبوؤں سے ممتاز ہوتی ہے، لہٰذا ان کا یہ قول ان روایات کے منافی نہیں جن میں یہ موجود ہے کہ آپ کے مقدس جسم میں پیدائش کے وقت خوشبو تھی۔

۲۔ علامہ خفاجی بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو اضافہ پر گمان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انه طيب العنصر لكنه لما اتصل بالملاء الاعلىٰ والجنان وهبت عليه نفحات القدس ازداد وكان صلى الله عليه وسلم طيب لا يشبه طيب الدنيا فله طيب ذاتی وطيب مكتسبت من العالم القدس

یہ مسلم ہے کہ آپ کا جسم اطہر خوشبودار تھا۔ لیکن معراج کے موقع پر جب آپ کا گزر ملاءِ اعلیٰ جنان سے ہوا اور تجلیاتِ باری کے انوار کی فضاؤں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک جسم کو مَس کیا تو اب اس کی جھلک بھی دکھائی دیتی، حالانکہ پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں ایسی خوشبو تھی جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی خوشبو نہیں کرسکتی تھی۔ گویا یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے جسم پاک میں دو طرح

لا یفارقہ وھوالطیب الطیب۔ کی خوشبوئیں تھیں۔ ایک تو ذاتی جو ولادت (پیدائش) سے پہلے موجود تھی۔ اور ایک کسبی، جو عالم قدس وانوار کا مظہر تھی۔ اور یہ خوشبو بھی پھر (نسیم الریاض، ج ۱، ص ۳۴۸)۔ آپ کے جسم پاک کا حصہ بن گئی، اور یہ خوشبو سب خوشبوؤں سے بڑھ کر تھی۔

دائمی خوشبو

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان طیب الریح دائماً۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲)

اے مسلمان، اس بات پر یقین رکھ کہ آپ کا جسم پاک ہمیشہ سے خوشبودار تھا۔

خوشبو بعد وصال

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ انسانی جسم سے جب روح پرواز کر جاتی ہے، تو اس کے بعد وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جسم کی تر و تازگی بحال نہیں رہتی۔ جسمِ مصطفوی کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وصال کے بعد وہ نہ صرف تر و تازہ رہا بلکہ اس کی مہک بھی اسی طرح قائم رہی جس طرح وصال سے پہلے تھی۔

شفاء شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

غسلت النبی فذھبت میں نے رسالت مآب کو غسل دیا۔ جب

انظر ما یکون من المیت — میں نے آپ کے جسمِ پاک سے خارج ہونے
فلم اجد شیئاً فقلت — والی کوئی ایسی چیز نہ پائی جو دیگر اموات سے
حیاً و میتاً۔ — خارج ہوتی ہے، تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب
(شفاء قاضی عیاض ج ا ص ۸۹) — ظاہری حیات اور وصال کے بعد، دونوں
حالتوں میں پاکیزگی کا منبع ہیں۔

اور پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا:۔

وسطعت منه ریح — (غسل کے وقت ہی) آپ کے جسم پاک
طیبة لم نجد — سے ایسی خوشبو کے ایسے حُلّے شروع ہوئے
مثلها قطر (شفاء ج ا ص ۸۹) — کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سُونگھی نہ سُنی۔

فائدہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب میں نے آپ کے مُبارک پیٹ پر ہاتھ پھیرا، تو بس ہاتھ پھیرنے کی دیر تھی (کہ):۔

فاح ریح المسك فی — تمام گھر خوشبو سے مہک اُٹھا۔
البیت لما فی بطنه۔ — (شرح شفاء ملا علی ج ا ص ۱۶۱)۔

فائدہ حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ کے پیٹ مُبارک پر ہاتھ پھیرا تو:

قیل وانتشر فی المدینه — تمام مدینہ خوشبو سے مہک اُٹھا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وضعت یدی صدر رسول اللہ یوم مات فمر بی جمع واتوضاء مایذھب ریح المسک من یدی۔ (خصائص کبریٰ ص۲۷۴)

میں نے وصال کے بعد آپ کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھا، اس کے بعد مدت گزر گئی، کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں (یعنی کام کاج کرتی ہوں۔) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو نہیں گئی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ع واہ رے عطر خداداد مہکنا تیرا

خوشبودار مزار

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہو چکے تو سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر انور پر حاضر ہوئیں۔

فاخذت قبضۃ من تراب القبر فوضعتہ عینھا وبکت وانشات ماذا علی من شم تربتہ احمد۔ ان لایشم مدی الزمان غوالیا

تربت مبارک کی خاک اٹھا کر آنکھوں سے لگالی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے یہ شعر پڑھا:

"جس شخص نے آپ کی تربت مبارک کی خاک کی خوشبو کو سونگھ لیا، اسے

اس کے بعد دنیا میں کسی خوشبو کی ضرورت نہیں رہتی۔

زندہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ خوشبو

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ آپ جن راستوں سے گزر جاتے، وہ آپ کے جسم پاک کی خوشبو سے مہک اٹھتے تھے۔ اس پر اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ آج بھی آپ کا مدینہ پاک خوشبو سے مہک رہا ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "محبوب مدینہ"

جسمِ مطہر

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ پاک کی پاکی کا کیا کہنا کہ وہ اشیاء (فضلات) جو دوسرے لوگوں کے بدبودار اور پلید ہیں، وہ آپ کے جسم مبارک کے پاک و صاف بلکہ معطر و خوشبودار تھے۔ مثلاً:

خونِ مبارک

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک نہ صرف پاک بلکہ اس میں عجیب قسم کی مہک تھی۔ امام حاکم، بزار، طبرانی نے بیان کیا ہے کہ ایک موقع پر آپ نے پچھنے لگوائے۔ ان کی وجہ سے جو خون برتن میں جمع ہوا، آپ نے عبداللہ بن زبیر کو حکم دیا کہ اس کو کہیں باہر دفن کر آؤ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر یہ خون لے کر باہر آئے، تو سوچا کہ اسے کہاں دفن کروں؟ اچانک خیال آیا کہ آج تو اسے بطور تبرک پی ہی لینا

چاہیئے کیوں کہ ایسا موقع شاید دوبارہ نہ آئے۔ آپ نے یہ سوچ کر خُون پی لیا۔

فبلغ رسول الله فعله فقال اما انه لامصيبة النار۔ (شرح الشفاء، ج ۱ ص ۱۶۱)۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا عبداللہ بن زبیر کے جسم کو جہنم کی آگ نہیں جلا سکتی۔

خُونِ اقدس شہد سے میٹھا تھا

مشہور تابعی امام شعبی بیان کرتے ہیں۔

فقيل لابن الزبير كيف وجدت طعم الدم۔ اما الطعم فطعم العسل واما الرائحة فرائحة المسك۔

عبداللہ بن زبیر سے لوگوں نے پوچھا کہ بتلائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا ذائقہ کیسا تھا، آپ نے فرمایا۔ ذائقہ شہد کی طرح اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی۔

وصال کے وقت تک مُنہ سے خوشبو آتی رہی

امام قسطلانی کتاب "الجواہر الملکون فی ذکر القبائل والبطون" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لما شرب عبد الله بن زبير

جب سے عبداللہ بن زبیر نے

آپ کا خون مُبارک نوش کیا تھا، اسی دن سے اُن کے مُنہ سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی، حتیٰ کہ وہ خوشبو اُن کے مُنہ میں اس دن تک رہی جب تک اُن کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا گیا۔

دمه تضوع فمه مسكاً
وبقيت رائحته
موجودة في فمه
الى ان صلب۔

فائدہ:۔ جسم کی پاکی (طہارت) کا اس سے بڑھ کر اور کون سا کمال ہوگا کہ جس پر بھی جسم کا کوئی حصہ مس کر (چھُو کر) جاتا، وہ بھی خوشبو دار و معطر ہو جاتا۔

عطری بنا دیا

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مُبارک) اس طرح خوشبو دار تھا کہ اگر کسی بھی شخص کا جسم آپ کے ساتھ مس ہو جاتا، تو اس میں بھی مہک پیدا ہو جاتی۔ مثلاً اگر کسی نے آپ سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی، تو اس کے ہاتھوں میں خوشبو ہی خوشبو ہوتی۔ اگر آپ نے کسی کے جسم پر دستِ شفقت پھیر دیا، تو اس کے جسم سے خوشبو آتی رہتی۔ جس بچّے کے سر پر آپ اپنا مُبارک ہاتھ رکھ دیتے، وہ اس کی برکت سے آنے والی خوشبو کی وجہ سے اس طرح دوسروں سے ممتاز ہو جاتا کہ ہر کوئی کہتا کہ اس کے سر پر رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

وکان کفه کف عطار مسها طیب لم یصافحه المصافح فیظل یجد ریحها ویضع یده علی راس الصغیر فیعرف من بین الصبیان من ریحها من رائه۔

(مواہب الدنیہ)

کہ آپ دنیاوی خوشبو استعمال فرمائیں یا نہ فرمائیں آپ کے مبارک ہاتھ ہر وقت اس طرح خوشبودار رہتے جس طرح کسی عطار کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کی سعادت حاصل کر لیتا تو تمام دن اس کے ہاتھ سے خوشبو آتی رہتی۔ اس طرح اگر آپ کسی بھی بچے کے سر پر اپنا دستِ شفقت رکھ دیتے، تو وہ بچہ اس کی خوشبو سے تمام بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

لعابِ دہن

طبرانی میں حضرت عتبہ بن فرقد (جنہوں نے فاروق اعظم کے عہدِ مبارک میں موصل کو فتح کیا) کے بارے میں ان کی بیوی اُمِ عاصم سے روایت ہے کہ، ہم عتبہ کی چار بیویاں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے خاوند کی خاطر ایک دوسرے سے زیادہ اور اچھی خوشبو استعمال کرتی، لیکن اس کے باوجود عتبہ کے جسم کی خوشبو ہماری خوشبو سے غالب رہتی۔ اس طرح جب عتبہ کسی محفل یا اجتماع میں جاتے، تو لوگ اُن سے پوچھتے کہ آپ یہ خوشبو کہاں سے لاتے ہیں، ایسی خوشبو تو یہاں میسر نہیں۔ ایک دن ہم تمام خواتین نے اُن سے

پوچھا کہ ہم خوشبو لگانے میں مبالغہ سے کام لیتی ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ کے جسم کی خوشبو بغیر خوشبو کے استعمال کے اس پر غالب آجاتی ہے اس کا سبب کیا ہے ؟ اس پر حضرت عتبہ نے یہ واقعہ سنایا:۔

اخذنی الثری علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاتیته فشکوت ذالك الیه فامرنی ان اتجرد فتجردت فقعدت بین یدیه والقیت ثوبی علی فرجی فنفث فی یده و مسح ظهری وبطنی بیده فعبق بی هذا الطیب من یومئذ۔

(رواہ الطبرانی، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۸۳ حجۃ اللہ علی العالمین)۔

میرے جسم پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں پھنسیاں نکل آئیں۔ میں نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر ان کے بارے میں عرض کیا۔ آپ نے مجھے کپڑے اُتارنے کا حکم دیا۔ میں کپڑے اُتار کر اور ستر ڈھانپ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر میری پُشت اور پیٹ پر پھیرا۔ جس دن سے میرے آقا نے دستِ مُبارک پھیرا ہے۔ اسی دن سے میرا جسم اس عمدہ خوشبو سے بسا ہوا رہتا ہے۔

فائدہ:۔ یہاں مقصد ان کی پھنسیوں کا علاج تھا، مگر آپ کے لعابِ دہن (Saliva) نے اُن کے جسم پر ایسا اثر کیا کہ نہ صرف

اُن کو پھنسیوں اور بیماریوں سے نجات ملی بلکہ جسم کو ہمیشہ کے لئے خوشبودار بنا دیا، حالانکہ اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو بھی استعمال کرنے سے اس کا اثر دو چار دن تک نہیں رہتا، اس کے بعد وہ ختم ہوتی ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کی تاثیر دیکھئے کہ اس نے جسم کو ہمیشہ کے لئے خوشبو دار کر دیا۔

فضلاتِ رسُول کی خوشبو

ڈکشنری میں فضلات زوائد (Extras) کو کہتے ہیں اور عرفِ عام میں پیشاب، پاخانہ، اور ہماری مُراد ان کے علاوہ تھُوک کھنکار رینٹھ وغیرہ ہے۔ اہلِ سُنّت کے نزدیک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ فضلاتِ مبارکہ پاک وصاف (طیب وطاہر) اور بیماریوں کی شفاء اور نجات کا باعث اور بہشت کے دستاویز ہیں۔

چنانچہ حضرت امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واما طیب ریحہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعرقہ فضلاتہ فقد کانت الرائحۃ الطیبہ صفتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	بہر حال آپ کی خوشبو اور پسینہ وفضلاتِ مبارکہ خوشبو والے تھے۔ اور خوشبو مہکتی ہوئی آپ کی جنت سے تھی۔

(مواہب الدنیہ)۔

اس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں:۔

وروی انه کان یتبرك ببوله ودمه صلی الله علیه وسلم۔	روایت ہے کہ آپ بول (پیشاب) مبارک اور خون مبارک سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہیچ کس فضلہ ایشاں را بروئے زمین ندیدہ زمین می شگافت وفرومی رود وازاں مکاں بوئے مشک شمیدند۔ (تفسیر عزیزی ص ۳۱۹ پ ۳۰)۔	کسی نے حضور علیہ السلام کے فضلہ پاک کا نشان زمین پر نہ دیکھا، بلکہ زمین نگل لیتی۔ اس سے مشک کی خوشبو سونگھتے تھے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فقیر کی کتاب "الدلائل القاہرہ" عرف "فضلاتِ رسول" خوب ہے۔ قارئین کے لئے یہاں چند حوالہ جات حاضر ہیں۔

فہرست حوالہ جات تصنیفات اسلاف در طہارت

فضلاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمار	نام کتاب ونام مصنف رحمتہ اللہ تعالیٰ	صفحہ
۱۔	بخاری شریف۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ	۳۷ ج ۱
۲۔	عمدۃ القاری للامام بدرالدین رحمتہ اللہ باری	۱۹ ج ۱

۳۔	الخصائص الکبریٰ۔ الامام السیوطی رحمۃ اللہ	۲۹۲/۹ ج ۱-۲
۴۔	کشف الغمہ، الامام الشعرانی رحمۃ اللہ	۵۰ ج ۲
۵۔	مواہب الدنیہ الامام القسطلانی مع شرح الامام الزرقانی رحمۃ اللہ	۲۳۳/۱۷۰ ج ۴/۱
۶۔	مدارج للشاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ	۲۴-۲۵ ج ۱
۷۔	اشعۃ اللمعات " " "	۲۴۲ ج ۱
۸۔	رد المحتار۔ الامام ابن العابدین شامی رحمۃ اللہ	۲۳۳ ج ۱
۹۔	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ الامام علی القاری رحمۃ اللہ	۳۴۰ ج ۱
۱۰۔	جمع الوسائل شرح شمائل۔ " " "	۳/۳ ج ۱
۱۱۔	شرح الشفاء علی الحفاجی " " "	۳۵۳-۳۵۴ ج ۱
۱۲۔	شفا شریف القاضی عیاض احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ	۵۳-۵۴ ج ۱
۱۳۔	تہذیب الاسماء واللغات۔ الامام النووی شارع مسلم رحمۃ اللہ	
۱۴۔	تفسیر عزیزی۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ	۳۰ پ ص ۲۱۹ سورۃ انشقاق
۱۵۔	دلائل النبوۃ۔ الامام ابی نعیم رحمۃ اللہ	ص ۲۸۰-۲۸۱
۱۶۔	زرقانی علی المواہب الامام عبد الباقی رحمۃ اللہ	۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۳۳
	شرح الشباہ الکبیریٰ	ج ۴
۱۷۔	کبیری شرح مینۃ الامام الحلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ	۱۸۰
۱۸۔	فتح الباری شرح بخاری۔ الامام ابن حجر رحمۃ اللہ	۲۱۸ ج ۱
۱۹۔	فیض الباری حاشیہ بخاری از انور کشمیری دیوبندی	۲۵۰-۲۵۱ ج ۱

۲۰۔	جواہر البحار۔ الامام النبھائی رحمۃ اللہ۔ جلد اول کے صفحات	۲۰۴ تا ۲۷۸
۲۱۔	انوار الباری شرح بخاری۔ احمد رضا بجنوری دیوبندی	
۲۲۔	نشر الطیب۔ اشرف علی تھانوی	
۲۳	جمال باکمال۔ مفتی جامع عباسیہ۔ بہاولپور	

حقیقتِ فضلات

ہماری غذا کے اثرات پلید اور غلیظ، اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا مبارک کے فضلاتِ شریفہ طیب و طاہر (پاک وصاف) بلکہ دارین کی نجات کے ضامن۔ لیکن بے سمجھ کے بارے میں ظاہر ہے کہ اسے دفتر کے دفتر بھی بے کار۔ پھر اگر بے سمجھی کے ساتھ ضدی بھی ہو تو....

بولِ اقدس

صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول اقدس (پیشاب) پینا نصیب ہوا۔ انہوں نے عمداً بول سمجھ کر پیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوتا تو بجائے ناراض ہونے کے دونوں جہانوں کے انعامات کی خوشخبری سے نوازتے۔ چند خوش قسمت صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کے واقعات میں سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

بی بی اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

رات اُٹھ کر ایک جانب برتن میں پیشاب فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی خادمہ جن کا نام اُمِ ایمن یا برکہ ہے، فرماتی ہیں کہ مجھے پیاس لگی، تو میں نے پانی سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مُبارک پیا۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ حضور وہ میں نے پی لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تجھے کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۴۴۸/۴۴۹)

فائدہ:۔ محدثین کرام مُلّا علی قاری، علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور اسی لئے دارقطنی محدث نے امام بخاری اور امام مسلم پر الزام لگایا کہ جب یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے موافق صحیح تھی تو انہوں نے اس کو اپنی کتابوں (صحیحین) میں کیوں درج نہ کیا۔

اگرچہ یہ الزام صحیح نہیں کیوں کہ شیخین (امام بخاری و امام مسلم) نے کبھی اس بات کو لازم قرار نہیں دیا کہ جو حدیث ہماری مقرر کی ہوئی شرط پر صحیح ہوگی ہم ضرور اس کو اپنی کتابوں (صحیحین) میں لائیں گے۔ لیکن دارقطنی کے اس الزام سے یہ بات ضرور ثابت ہوگئی کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۴۴۸/۴۴۹)۔

طہارتِ بول اقدس

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بول (پیشاب) مقدس کی پاکی اور ان میں شفاء اور جنت میں داخلہ کے متعلق اسلافِ صالحین (اگلے وقتوں کے بزرگوں) میں اختلاف نہیں۔ یہاں تک کہ علماء دیوبند نے بھی اس مسئلہ میں اہلسُنّت سے اتفاق کیا۔ یہاں صرف ایک حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں۔

رسالہ شمیم الحبیب قلمی ص۵ از مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی خاتم مثنوی (جس کو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے مستند اور بابرکت سمجھ کر نشر الطیب میں بڑے اہتمام سے نقل کیا ہے) دراصل وہ چند حدیثوں کا خلاصہ ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں۔ اور تھانوی صاحب نے یہی نقل کرکے ہماری تائید کی۔

قال انس ماشممت عنبراً قط ومسکاً اطیب من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان یصافح فیظل یومہ یجعل ریحھا ویضع یدہ علی راس الصبی فیعرف من بین الصبیان بریحھا اونام فی دار انس فجاءت اُمّہ بقارورۃ تجمع فیھا عرقہ	حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کی خوشبو کو مشک اور عنبر وغیرہ کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ پایا۔ اور آپ کسی سے مصافحہ فرماتے، ہاتھ ملاتے تو سارا دن اس کے ہاتھوں میں خوشبو پائی جاتی۔ آپ کسی بچّے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ دوسرے بچّوں میں خوشبو کی وجہ سے ممتاز ہوجاتا۔ آپ

قالها رسول الله صلى الله
عليه وسلم عن ذالك فقالت
نجعله فى طيبنا وهو اطيب
الطيب وذكر امام البخارى
فى التاريخ الكبير عن جابر
لم يكن يمر النبى صلى الله
عليه وسلم فيتبعه احد
الا عرف انه سلك من
طيبه قال اسحٰق بن
راهويه ان تلك كانت
رائحه بلا طيب وروىٰ
ابراهيم بن اسماعيل
المزنى من جابر انه
اردفنى رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلّم فالتقمت
خاتم النبوة بفى فكان
ينم علىّ مسكا وروىٰ
انه اذا تخوّط انشقت

حضرت انس کے گھر میں سونے لگے
تو اس کی ماں ایک شیشی میں آپ
کا پاک پسینہ جمع کرنے لگی۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیوں؟
اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم، ہم اسے خوشبو کے طور پر
استعمال کریں گے۔ اور یہ بہترین خوشبو
ہے۔ اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا
ہے کہ آپ جس کوچہ سے گزرتے راستہ
چلنے والوں کو کوچہ کے خوشبودار ہونے
کی وجہ سے پتہ چل جاتا کہ آپ اس
راستہ سے گزرے ہیں۔ حضرت اسحاق بن
راہویہ کہتے ہیں کہ آپ کی یہ خوشبو کسی خوشبو
کے استعمال کی وجہ سے نہ تھی۔ حضرت
ابراہیم بن اسماعیل مزنی نے فرمایا کہ حضرت
جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک
بار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الارض فابتلعت عائطه وبوله وفاحت لذلك رائحة طيبة كذاروت عائشة ولذا قيل بطهارة الحديثين منه حكاه ابو بكر بن سابق المالكي وابونصر وشرب عبد الله بن زبير دم حجامة وشربت بركة بوله و اُمِّ ايمن خادمة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فلم تجداه الاكماء عذب طيب۔

نے مجھے (سواری پر) اپنے پیچھے سوار کر لیا اور میں نے آپ کی مہرِ نبوّت کو مُنہ میں لے لیا تو مشک کی لپیٹیں آنے لگیں اور روایت کی گئی ہے کہ آپ جب قضائے حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے فضلات کو نگل جاتی اور اس جگہ سے پاکیزہ خوشبو آتی رہتی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں حدیثوں سے پاکی کا قول کیا گیا ہے۔ اسے ابوبکر بن سابق مالکی اور ابونصر نے بیان کیا ہے، اور مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جنگ اُحد کے روز آپ کے زخم کو چُوسا اور خُون پی لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو آگ نہیں پہنچے گی اور عبد اللہ بن زبیر نے آپ کے پچھنے کا خون پی لیا اور برکت اُمِّ ایمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی نے بے صبری میں آپ کا پیشاب پی لیا اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ پاکیزہ خوشبودار آبِ شیریں پی رہی ہیں۔

فائدہ: بول اقدس کا خوشبودار ہونا آئمہ (امام کی جمع) اور مخالفین کی وضاحت سے ثابت ہو گیا، بلکہ پینے والوں نے اس کے خوشبودار ہونے کی تصدیق وتائید فرمائی۔ اس کے باوجود کوئی نہ ملنے تو......

فضلات خوشبودار

اس حدیث سے اور اسی مضمون کی دیگر صحیح احادیث سے جلیل القدر ائمہ دین اُمت کے بلند شان محدّثین کرام اور فقہاء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مُبارک بلکہ جملہ فضلاتِ شریفہ کی خوشبو و پاکی کا قول کیا، جیسا کہ اُوپر تفصیل سے عبارتیں نقل کی گئیں۔ بلکہ محدثین اور مفسرین کرام نے اس مضمون میں بعض روایتیں بیان فرمائی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز مبارک مُشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھا۔

کئی پُشتوں تک خوشبو

حضرت شاہ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک پینے والے صحابہ وصحابیات کے ذکر میں ایک روایت بیان فرمائی۔

در بعضے روایات آمدہ است کہ مردے بول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ خوردہ بود وبس وے خوش	بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پیا تو اس سے خوشبو مہکتی تھی بلکہ کئی پشتوں تک

می دمید از اولادے و تا چند   خوشبو مہکتی رہتی۔

پشت۔ (مدارج النبوّۃ)۔

ازالۂ وہم

پُشتوں تک کسی اثر کا باقی رہنا عقلی طور پر مخالفین بھی مانتے ہیں، مثلاً موروثی بیماریوں اور دیگر عادات کو ڈاکٹر و طبیب تسلیم کرتے ہیں۔ معجزات میں تو عقل کا کوئی دخل نہیں۔ آنکھ بند کرکے ماننا ایمان بالغیب کی خاصیّت ہے اور مذکورہ بالا واقعہ معجزہ ہے اور اس طرح کا معجزہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینۂ مبارک کی خوشبو پشتوں تک منتقل ہونا مسلم اور صحاح کی حدیثوں سے ثابت شدہ بلکہ مشاہدہ کی بات ہے۔

بخاری شریف کی شرح لکھنے والے امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس بچّی کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ نصیب ہوا اس کی اولاد کو میں نے اپنے دور میں دیکھا کہ اُن سے عطر سے بڑھ کر خوشبو مہکتی تھی۔ امام مذکور کا دور دسویں صدی کا ہے۔ تو جب پسینہ کی خوشبو صدیوں تک منتقل ہونے کو ماننے پر کسی کو مشکل نہیں، تو پیشاب مبارک میں بھی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بھی فضلہ وہ بھی فضلہ۔ اس کو اپنے پر قیاس کرنا بھی غلط ہے کیونکہ تمہارے فضلات غلیظ، پلید اور بدبودار اور حضور علیہ السلام کے فضلات

مُبارکہ طیّب، طاہر، لطیف اور خوشبودار۔

بول پینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

اسی مدارج میں ہے کہ:

بارِ دیگر زنے بود کہ نام وے برکتہ بود نیز خدمت می کرد آں حضرت را پس بخورد بول را و فرمود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحت یاام یوسف بیمار نشوی ہرگز۔ پس بیمار نمے شد آں زن ہرگز مگر بہماں بیماری کہ دراں روز از عالم رفت۔

نیز دوسری بار ایک اور بی بی جس کا نام برکت تھا جو حضور علیہ السلام کی خدمت کرتی تھی۔ اس نے بھی آپ کا بول مبارک پیا۔ آپ نے اُسے فرمایا، اے اُمِّ یوسف (یہ اس کی کُنیّت تھی) تو تندرست رہے گی۔ وہ بیمار نہ ہوئی، بس آخری بیماری سے وفات پائی۔

یہی شیخ قدس سرہٗ آگے فرماتے ہیں:۔

در بعضے روایات آمدہ است کہ مردے بولِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خوردہ بود۔ پس بوئے خوش می دمید از وے و اولاد وے تا بہ چند پشت انتھے۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ کسی ایک مرد (صحابی) نے حضور علیہ السلام کا پیشاب پیا تو اس کے مُنہ سے خوشبو مہکتی تھی، بلکہ چند پُشتوں تک اس کی اولاد سے بھی۔

پھر یہی شیخ لکھتے ہیں :

در روایت است کہ مردم تبرک می کردند ببول اما مذکور شد. احادیث آن۔

اور روایت ہے کہ عوام (صحابہ) کرام حضور نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو متبرک سمجھتے تھے۔ چند روایات ہم نے بیان کردی ہیں۔

فائدہ:۔ جس ذات مبارکہ و مطاہرہ کا بول و خون تبرک ہو، اس کا برکت کا باعث نہ ہونا کوئی معنی نہیں۔ اور جب صحابۂ کرام بول اور خون سے برکت حاصل کریں اور خون و پیشاب کو تبرک قرار دیں، تو ہم اُمّتی اسے اس سے بڑھ کر اعلیٰ تبرک مانیں۔ لیکن اگر اُمّتی وفادار ہوں، ورنہ غدّار اُمّتی تو اسے تبرک ماننے کے بجائے اسے شرک بتا رہا ہے۔ ایسے غدار اُمّتی کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردۃ الجن والانس میں شامل فرمایا، یعنی اعلان فرمایا کہ مجھے ہر شے جانتی اور مانتی ہے کہ میں کس شان کا مالک ہوں۔ سوائے چند بدبخت انسانوں اور جنّوں کے۔ ایسے غداروں سے حضور علیہ السلام نے " فاحذروھم" ان سے بچ کر رہنا " ایاکم و ایاھم" خود کو ان سے دور رکھنا اور انہیں اپنے سے۔

فقیر نے ان کی علامات " الاحادیث النبوۃ " میں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی اُمّت کو مُشرک قرار دیں گے۔

گُل گُلاب اندر

حدیث شریف میں ہے کہ جو چاہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو، اُسے چاہیئے کہ وہ گُلاب کا پھول سُونگھے کیوں کہ شبِ معراج (یہ) آپ کے پسینہ مبارک سے پیدا ہوا۔ (حاشیہ دلائل الخیرات۔)

گُلاب کی خوشبو

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے میرے پسینہ سے گُل سفید پیدا فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ گُل سرخ حضور علیہ السلام کے پسینہ سے پیدا ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور سرورِ عالم نُورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج کی واپسی پر میرے پسینہ کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی، اس لئے گُل سرخ پیدا ہو گیا۔ جو شخص مجھے سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھ لے۔" (مواہب الدنیہ)

ازالۂ وہم

بعض لوگ گلاب کی حدیث پر شک کرتے ہیں، حضرت شاہ محدث عبدالحق محقق فنِ حدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ محدثین کا اصطلاحی حق ہے لیکن فضیلتِ محبوبِ حق بھی حق ہے۔ اسی لئے محدّث امام ابوالفرج ہروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ان حدیثوں میں آیا ہے وہ نبیٔ مختار صلی اللہ علیہ

وسلم کے فضل وفضیلت کے بے کنار دریا ایک قطرہ ہے۔ جو عزت پروردگار عالم نے اپنے حبیب کریم ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشی ہے۔ اور جس مرتبہ پر آپ کو بلند فرمایا ہے، یہ ان کے بڑے حصہ کی ایک معمولی سی مقدار ہے۔ (مواہب الدنیہ)

مزید دلائل کے لئے فقیر کی تصنیف "الدلائل القاہرہ، فی فضلات النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیبہ طاہرہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

براز مقدس

انسان کے پیشاب میں بدبو تو آتی ہے معمولی اور غیر محسوس، لیکن قضاء حاجت کی بدبو جملہ حیوانات سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنی قضائے حاجت سے خود بھی نہ صرف بیزار ہوتا ہے، بلکہ ناک پر کپڑا رکھتا ہے۔ لیکن حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا تصور جہنم میں لے جائے گا۔ بلکہ صحیح حدیثوں کی تشریح سے بشریت کی رٹ لگانے والوں کے مُنہ پر طمانچہ، چند روایات پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے کہ براز مبارک میں وہ خوشبو تھی کہ دنیا کے تمام عطریات شرمائیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:۔

رایت یارسول اللہ انك تدخل   یارسول اللہ میں آپ کو بیت الخلاء

الخلا فادا خرجت دخلت فی اثرك فما اریٰ شیئاً الا انی اجد رائحة المسك۔

میں داخل ہوتے دیکھتی ہوں۔ آپ کی فراغت کے بعد اس میں کچھ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ میں اس سے مُشک کی سی خوشبو پاتی ہوں۔

اس کے جواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علی ارواح اهل الجنة فما خرج منها شی ابتلعته الارض۔

ہم انبیاء علیہم السلام وہ ہیں جن کے جسم اہل جنت کی رُوحوں کے اُوپر ہوتے ہیں۔ ان سے جو کچھ خارج ہوتا ہے اُسے زمین نگل جاتی ہے۔

(رواه ابو نعیم وشفا خصائص ج ۱ ص۷ زرقانی ج ۴ ص ۲۲۹)

قاضی عیاض فرماتے ہیں:۔

انه صلی الله علیه وآله وسلم اذا اراد ان یتغوط انشقت الارض وابتلعت بوله وغائطه وفاحت لذالك رائحه طیبة۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی، وہ آپ کے بول وعائط شریف (براز) کو نگل جاتی۔ اسی لئے وہاں سے خوشبو مہکتی رہتی تھی۔

کمالِ عقیدت جابر رضی اللہ عنہ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی۔ فراغت کے بعد تشریف لائے۔ میں اس ارادہ پر وہاں گیا کہ آپ سے جو کچھ خارج ہوا کھالوں گا، لیکن وہاں کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ اس جگہ مشک کی خوشبو آرہی ہے۔

فائدہ:۔ کتنا کمالِ عقیدت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلہ مبارک کھانے بیت الخلاء گئے۔ کیا وہ نہیں سمجھتے تھے کہ بشر کا فضلہ پلید اور نجس، بلکہ بدبودار ہے۔ لیکن وہ صحابی تھے وہابی نہ تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر نہیں نورِ الٰہ سمجھتے تھے۔

مسئلہ

حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارک، پیشاب اقدس اور براز مقدس وغیرہ ہمارے لئے نہ صرف دنیا بلکہ جنت کی ہر نفیس سے نفیس تر غذا سے بڑھ کر ہے۔ لیکن شانِ نبوت اتنا بلند ہے کہ آپ کے لئے فضلاتِ مبارکہ اسی طرح ہیں جیسے ہمارے لئے اپنے فضلات۔ مزید تفصیل "فتاویٰ رضویہ" یا فقیر کی کتاب "الدلائل القاہرہ فی فضلات الرسول طیبہ وطاہرہ" کا مطالعہ کیجئے۔

استنجے کے ڈھیلے کی خوشبو

قضائے حاجت سے فراغت کے بعد مٹی کے تین ڈھیلوں سے استنجا سُنّت ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کی تعلیم کے لئے ڈھیلے استعمال فرمائے۔ عام آدمی کے استعمال کے ڈھیلوں کا وہی حال ہے جو اس کی قضائے حاجت کا، یعنی بدبو ہی بدبو۔ لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ڈھیلوں کو استعمال فرمایا، پہلی بات تو یہ کہ وہ استعمال کے بعد غائب ہوجاتے، اگر کچھ بچ جاتے، تو اس کا حال ایک صحابی سے سُنئیے۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روی ان رجلاً قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد فی النعب فلما خرج نظرت فلما اتی ورایت فی ذالک الموضع ثلثۃ احجار اللاتی استنجی بھن یفوح منھن روائح المسک فکنت جئت یوم الجمعۃ المسجد اخذ تھن فی جیبی فتتغلب

صحابۂ کرام میں سے ایک مرد سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت رفع کرنے کے لئے بہت دُور تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو میں نے اس جگہ نظر کی۔ کچھ نہ پایا، البتہ ڈھیلے پڑے تھے۔ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا فرمایا تھا، میں نے انہیں اٹھا

روائحهن ورائحه من تطیب وتعطر۔ (شرح شفا شریف لعلی القاری ج ۱ ص ۱۶۲ و مواہب الدنیہ)

لیا۔ ان ڈھیلوں سے مشک کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں، جمعہ کے دن جب میں مسجد آتا تو وہ ڈھیلے آستین میں ڈال کر لاتا۔ ان کی خوشبو ایسی مہکتی کہ تمام عطر اور خوشبو لگانے والوں کی خوشبو پر غالب ہو جاتی۔

تعجب بالائے تعجب

ایسی روایات سے اگر کسی وہابی دیوبندی کو شک وشبہ ہو تو وہ مجبور ہے کیوں کہ وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے۔ لیکن مجھے تعجب ہے ان بعض اہلِ سُنّت لوگوں پر جو حضور کے نوری بشر کے قائل ہیں اور ایسی روایات پر شک بھی کرتے ہیں۔ حالاں کہ روایات نقل کرنے والے معمولی شخصیات نہیں، وہ پایہ کے محدّث اور چوٹی کے فقیہ عالمی بلکہ بقول مخالفین مجدد یعنی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، جو حنفیوں میں حدیث کے ناقد (ماہر)، اور تحقیق علمی میں بے مثال ہیں اور صاحبِ "مواہب بخاری شریف" کی شرح لکھنے والے اور شافعیوں میں بلند قدر محقق ہیں۔ انھوں نے مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ فضلاتِ مبارکہ کی پاکی اور خوشبودار ہونے کے بارے میں متعدد روایات واحادیث نقل فرمائی ہیں اس

لئے علمی طور پر بھی شک کی گنجائش نہیں۔ اور مذہب عشق میں تو شک کفر سے کم نہیں۔

محدثانہ گفتگو مخالفین کے ذہن میں ابنِ تیمیہ کی تعلیم نے پتھر پر لکیر کی طرح یہ تاثر بٹھادیا ہے کہ فضائل و کمالات کی روایات کمزور بلکہ موضوع (خود ساختہ) ہیں۔ لیکن اُن کے جو محققین کہلاتے ہیں وہ کبھی غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ اسی لئے ان کے لئے مندرجہ ذیل سوال و جواب حاضر ہے۔

سوال امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فضلاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابنِ علوان کی روایات موضوع (من گھڑت) ہیں۔ ہم صرف حدیث کے موضوع ہونے کی وجہ سے مُنکر ہیں۔ اگر یہ روایت کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوجائے تو ہم ماننے کو تیار ہیں۔

جواب یہ صرف زبانی بات ہے ورنہ ہم اس پاکیٔ فضلات کو صحیح ثابت کردکھاتے ہیں حضرت امام جلال الدین سیوطی پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، وہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی کا قول درست نہیں، کیوں کہ یہی حدیث سات صحیح سندوں سے روایت ہوئی ہے۔ اس کے بعد سات سندیں بیان فرمائیں۔ فقیر اویسی غفرلہٗ ان کی تلخیص (مختصر کرکے)

پیش کرتا ہے۔

نقشہ سات سندوں کا

حوالہ	سند کا متن	نمبر شمار
ابو نعیم	اسماعیل، عتبہ، محمد، امام سعد، عائشہ صدیقہ	۱۔
ابو نعیم	محمد، علی، زکریا، شہاب، عبد الکریم، ابو عبد الکریم کنیزِ عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۔
حاکم فی المدرک	مخلد، محمد، موسیٰ، ابراہیم، المنہار لیس (کنیزِ عائشہ صدیقہ)	۳۔
دار قطنی فی الافراد	محمد بن سلیمان باہلی، محمد بن احسان اموی، عبدہ بن سلیمان، ہشام بن عروہ ۔ عروہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (امام سیوطی رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سند کے اعتبار سے اعلیٰ ہے۔ ابنِ وحیبہ نے "الخصائص" میں اس سند کو لانے کے بعد فرمایا کہ یہ سند ثابت ہے۔ محمد بن حسان بغدادی ثقہ ہے اور صالح شخص ہے اور عہدِ شیخین (خلفائے راشدین) کے راویوں سے ہے۔	۴۔
حکیم ترمذی	عبد الرحمٰن بن قیس زعفرانی، عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید سے ذکوان ۔ (مرسلاً)	۵۔

۶۔ یہ سند امام سیوطی وفد جنات میں لائے ہیں۔

۷۔ وہی سند جسے سوال میں موضوع کہا گیا۔

جسمہٗ منورٌ فی البیتِ والحرم صلی اللہ علیہ وسلم البیت سے بیت اللہ اور الحرم سے حرم نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام۔ یہ قید اتفاقی ہے۔ کیونکہ آپ صرف حرمین میں نُور علیٰ نور نہیں بلکہ آپ علی الاخلاق نور ہیں، جس پر قرآن مجید میں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ہمارا عقیدہ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے اپنے پیارے محبوب مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

نورِ مبارک کو پیدا فرمایا۔ اور ہمیں اس نورِ عظیم کی پہچان کرانے کے لئے قرآن کریم میں صاف صاف بیان فرمایا۔ بڑے بڑے مفسرین و محدثین کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے آیتِ مذکورہ میں کلمہ نُورٌ مثل نورہٖ "سراجاً منیراً اور نُور اللہ" سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ پاک مُراد لیا ہے۔ جس کی تفاصیل تصانیف اہلِ سُنّت میں ہے۔

حدیث مُبارک

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیتِ مقدسہ کے متعلق بے شمار مبارک حدیثیں حدیث و تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔ دیگر جملہ حدیثوں کے علاوہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت مشہور ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی، یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا، اے جابر! بے شک و بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نُور اپنے نُور سے پیدا فرمایا۔ وہ نُور اللہ کی قدرت سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا ہے۔ اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ، فرشتے، آسمان و زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا، تو اس نُور کے چار حصے بنائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا پھر چوتھے کے چار

حصّے کئے۔ (الیٰ اخر الحدیث)۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے اور بہت ساری کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ مثلاً دلائل النبوۃ، ابونعیم، مدارج النبوۃ، خصائص کبریٰ وغیرہ۔

اقوال العلماء والمشائخ

۱۔ منطق الطیر میں شیخ عطار رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

آفتاب شرع دریائے یقین نور عالم رحمۃ للعالمین

وجہ کونین سلطان ہمہ، آفتاب جان وایمان ہمہ

نور او مقصود مخلوقات بود

اصل اصول و موجودات بود

ترجمہ: ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے آفتاب اور یقین کے بے پایاں سمندر اور تمام عالم کے نور اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کائنات کی اصل اور سب کے سلطان ہیں۔ اور آپ ایمان وجان کے آفتاب ہیں۔ ساری مخلوقات کا مقصود آپ کا نور ہے۔ آپ ہی اصلِ موجودات ہیں۔

۲۔ "مطالعہ المرات" میں امام فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محی لاحیاء

جمیع الکون بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فھو روحہ

وحیاتہ وسبب وجودہٖ وبقائہ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محی ہے یعنی زندہ فرمانے والے، کیوں کہ سارے جہان کی زندگی حضورؐ سے ہے۔

تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقاء کے سبب ہیں۔ مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو اپنی ذاتِ کریم سے پیدا کیا، یعنی عین ذات کی تجلی بلاواسطہ (DIRECT) ہمارے حضور ہیں۔ باقی سب اُن کے عکس و ظہور ہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تُو اصل وجود آمدی از نخست | دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست | ہمہ نور ہا پرتوِ نُور اوست

اسی طرح گزشتہ تمام بزرگوں کا عقیدہ ہے۔ تفصیل کتب اہلسنّت میں ہے۔

شمس الضحیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ضحیٰ (صبح تقریباً دس بجے) کے آفتاب ہیں۔ یہ صرف اظہارِ کمال کے لئے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جملہ کائنات کے آفتاب ہیں۔

ازالۂ وہم جن لوگوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار کیا ہے، انہیں آپ کی نورانیت کا بھی انکار ہے۔ یہاں ہم مختصراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نُورانیت کی روایات نقل کر رہے ہیں، تاکہ کسی کو اس بارے میں شک وشبہ نہ رہے۔

دُعائے نُور بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیثوں میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا منقول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

اللھم اجعل فی قلبی نورا وبصری نورا وفی سمعی نوراً وفی عمی نوراً وعن شمالی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً واجعلنی نوراً۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت پوست وخون واستخواں (ہڈی) اور میرے زیر وزبر، آگے وپیچھے اور دائیں بائیں اور ہر عضو میں نور بھر دے، مجھے نور کر دے۔

فائدہ:۔ بخاری شریف کی شرح لکھنے والے علامہ عینی اور دیگر

اماموں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر دعا مستجاب ہوئی مع اس دعا کے۔ تو جب یہ دُعا بھی قبول ہوئی تو آپ کی بشریت کو بھی نوری ماننا چاہیئے۔

سوال اس دعا سے یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نُور نہ تھے، دعا مانگی تو نُور ہوئے۔ حالاں کہ تم اہلسنت کہتے ہو کہ آپ پیدائشی نُور ہیں بلکہ اوّل الخلق ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلے نُور ہیں۔

جواب ضروری نہیں کہ جب دُعا مانگی جائے اور وہ چیز اس سے پہلے نہ ہو، بلکہ کبھی چیز پہلے بھی موجود ہو، لیکن استقامت یا اضافہ وبرکت کے لئے دعا مانگی جاتی ہے مثلاً ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ "اھدنا الصراط المستقیم" (ہدایت کی دُعا) یہاں استقامت مُراد ہے۔

بدرالدُّجےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیاروں اور تاریکیوں کو مٹانے والے چودھویں کے چاند ہیں۔ الدجیٰ سے کفر اور گمراہی کی تاریکیاں بھی مُراد ہوسکتی ہیں۔ اور ظاہری تاریکیاں بھی۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معنوی نُور بھی ہیں۔ اس کی چند روایات حاضر ہیں۔

انتباہ:۔ مخالفین یوں تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معنوی

نُور تو مانتے ہیں لیکن آپ کے حسّی نُور کے مُنکر ہیں۔ فقیر ذیل میں چند روایات عرض کرتا ہے۔

عقیدہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم دخل علیھا مسرورًا تبدق اساریر وجھہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۲)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش و مسرور ہو کر میرے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ (آپ کے) پیشانی کے خطوط چمک رہے تھے۔

ازالۂ وہم

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بشرًا من البشر (مشکوٰۃ) یعنے وہ حضور علیہ السلام بشروں میں ایک بشر تھے۔

مخالفین یہ روایت کرتے ہیں جب کہ یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ ہم اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں۔ لیکن اپنے جیسا نہیں بلکہ ہم آپ کی بشریت کو بھی نوُری مانتے ہیں، جس کی تفصیل اوپر گزری ہے۔

حدیث:۔ عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال مسألت خالی ھند بن ابی ھالۃ ربیب النبی صلی اللہ

علیه وسلّم وکان وصافاً عن حلیة النبی صلے اللہ علیہ وسلّم وانا اشتھی ان یصف لی منھا شیئاً القلق بہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فخما مفخما یتلألؤا القمر لیلة البدر۔

(شمائل ترمذی ص۲)

ترجمہ: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نانا حضور کے ربیب (سوتیلے بیٹے) ھند بن ابی ہالہ، جو حضور کے بہترین وصاف (اوصاف بیان کرنے والے) تھے، سے حضور کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حُلیہ مُبارک کچھ بیان کریں اور میں اس سے پوری طرح متعارف ہو جاؤں، تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عظیم و معظم تھے۔ آپ کا چہرہ ایسا چمکتا اور روشنی دیتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔

اسی حدیث میں آگے چل کر فرماتے ہیں " لہ نور یعلہ " یعنے حضور کی ناک مُبارک پر اور آپ کی ذات مقدسہ کا نُور ذات پاک پر غالب رہتا تھا۔

شرح

علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومعنی یتلألؤ یضئ ویشرق کاللولو

وقولہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر ای مثل تلألؤ

القمر لیلۃ البدر۔ (شرح شمائل صہ۲۳ مطبوعہ مصر)

یتلألؤ کے معنے روشن ہونے اور چمکنے کے ہیں جیسے موتی چمکتا ہے اور تلألؤ القمر لیلۃ البدر کے معنے یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور اس طرح چمکتا ہے جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔

حدیث:۔ عن جابر بن سمرۃ قال رائیت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضیحان وعلیہ

حلقۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر

فھو عندی احسن من القمر۔ (شمائل ترمذی صہ۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ چاندنی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر سرخ رنگ کا دھاری دار حلّہ تھا۔ میں حضور کو بھی دیکھتا اور چاند پر بھی نظر کرتا تو میرے نزدیک حضور چاند سے زیادہ حسین تھے۔

شرح:۔ علامہ شیخ ابراہیم بیجوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وفی روایة فی عینی بدل عندی والتقیید بالعندیة فی الروایه الاولیٰ یس لتخیص فان ذالک عند کل احدرَاہ کذالک۔

ترجمہ: ”اور ایک روایت میں عندی کی بجائے فی عینی آیا ہے۔ اور پہلی روایت میں ”عندی“ کی قید تخصیص کے لئے نہیں ہے۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ حسین تھے“۔ اس کے بعد اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

وانما کان صلے اللہ علیه وسلم احسن لان ضوءہ یغلب علیٰ ضوء القمر بل وعلیٰ ضوء الشمس ففی روایة لابن المبارک وابن الجوزی لم یکن له ظل ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضوءہ علیٰ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوءہ علی ضوء السراج۔

ترجمہ: اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ حسین اس لئے تھے کہ حضور کی روشنی چاند کی روشنی بلکہ سورج کی روشنی پر غالب رہتی تھی، کیوں کہ حضرت ابن مبارک اور علامہ ابن جوزی کی روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا سایہ نہ تھا، اور حضور سورج کے سامنے کبھی کھڑے نہیں ہوئے مگر حضور کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہو جاتی تھی۔ اسی طرح چراغ کے سامنے کبھی کھڑے نہیں ہوئے مگر چراغ کی روشنی پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی غالب رہتی تھی۔

(اللمواہب الدنیہ علی شمائل المحمدیہ ص۳۰)۔

حدیث:۔ عن ابی اسحاق قال سأل رجل البراء من عازب اکان وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل السیف قال لا بل مثل القمر۔ (بخاری ج۱ ص۵۰۲، شمائل ترمذی ص۳)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ (کیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں، بلکہ چاند کی طرح تھا۔

شرح:۔ حضرت علامہ شیخ ابراہیم بیجوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔ قولہ۔ اکان وجہہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم مثل السیف ای فی استنادۃ والاستطالۃ والسوال عنہما معًا وقولہ لا بل مثل قمر ای لیس

مثل السیف فی الاستنادۃ ولاستطالہ بل مثل
القمر المستدیر الذی ھو انور من السیف۔
(المواہب الدنیہ صفحہ ۳ مطبوعہ مصر)۔
ترجمہ :۔ یعنی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور روشنی
اور لمبائی میں تلوار کی طرح تھا۔
اس کلام میں روشنی اور لمبائی دونوں کے متعلق سوال ہے۔
حضرت براء بن عازب نے دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے
فرمایا کہ چہرۂ انور روشنی اور لمبائی میں تلوار کی طرح نہ تھا بلکہ گول چاند کی
طرح نورانی تھا، جو تلوار سے کہیں زیادہ منّور اور روشن ہے۔
حدیث :۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التثنین اذا
تکلم رؤی کالنور یخرج من بین ثنایاہٗ ۔
(شمائل ترمذی)
ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دانتوں کے درمیان
کنادگی والے تھے، یعنی دندانِ مُبارک کے درمیان جھریوں
سے نور یا نور کے مانند کوئی چمکدار چیز نکلتی ہوئی دیکھی
جاتی تھی۔

شرح :۔ مواہب الدنیہ کی شرح میں علامہ بیجوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔ ای دوی شیٔ له صفاء یلمع کالنور یخرج من بین ثنایاه ویحتمل ان یکون الکاف زائدة للتفخیم ویکون الخارج جنیئذٍ نوراً حسیاً معجزة له صلی الله تعالیٰ علیه وآله وصحبه وسلم۔

ترجمہ :۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نور کی طرح صاف شفاف چیز چمکتی ہوئی دیکھی جاتی تھی جو حضور کے نورانی دانتوں کے درمیان نکلتی تھی اور یہاں یہ امکان بھی ہے کہ لفظ "کالنور" میں کاف (ک) زیادہ ہو، تفخیم (شان بڑھانے کے لئے) بڑھا دیا گیا ہو۔ اس تقدیر پر نورِ حسّی تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندانِ مبارک کے درمیان سے بطورِ ظہورِ معجزہ چمکتا تھا۔

نیز مواہب الدنیہ میں امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وقال ابوهریرة واذا ضحك صلی الله علیه وسلّم تیلألو فی الجد رواه البزار والبیهقی ای یضئ فی الجدر بضم الجیم والدال جمع جدار وهو الحائط ای یشرق نوره علیها اشراقاً کاشراق الشمس علیها۔ (مواہب الدنیہ ص۲۷۱ ج ۱)۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرد کے چہرہ پر نُورانی اور مبارک ہاتھ پھیرا تو اس کے چہرہ پر ہمیشہ نُور رہا، اور حضرت قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو اُن کے چہرہ میں روشنی اور چمک تھی، یہاں تک کہ اس کا چہرہ آئینہ کی طرح تھا کہ ہر چیز اس چہرہ سے نظر آتی تھی۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۸۰، ۸۱)۔

اخرج الطبراني عن ابي قرفة قال ايضا رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم انا وامي وخالتي فلما رجعنا قالت وامي و خالتي يا بني ما راينا مثل هذا الرجل احسن وجها ولا انقى ثوبا والين كلاما ورايان النور يخرج من فيه۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۲)۔	امام طبرانی ابو قرفہ سے راوی ہیں۔ ابو قرفہ نے فرمایا، میں اور میری والدہ اور میری خالہ نے حضور سے بیعت کی۔ جب ہم واپس لوٹے تو مجھ سے میری والدہ اور خالہ نے فرمایا، اے پیارے بیٹے، ہم نے حضور کی مثل حسین چہرہ والا اوصاف کپڑوں والا اور نرم کلام والا نہ دیکھا، اور ہم نے دیکھا آپ کے مُنہ مبارک سے خون نکلتا تھا۔

حضور علیہ السلام نُور گر ہیں۔

سالہ الطفیل بن عمرو	فرماتے ہیں حضرت طفیل بن عمرو

يه لقومه وقال
لهم نورله فسطع له
نور بين عينيه
فقال خاف ان
يكون فتحول الى
الطرف موطه وكان
يضئ فى اليل المظلم
فسمي ذالنور رعطى
قتادة بن النعمان لما
صلى معه العشاء ليله
مظلمه مطرة عرجونا
وقال الطلق به فانه
سيضئ لك من بين
يديك عشرا فاذا
دخلت بيتك فسترى
سواد افاخربه ليخرج
فانه شيطان فكان
كذالك ومسح وجه

اپنی قوم کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے کوئی نشانی طلب کی۔ نور تقسیم
فرمانے والے حضور نے کہا "اَللّٰهُمَّ
نَوِّرْ لَهٗ"، یعنی اے اللہ اس کے
لئے نور کر دے، تو حضرت طفیل کی
آنکھوں کے درمیان نور بلند ہوا فرمایا
میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مثلہ
(صورت بگڑی ہوئی، آفت زدہ) ہو تو
وہ نور حضرت طفیل کے کوڑے (چابک)
کی طرف منتقل ہوا، اور اندھیری رات
میں وہ چابک روشن رہتا تھا۔ اسی لئے
حضرت طفیل کا نام ذوالنورین یعنی نور
والا رکھا گیا۔ اور حضرت قتادہ بن نعمان
نے جب اندھیری بارش والی رات میں نور
عطا کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو حضور نے ان کو
عرجون (کھجور کی ٹیڑھی جڑ) دیا اور فرمایا،
چل، دس (ہاتھ یا گز) تیرے آگے اور دس

رجل فما زال على وجهه ملحان فكان لوجهه بريق حتى كان ينظر فی المرأة الی غیر ذلك۔

تیرے پیچھے روشنی ہوگی۔ اور جب تم اپنے گھر داخل ہو گے تو تم سیاہی دیکھو گے، تم اسے مارنا تاکہ وہ نکل جائے، وہ شیطان ہے، تو ایسا ہی ہوا۔

(فیض القدیر ج ۵ ص۲۷)۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوهریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہنستے تھے تو حضور کا نور دیواروں پر چمکتا تھا۔

اس حدیث کو امام بزار اور بیہقی نے روایت کیا۔ حضرت امام قسطلانی حدیث کے معنی بیان کرتے ہیں کہ حضور کا نور دیواروں پر ایسا چمکتا اور روشن ہوتا تھا جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے۔ اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

گمشدہ سوئی

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :۔

" میں کپڑے سی رہی تھی کہ ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ چراغ گل ہونے کی وجہ سے اندھیرا تھا۔ اس لئے تلاش کرنے کے باوجود نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضور کے چہرۂ انور سے ایسا نور نکلا کہ سوئی ظاہر ہوگئی۔ (خصائص کبریٰ)۔

مطلع المسرات میں علامہ ابن سمیع علیہ الرحمۃ سے منقول ہے :۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم يضئُ البيت المظلم من نورهٖ۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نُور سے تاریک گھر روشن ہو جاتا ہے۔

مخالفین کے گھر کی گواہی

مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب "نشتر الطیب" مطبوعہ تاج کمپنی صفحہ ۱۶ پر بھی یہ روایت درج شدہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے، اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پہ چمک پڑتی تھی۔

اس کتاب کے صفحہ ۱۵۶ پر ہے کہ آپکے ہنسنے میں دندان مُبارک ایسے ظاہر ہوتے جیسے برق کی روشنی ظاہر ہوتی ہے اور جیسے بارش کے اولے ہوتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں میں سے نُور سا نکلتا دکھائی دیتا۔

الحمدُ للہ تعالیٰ مضبوط دلیلوں سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور مطلق (قطعی آزاد) ہیں، مقید (قید) نہیں ہیں، نُورِ ہدایت، نُورِ عالم، نُورِ ایمان، نُورِ جسم، نُورِ جان، نُورِ ارض، نُورِ سماء (آسمان) تمام نُوروں کا نُور آپ ہیں، آپ کی نُورانیت حقیقی اور جسمانی ہے۔ آپ

ذات وصفات دونوں کے جامع ہیں۔

خاتمہ

عن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت روحہ نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذالک النور و تسبیح الملائکۃ بتسبیحہ فلما خلق اللہ آدم القیٰ ذالک النور فی صلبہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاھبطنی اللہ الی الارض فی صلبِ آدم وجعلنی فی صلب نوح وقذف بی فی صلب ابراھیم ثم لم یزل اللہ ینلقنی من الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من ابوی فلم یلتقیا علی سفاح قط۔

(الشفاء، ص ۴۸ جلد اوّل مطبوعہ مصر)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس، نور کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کے حضور موجود تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا۔ اور ملائکہ حضور کی تسبیح کی اتباع کرتے ہوئے تسبیح کرتے تھے۔ پس جب

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو حضور کے نُور کو اُس کے صلب (اولاد) میں ودیعت (سپرد) فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ صلب آدم میں مجھے زمین پر اُتارا اور مجھے حضرت نوح علیہ السلام کی صلب میں منتقل فرمایا، اور پھر مجھ کو صلبِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں منتقل فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اصلابِ کریمہ سے اصلب کی جمع) ارحامِ پاک (رحم کی جمع بچہ دانی) میں منتقل کرتا رہا، حتیٰ کہ مجھ کو میرے ماں باپ سے نکالا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک تمام مرد و عورتیں بدکاری سے محروم رہے۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک میرا نُور جس قبیلہ اور خاندان میں رہا وہ ہمیشہ دنیا بھر میں تمام خاندانوں سے بہتر تھا۔ اس میں اچھی خصلتیں، شرافت، نجابت (شرافت) تھی اور جن پُشتوں (نطفہ) یا پیٹوں (رحم) میں یہ نُور رہا، وہ زنا اور کفر و شرک سے محفوظ رہے۔ حضور کے والدین اور دادا، نانا سب کے سب مومن مؤحد اور پرہیز گار تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور تو نُور ہوں، حضور کی نسل، آباؤ اجداد نار (آگ) والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کا نُور نورانی لوگوں میں رکھا۔ (اشعۃ اللمعات)۔

فائدہ: یہی نُورِ اقدس، جو عالم بالا میں تھا بشر کی صورت میں آیا، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔

صدرُ العُلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح عالمِ دنیا کے امام اور پیشوا ہیں، اسی طرح عالمِ بالا کے بھی ہیں۔ اس کے معنی و مطلب شبِ معراج میں ظاہر و واضح ہوا۔ چنانچہ بطورِ نمونہ معراج کا ایک مضمون ملاحظہ ہو۔

صحیح بخاری، مسلم و بیہقی میں ابو سعید کی روایت سے ہے کہ (معراج کی رات) بیت المقدس سے فارغ ہونے کے بعد امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے۔ حکمتِ خداوندی سے ایک نُورانی سیڑھی لگا دی گئی۔ اور آپ براق پر سوار ہو کر آسمانِ دُنیا پر پہنچ گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی۔ محافظ ملائکہ نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے، تو جبریل نے جھوم کر یوں کہا:۔

؎ وہ حبیبِ خدا سید المرسلین عالم الانبیاء شاہِ دُنیا و دین
بزمِ قوسین میں ہوں گے مسند نشیں جشنِ معراج کا آج کی رات ہے

یہ سُنتے ہی فرشتوں نے مرحبا، اہلاً و سہلاً کا غُلغلہ (شور و ہنگامہ) بلند کیا اور پھر دروازہ کھول دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانِ دُنیا پر ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے استقبال کے لئے موجود پایا پھر دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی دائیں جانب دیکھتے ہیں تو کچھ صورتیں نظر آتی ہیں۔ انہیں دیکھ کر وہ مسکراتے ہیں۔ پھر بائیں جانب

کچھ صورتیں دیکھ کر رو دیتے ہیں۔ اس پر حضرت جبریل نے کہا اے رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم، آدم علیہ السلام اپنی دائیں جانب کی صورتیں دیکھ کر اس لئے مسکرائے ہیں کہ وہ سب جنّتی ہیں۔ اور بائیں جانب کی صورتیں دیکھ کر اس لئے روئے ہیں کہ وہ دوزخی ہیں۔ پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دوسرے آسمان پر پہنچے، جبریل نے دستک دی، آواز آئی کون ہے؟ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں۔ آواز آئی تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اللہ کی طرف سے بلائے گئے ہیں، پھر فرشتوں نے مرحبا کہا اور دروازہ کُھل گیا۔

آپ نے وہاں یحییٰ علیہ السلام اور عیسٰے علیہ السلام کو استقبال کے لئے موجود پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کہا اور انہوں نے مرحبا و اہلاً وسہلاً کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ السلام جبریل علیہ السلام کے ہمراہ تیسرے آسمان کی طرف چلے۔ دروازہ کھلا، ملائکہ نے مرحبا کا شور بلند کیا، تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے آپ کا استقبال کیا۔ اس کے بعد آپ چوتھے آسمان پر گئے اور وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کی۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ پھر ساتویں آسمان کی جانب رواں دواں ہوئے تو

وہاں اپنے جدِّ امجد (سب سے بڑے دادا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو موجود پایا جو بیت المعمور کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے بھی امام الانبیاء کو مرحبا کہتے ہوئے آپ کا استقبال کیا۔

ملائکہ کی امامت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں بیت المعمور میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کر کے سب میرے انتظار میں کھڑے تھے، تو اچانک فرمانِ خداوندی سے اذان ہوئی اور جبریل نے عرض کیا کہ اے حبیبِ خدا، جس طرح آپ نے بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کرائی، اسی طرح یہاں بھی ملائکہ کرام کی امامت فرمائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ملائکہ کی امامت فرمائی اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے اس باجماعت نماز پڑھنے سے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میری اُمت کے لئے بھی ایسی ہی جماعت مقرر فرمائی جائے۔ حکمِ خداوندی ہوا کہ ہم نے تمہاری آرزو پوری کی اور ہم آپ کی خواہش پر آپ کی اُمّت کو نماز باجماعت کا عطیہ عطا فرماتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ ہر جمعہ کو ملائکہ کرام بیت المعمور میں جس قدر عبادت کرتے ہیں اس کا ثواب بھی میں آپ کے ان اُمّتیوں

کو دُوں گا جو جمعہ پڑھنے پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔

انتباہ حضور سرور عالم اُمّت کے لئے کیسے کیسے انعامات لائے لیکن افسوس کہ اُمّت کا یہ حال ہے کہ ان میں اکثر نماز باجماعت سے محروم ہیں بلکہ بہت سے سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے اور جمعہ کی حاضری سے بھی اکثر محرومی کا شکار ہیں۔

نُورالہُدیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کامل نُورِ ہدایت ہیں کہ انبیاء و رُسل بھی آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

کلھم من رسول اللّٰہ الملتمس

عرفا من البحر او رشفا من الدّیم

ترجمہ :۔ انبیاء علیہم السلام سب کے سب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ملتمس ہیں تاکہ انہیں مل جائے آپ کے دریائے معرفت سے ایک چلّو یا ابرِ کرم سے ایک قطرہ۔

؎ تُو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے

انبیاء سب ہیں مہ پارے، تجھ سے ہی نُور لیا کرتے ہیں

شرح اس شعر کے مصرع اول میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام کمالات حضور علیہ السلام کی

ظل تھے۔ وہ اپنے وقت میں کمالات دکھاتے رہے۔ جب حضور علیہ السلام تشریف لائے، تو اُن سب کے کمالات آپ کے کمالات میں ایسے پوشیدہ ہو گئے جیسے سورج کے آنے پر ستارے پوشیدہ ہو جائیں۔ حضرت امام احمد قسطلانی (شارح بخاری) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اندراج فی نورہٖ کل نور	نورِ محمدی میں سارے نُور درج
والطوی تحت منشور	ہو گئے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے
آیاتہ کل آیۃ نصیرہٗ	معجزات و آیات حضور علیہ السلام
ودخلت الرسالات کلھا	کے دفترِ آیات میں لپٹ گئے اور
فی سلب نبوۃ النبوات	تمام رسالتیں سلب نبوۃ مصطفویہ میں
تحت ورء رسالۃ۔	اور تمام نبوتیں لوائے رسالتِ محمدیہ
(مواہب الدنیہ ص ۳۷۹)۔	میں داخل ہو گئیں۔

فائدہ:۔ حضور فضل و شرف کے سُورج اور حسن و خوبی کے چاند ہیں۔ اسی فضل کے سُورج سے تمام انبیاء کرام نُور لے کر چمکے ہیں۔ یعنی حضور اصل ہیں اور سارے انبیاء فرع (ٹہنی یا شاخ) ہیں۔ آپ سُورج ہیں اور سارے رسول تارے ہیں۔

سب نبی نُور ہیں، لیکن ہے تفاوت اتنا
نیّرِ نُور ہو تم، سارے رُسل تارے ہیں

جس طرح ستارے سورج سے نور لے کر چمکتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت چمکتے ہیں جب آفتاب چھپا ہوا ہو۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام اسی آفتابِ فضل سے نور لے کر چمکے اور اس وقت تک چمکتے رہے، جب تک کہ آفتابِ نبوّت کے نیّرِ اعظم (بہت بڑے روشن سورج) نے صحنِ عالم میں قدم نہ رکھا۔

قرنوں (صدیوں) بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی!

حوالہ جات

(۱) علامہ قسطلانی (شارح بخاری) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فجمیع ماظہر علی ایدی الرسل علیھم السلام من الانوار فانما ھی من نورہ الفائض۔	انبیاء کرام و رسلِ عظام سے جو معجزات ظاہر ہوئے وہ سب حضور کے فیض کا ظہور تھا۔

(مواہب ج ۱ ص ۳۷۹)۔

(۲) علامہ مرزوق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلے جو فیضان نورِ محمدی ظاہر ہوا وہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ہوا جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر (چیزوں کے ناموں) کے بارے میں تعلیم فرمائی اور

جوامع الکلم محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام سے نوازا اور حضرت آدم علیہ السلام نے وہ علمِ الٰہی ملائکہ پر ظاہر کیا، حتیٰ کہ اللہ کی مخلوق کا ظہور ہوا۔ اور نسلاً بعد نسل زمانہ سیّد المرسلین آیا۔

(۳) حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

وکلھم من رسول اللہ

عرفا من البحر او رشفا من الدّیم

ترجمہ: تمام پیغمبرانِ عظام حضور علیہ السلام کے دریائے معرفت سے چلّو یا ابرِ کرم سے قطرہ ملا۔

قرآنِ مجید اس مضمون کی تائید قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ	یاد فرمائیے اے محبوب جب
النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ	خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو
مِنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ	میں تمہیں کتاب و حکمت دوں
ثُمَّ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ	پھر تمہارے پاس آئے رسول
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ	تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے
لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ	ساتھ ہی ضرور ہے۔ اس پر
قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ	ایمان لانا اور بہت ضرور اس
عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا	کی مدد کرنا پھر فرمایا کیا تم نے

اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ وَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ سو جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

فیضانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نہ صرف نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا میثاق (عہد نامہ) بلکہ عالم ارواح میں سب نے مستقل طور پر نبی علیہ السلام سے فیض پایا۔ (روح البیان)۔ اسی طرح ہر ایک نبی نے اپنے اپنے دورِ نبوّت میں آپ سے علمی و عملی پیاس بجھائی۔ قرآن مجید میں ہے۔

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ؕ

یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور ان علوم کی تعلیم دیتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

فائدہ:۔ اس آیت کی عام تائید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عمل سے ہوتی ہے۔

تعلیمِ عیسیٰ علیہ السلام

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام انا نزل یجتمع بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الارض فلا مانع یاخذ عنہ ما احتاج الیہ من احکام شریعۃ۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص۲۹۰)۔ یعنی بے شک عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے اور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوا کرے گی، تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ آپ حضور علیہ السلام سے آپ کی شریعت کے احکام حاصل کریں گے جو انہیں ضرورت ہوگی۔ اس موضوع پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ (کتاب) لکھا ہے۔ (الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام مطبوعہ مصر جو الحاوی للفتاویٰ کے ص۲۷۷ تا ص۲۹۹ پھیلا ہوا ہے۔)

کہف الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام مخلوق کی پناہ کی جگہ حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملہ کی ترجمانی اس طرح فرمائی ہے:۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذیہ

سواک عند حلول الحادث العمم

اس کا فارسی ترجمہ مولانا عبدالمالک مشیر مال بہاولپوری مرحوم نے یوں کیا ہے: ؎

کیست جز تو نا حرم اے بہترینِ کائنات
تا پناہ جویم بدو در انقلاب و حادثات

ترجمہ:۔ اے تمام مخلوقات سے اشرف تر حادثات کے وقت سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے پاس میں جا کر پناہ لوں۔

اس شعر کی شرح میں مولانا عبدالمالک مرحوم نے لکھا کہ جس کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہ ہو، اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جائے پناہ ہیں، کیوں کہ خالص اللہ کی خاطر حضور علیہ السلام کی محبت و اطاعت عین محبت و اطاعتِ الٰہی ہے۔ اس لئے جب کوئی دنیا کی خرابیوں سے تعلق ختم کر کے حضور کے دامنِ محبت سے وابستہ ہو جائے تو وہ یقیناً شفاعت کا مستحق ہو گا۔ اسی طرح دنیاوی حادثات کے وقت دعا اگر حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے مانگی جائے تو وہ امن و امان کا سبب ہو گا۔

مولانا عبدالمالک مرحوم فرماتے ہیں کہ بعض منکرین اس شعر سے ناک چڑھایا کرتے ہیں، مگر وہ بے چارے بے خبر کیا کریں۔ جن کے ہاں بات بات پر شرک کا حکم لگانا ایک معمولی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ باطنی فیضان سے مرحوم رہتے ہیں۔

مولانا موصوف مزید فرماتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ ایک مرتبہ

یہ شعراُن علماء کو جمع کر کے جو صحیح تلفظ سے پڑھتے ہوں، پڑھایا جائے، تو ہر ایک مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔

فائدہ: اس شعر کے متعلق مزید تفصیل و تحقیق کے لئے فقیر کی کتاب "شرح قصیدہ بُردہ شریف" دیکھئے۔

نوٹ:۔ حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دور میں ہر ایک کو مشکل وقت میں مدد فرمائی اور اس طرح قیامت تک اور پھر حشر کے میدان میں سب کی مشکل کشائی فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ حیوانات، پرند، چرند وغیرہ بھی آپ سے پناہ لیتے ہیں۔ یہ موضوع خاصا طویل ہے۔ حضرت امام یوسف قدس سرہ نے اپنی کتاب "شواہد الحق" میں اسے خوب بیان فرمایا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی کتابوں نے ہر موضوع کے ہر گوشے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

چند نمونے فقیر بھی عرض کرنا چاہتا ہے۔

آنکھ دُکھنے پر فریاد

علامہ نبہانی "شواہد الحق" میں عبدالرحمٰن جزولی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ ہر سال خراب ہو جایا کرتی تھی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں میری آنکھ دُکھنے لگی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کی کہ "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں حضور کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دُکھ رہی ہے"۔ پس مجھے آرام آگیا اور حضور کی برکت سے اب تک مجھے آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

یُوسف نبھانی کی فریاد

علامہ نبھانی اپنی کتاب "سعادت الدارین" میں خود اپنی درخواست کا قصہ یوں تحریر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کسی ظالم دشمن نے مجھ پر ایسی جھوٹی تہمت لگائی کہ سلطان عبد الحمید خان نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے کسی دور دراز علاقہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ سُن کر مجھے بیقراری ہوئی۔ جمعرات کا دن تھا۔ جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھا اور تین سو پچاس بار یہ درود شریف پڑھا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

پھر مجھے نیند آگئی۔ آخر رات پھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ چنانچہ جمعہ کی شام ہی کو سلطان ہی کی طرف سے تار (ٹیلی گرام) آگیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو فتح نصیب کرے اور مجھ پر تہمت لگانے والے کو رسوا کرے۔

اُمت کا فریاد رس صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر ابو محمد اشبیلی نے اپنی کتاب "فضیلتِ حج" میں لکھا ہے

کہ غرناطہ کے لوگوں میں سے ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ طبیب اس کا علاج کرنے سے عاجز ہو گئے اور شفاء سے مایوس ہو گئے۔ وزیر ابو عبداللہ محمد بن ابی الخصال نے اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کے لئے ایک عرض داشت تحریر کی۔ جب خط لے جانے والے نے روضۂ اقدس پر وہ عرض داشت پڑھ کر پیش کی تو بیمار اپنے وطن میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ خط لے جانے والے نے جب واپس آکر اسے دیکھا تو ایسا تندرست پایا جیسے وہ کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا۔ (وفاالوفاج ۲ ص۴۴)

نبی علیہ السلام اُمتی سے دُور نہیں

ابو محمد عبداللہ بن عزوی کمال جو اُندلس کا ایک نیک شخص تھا۔ یہ بیان کرتا ہے کہ اندلس میں ایک شخص کا بیٹا قید ہو گیا۔ وہ اپنے بیٹے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنے اپنے شہر سے نکلا۔ راستے میں اس کا کوئی جاننے والا ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنے جا رہا ہوں کیوں کہ رومیوں نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے اور اس کی آزادی کے لئے تین سو دینار فدیہ تاوان

مقرر کیا ہے اور مجھ میں اتنی رقم کی طاقت نہیں۔ جاننے والے نے کہا کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد ہر جگہ سے کی جا سکتی ہے مگر وہ نہ مانا (اور سفر جاری رکھا)۔ جب مدینہ منورہ پہنچا تو روضۂ مبارک پر حاضر اپنا حال عرض کیا اور حضور علیہ السلام کا وسیلہ طلب کیا۔ جب پر اُس نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ جب وہ اپنے شہر واپس آیا، تو اپنے بیٹے کو موجود پایا۔ بیٹے سے جب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ فلاں رات اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت سے قیدیوں کو رہائی دلائی۔ اتفاق سے یہ رات وہی تھی جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (شواہد الحق)۔

دشمن کا طعنہ نہیں سُنتے

ابراہیم بن مرزوق بیانی کا بیان ہے کہ جزیرہ شُشقر کا ایک شخص قید ہو گیا، اسے بیڑیوں اور کاٹھ میں ٹھونک دیا گیا۔ وہ

"ویستغیث ویقول یارسول اللہ"

پکار پکار کر فریاد کرتا تھا۔ اس کے بڑے کافر دشمن نے طنز کرتے ہوئے کہا قُل ینقذک یعنی اس سے کہو کہ تمہیں چھڑا دے۔ جب رات ہوئی تو ایک شخص نے اُسے بُلایا اور کہا کہ اذان دو۔ وہ بولا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ کس حال میں ہوں۔ پھر اس نے اذان کہی۔ جبس

وقت وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ۔ پڑھ رہا تھا تو اس کی بیڑیاں خود بخود کھل گئیں، جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا، اور اس کا قصہ اس کے شہر میں مشہور ہوگیا۔ (شواہد الحق وحجتہ)

قرض اُتر جائے

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ نے اُسے وظیفہ بتایا کہ تو جب گھر جائے تو سلام کہہ، پھر میری بارگاہ میں بھی سلام پیش کر، پھر سورۂ اخلاص پڑھ۔ اس نے اُس پر عمل کیا تو چند دنوں میں وہ تنگ دست کی بجائے فراخ دست ہوگیا۔

(جلاء الافہام ص۲۵۵ / نسیم الریاض ص۴۶۴)

فائدہ:۔ دیکھئے اللہ والوں کو کہ دُکھ درد، یہاں تک کہ قرض اُتارنے کی پریشانی دُور کرنے کے لئے بھی درخواست اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی اور اس کریم نے منگتے کی جھولی بھر دی۔

آپ کی مہربانی چاہیئے

حضرت محمد سالم علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ میں مدینہ طیبہ کی طرف پیدل گیا، راستہ میں جب کمزوری طاری ہوتی تو میں عرض کرتا۔

"انا فی ضیافتک یا رسول اللہ"

(یعنی اے اللہ کے رسُول، میں آپ کا مہمان ہوں)۔ اور کمزوری

فوراً دور ہو جاتی۔ (حجتہ اللہ ص ۸۱۵)

کنوئیں سے نکالا

حضرت احمد بن احمد علیہ الرحمتہ ایک دفعہ کنوئیں میں گر گئے۔ انہوں نے "یا حبیبی یا محمد" کہا اور فوراً باہر آ گئے۔ (حجتہ اللہ ج ۲ ص ۸۱۵)۔

مشکل میں آنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک اور مسلمان قیدی نے کہا کہ کافر بادشاہ کا جہاز دریا میں پھنس گیا۔ ہزار آدمیوں نے زور لگایا، مگر جہاز نہ نکل سکا۔ بادشاہ نے آخر کار مسلمان قیدیوں سے کہا کہ تم جہاز نکالو۔

"فَقُلْنَا بِاَجْمَعُنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہ"

یعنی ہم مسلمان قیدیوں نے مل کر "یارسول اللہ" کا نعرہ لگا کر زور لگایا تو جہاز باہر آ گیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس مسلمان تھے۔ (حجتہ اللہ ج ۲ ص ۸۱۱)۔

قید سے چھڑاؤ یارسول اللہ

حضرت ابو یونس علیہ الرحمتہ کو معلوم ہوا کہ دو سو علماء کو امیر بلدۃ نے گرفتار کر لیا ہے۔ ابو یونس نے اُن کی رہائی کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان الفاظ میں فریاد کی۔

یَا اَحْمَدُ یَا مُحَمَّدُ یَا اَبَا الْقَاسِمِ یَا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ یَا مَنْ جَعَلَہُ اللّٰہُ

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۃ

توخواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے بشارت دی کہ:

غَدًا یُطْلَقُوْنَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ۔

یعنی کل بفضلہٖ تعالیٰ رہا ہو جائیں گے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی سب رہا کر دیئے گئے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ صہ ۱۲۸)۔

مدینہ کو مُنہ کرکے

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک دفعہ میرا اُونٹ گم ہو گیا، اور کافی تلاش کے باوجود نہ ملا۔ میں نے مدینہ طیبہ کی طرف مُنہ کر کے ان الفاظ میں فریاد کی۔

"یا سیدی یارسول اللّٰہ انا مستغیث بك" تو فوراً اُونٹ مل گیا۔ (حجۃ اللہ صہ ۱۵)۔

جہاز کنارے لگا

صالح بن شوشانے کہا کہ ہم کشتی پر سوار تھے کہ دشمن کے جہاز نے ہمارا تعاقب کیا، قریب تھا کہ جہاز کشتی کو ڈبو دیتا کہ میں نے عرض کیا:

"یا نحن فی ضیافتك الیوم یارسول اللّٰہ"

یعنی آج ہم آپ کی مہمانی میں ہیں۔ (اتنا کہنا تھا کہ) یک دم جہاز کا بادبان ٹوٹ گیا۔ اور ہم خیریت سے تیونس پہنچ گئے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین صہ ۲۱۶)۔

مِصْبَاحُ الظُّلَم

صلے اللہ علیہ وسلّم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکیوں کے چراغ ہیں، معنوی طور پر بھی اور حسّی طور پر بھی۔ حتیٰ کہ آپ نے کفر و شرک اور گمراہی کی تمام جڑیں اکھاڑ کر رکھ دیں۔ آپ کا جسم اطہر نُور علیٰ نُور تھا۔ اس بارے میں فقیر نے چند روایات گذشتہ اوراق میں لکھی ہیں۔ یہاں تبرّک کے طور پر چند اور عرض کرتا ہوں۔

گُم شُدہ سُوئی

سیّدہ عائشہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كنت اخيط سقطت منى الا برة قطيتها فلم اقدر عليها خد خل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ختبنيت الابرة شعاع نور وجهه فاحبرته (رواه ابن عساكر ـ ابنِ عساکر ج ۲ صـ۶۲)۔

اس حدیث کا ترجمہ فرمایا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے ؎

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

انتباہ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسّی نُور بھی تھے اور معنوی بھی۔ حسّی نُور معجزہ کے طور پر واضح محسوس ہوتا تھا۔

چہرۂ اقدس کی چمک

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی شمائل محمدیہ قالت حلیمہ ماکنا نحتاج الی سراج من یوم اخذ ناہ لان نور وجههٗ کان النور من السراج فی مکان جئنا بہ قنوت الامکنہ ببرکة صلی اللہ علیہ وسلم ... انتہٰی۔ (تفسیر مظہری ج ۶ ص ۵۴۸)

اور شمائل محمدیہ میں ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جس دن سے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اس دن سے ہمیں چراغ کی ضرورت نہ رہی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا نُور چراغ سے زیادہ روشن تھا۔ چنانچہ جب کسی جگہ ہمیں چراغ کی ضرورت ہوتی تو وہاں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے آتے اور اس مکان کی ہر جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے روشن و منور ہو جاتی۔

فائدہ:۔ حسّی نُور اکثر و بیشتر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسّم مُبارک (مسکراہٹ) سے ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ اسی لئے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے عرض کیا۔ ع

تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔ تبسم کی ابتداءِ ضحک سے ہے اور ضحک کا معنیٰ ہے خوشی سے چہرہ کھل اُٹھنا، یہاں تک کہ خوشی سے دانت ظاہر ہو جائیں۔ اگر آواز کے ساتھ ہو اور آواز دُور تک جائے تو اسے قہقہہ کہتے ہیں۔ اگر آواز تو ہو مگر دُور سے نہ سُنائی دے تو اسے ضحک کہتے ہیں۔ اگر بالکل آواز نہ پائی جائے تو اُسے تبسم کہتے ہیں۔ پس یوں سمجھئے کہ حضور اکثر اوقات تبسم کی حد سے تجاوز نہ فرماتے۔ بہت کم ضحک کی حد تک پہنچتے کیوں کہ ضحک کی زیادتی دل کو ہلاک کرتی ہے۔ اور قہقہہ کبھی نہ مارے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ (سیرت رسولِ عربی)

احادیثِ مُبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم افلج الثنيتين اذا تكلم رءى كالنور يخرج من بين ثناياه (دارمی مشکوٰۃ ص۵۱۸)۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک کشادہ تھے۔ جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان النبى صلے الله عليه وسلم

کہ جب نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اذا ضحك يتلالوء فی الجدر (بزار و بیہقی) خصائص کبریٰ جلد ۱، صہ ۱۴)

خندہ فرماتے (ہنستے) تو دانتوں سے نور کی شعائیں نکلتیں، حتیٰ کہ دیواریں روشن ہو جاتیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما کان ضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم الا تبسما۔ (ترمذی۔ کتاب المناقب)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا سوائے تبسم کے نہ تھا۔

صحابۂ کرام کی گواہیاں

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ:۔

ماراٗینا مثل ھٰذا الرجل، احسن وجھًا ولا انقیٰ ثوبًا ولا الین کلامًا ورأینا کالنّور یخرج من فیه۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۴ صہ ۲۵)

ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا، پاکیزہ لباس والا، نرم اور میٹھے کلام والا کوئی نہیں دیکھا۔ اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو کے وقت ان کے منہ سے نور نکلتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔

کان رسول الله صلے الله علیه وسلم احسن الناس وجھًا و النور ھم لونا لم یصفه واصفٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوب صورت اور خوش رنگ تھے۔ جس کسی نے بھی

قط الاشبة وجهه بالقمر	آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو
ليلة البدر وكان عرقه فى	چودھویں کے چاند سے تشبیہہ دی۔
وجهه مثل اللولوء۔	پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ پر یوں
(زرقانی علی المواہب جلد۴ صفحہ ۲۲۵)۔	معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه	جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور
وسلم اذا سرا استنار وجهه	وشادمان ہوتے تو آپ کا چہرہ
حتى كانه قطعة من القمر	ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم
(بخاری شریف)۔	ہوتا۔

نہایہ ابنِ کثیر میں ہے۔

انه عليه الصلوٰة والسلام	کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
كان اذا سر فكان وجهه	مسرور و خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ
المرأة التى ترىٰ فيها صور	مثل آئینہ کے ہو جاتا اس میں
الاشياء وكان الجدر تلاحك	اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں
وجهه اى يرىٰ الجدر فى	آپ کے چہرہ میں نظر آجاتیں۔
وجهه صلى الله عليه وسلم	(زرقانی المواہب جلد۴ صفحہ ۸)۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيۡلِ اِذَا سَجٰى

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کچھ مفسرین فرماتے ہیں کہ والضحٰے اشارہ ہے نورِ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور وَاللَّیۡل اشارہ ہے حضور پُر نُور کے خوشبودار بالوں کی طرف۔ (خزائن العرفان)

اے کہ شرحِ والضحٰی آمدِ جمالِ روئے تو
نکتہ واللّیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مبارک میں وحیٔ الٰہی معجزات اور دیگر دلائلِ نبوت کا اثر اور ظہور نہ بھی ہوتا، تو آپ کا چہرۂ مبارک ہی آپ کی نبوت کی دلیل کے لئے کافی تھا۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۴ صہ ۷۲)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو ایمان لانے سے پہلے یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے) فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو لوگ کام کاج چھوڑ کر جلد جلد آپ کو دیکھنے آرہے تھے، چنانچہ میں بھی آیا۔

فلما رایت وجهه عرفت انه	تو جب میں نے آپ کا چہرۂ
وجهه لیس بوجه الکذاب	مبارک دیکھا تو میں نے جان لیا کہ

فسمعته يقول يا ايها الناس
افشوا السلام وصلوا الارحام
وصلوا باالليل واطعموا
الطعام وصلوا باالليل والناس
نيام تدخلوا الجنة بسلام۔
(المدارک ص۱۶۰)
خصائص کبریٰ ص)

یہ چہرہ (کسی) جھوٹے کا چہرہ نہیں۔
آپ اس وقت فرما رہے تھے:
اے لوگو! سلامتی پھیلاؤ اور صلہ رحمی
یعنی اپنوں سے محبت کرو، بھوکوں کو
کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ
سو رہے ہوں، اللہ کی عبادت کرو۔
اور سلامتی سے جنت میں جاؤ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم احسن الناس وجها
واحسنهم ۔ (بخاری شریف ص

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت و
سیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ
حسین وجمیل تھے۔ (مسلم شریف ص۲۵۸)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے متعلق مزید روایات اور تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب "چہرۂ رسول" میں دیکھئے

جمیل الشیم

خوبصورت عادات و خصائل میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ "کان خلقه القرآن" یعنی آپ کی عادات قرآن ہی تھیں اس معنی پر آپ کا ظاہر و باطن قرآن ہی قرآن تھا۔ اس لئے ایمان کی تکمیل کے لئے اس بات پر یقین ضروری اور اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز سے پیدا فرمایا کہ نہ تو آپ سے پہلے کسی انسان کی تخلیق اس طریقہ سے ہوئی اور نہ بعد میں ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کمالات عطا ہوئے، کیا کوئی ایسا شخص ہے جو آپ کے مرتبۂ کمال کو پہنچے اور آپ کے مرتبہ و مقام کا اندازہ لگا سکے، یا جس سے آپ کے کمالات معلوم کرنے کی امید ہو۔

خالقِ کائنات نے آپ کو اپنا حبیب ٹھہرایا اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ کائنات میں (خدا کے بعد) سب سے افضل و اشرف ہیں۔ مالکِ دوجہاں نے آپ کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ آپ کی رحمت تمام جہانوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادئ کل (سب کو سیدھا راستہ دکھلانے والا) بنا کر بھیجا، تو آپ کی ہدایت سب کے لئے ہے۔ تو آپ تمام انسانوں سے زیادہ بزرگ و برتر ہیں۔ آپ کی نبوت و رحمت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امین و صادق بنایا تو آپ اللہ کی امانت کے سب سے بڑے امین ہیں۔ غیب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اور چونکہ مالک کی اجازت کے بغیر امانت میں تصرف کرنا خیانت ہے، اس لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی کے دریافت کرنے کے باوجود بھی غیب کی کوئی بات نہیں بتائی، تو اس سے آپ کی لاعلمی نہیں بلکہ آپ کا امین

ہونا ثابت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ لولاك لما خلقت ... الخ مومنو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر آپ کو پیدا نہ فرماتا تو کائنات کو پیدا نہ فرماتا۔ یہ کمال بھی صرف آپ ہی کو حاصل ہے کہ آپ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ (یعنی معراج شریف میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے آمنے سامنے بات چیت کی۔ اور آپ نے بغیر کسی پردے کے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ آپ اللہ اور اللہ کی مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں۔ آپ کائنات کی ہر شے سے عمدہ، پاک، کامل، افضل، اور بزرگ و برتر ہیں۔ آپ کے پاؤں کی مٹی سے عرش کو زینت ملی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاضر و ناظر بنایا۔ تو کائنات کی کوئی چیز آپ سے چھپی ہوئی نہیں۔ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا، جو سب سے بڑا غیب ہے، تو کون سی ایسی چیز ہے جو آپ سے چھپی ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کرنا اور آپ کی حقیقت کو پہنچ جانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ آپ وہ ہیں کہ آپ کا حالِ باطن اور حالِ ظاہر کامل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ اور تمام انسانوں کو خوشخبری دی کہ:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم

پس ثابت ہوا کہ آپ کے اتباع (پیروی) کے بغیر اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

"انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا"

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر خوشی دیتا اور ڈر سناتا۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے تمام افعال، اقوال، اعمال و احوال سب معلوم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اور باطنی کمالات کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا اور نہ ان پر مطلع ہوتا ہے (یعنی اُسے اس کا علم ہوتا ہے)۔ روایت ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ گئے تو ایک قبیلہ کے سردار نے آپ سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف (خوبی، تعریف) بیان کیجئے۔ حضرت خالد نے اس سردار سے کہا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ سردار نے آپ سے کہا مختصر طور پر آپ کا وصف بیان کریں۔

حضرت خالد نے کہا کہ رسول (بھیجا گیا) مُرسل (بھیجنے والے) کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔ یعنی بھیجنے والے کا جیسا مرتبہ ہوتا ہے، ویسا ہی وہ قاصد بھیجتا ہے۔ مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ یہ آفتاب و ماہتاب (سورج چاند) وغیرہ کی تشبیہات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دی جاتی ہیں، یہ موقع کے مطابق مثال ہیں، ورنہ آپ کی ذاتِ اقدس کسی تشبیہ کی محتاج نہیں۔

سراپا حُسن و جمال

یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حُسن و جمال کا تذکرہ مناسب ہے تاکہ عاشقِ رسول اس ادا کے طریقہ کو تصور میں لائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ حسین و جمیل ہیں کہ بعض علماء سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل حُسن ہم پر ظاہر نہیں ہوا۔ اگر آپ کا تمام حسن ہم پر ظاہر ہو جاتا، تو ہماری آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روئیت کی تاب نہ لاتیں۔ آپ کا چہرۂ انور آفتاب و ماہتاب (سورج چاند) سے بھی زیادہ روشن اور پُرکشش ہے۔ آپ کا سرِ مبارک بڑا ہے جو عظمت کی نشانی ہے اور دماغی قوت پر بھی دلیل ہے، آپ کا چہرۂ مبارک نہایت روشن و تاباں ہے۔ نہ آپ زیادہ لانبے ہیں اور نہ ٹھگنے، بلکہ آپ کا قد مبارک میانہ ہے۔ آپ کے حسن و جمال سے دن اور رات منور ہیں۔ آپ کا چہرۂ مبارک نہ بالکل گول ہے نہ بالکل لانبا بلکہ متناسب ہے۔ جب آپ مسکراتے، تو آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط اس خوشی سے روشن ہوتے اور چمکنے لگتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین اور بہتر کسی چیز کو نہیں دیکھا۔

بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں بڑی بڑی اور پلکیں لانبی لانبی اور آنکھوں میں سرخی کی آمیزش (ملاوٹ) اور آپ کا دہن مُبارک (منہ) کشادہ اور آپ کے قدم مبارک پُرگوشت نہیں تھے، ایڑیاں پتلی پتلی تھیں۔

حضرت محاربی نے حضرت اشعب سے، انہوں نے حضرت ابن اسحاق سے اور انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چاندنی رات میں ایسے حال میں دیکھا کہ جس میں اول سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے۔ نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ اَبر (بادل) کہ آپ سُرخ جُبّہ پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، البتہ آپ میری نظر میں چاند سے احسن تھے۔

ترمذی اور بیہقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی اور یوں فرمایا۔ آپ حسن و جمال میں چودھویں کے چاند کی طرح تھے۔ آپ کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ آفتاب (یعنی سورج) طلوع ہو رہا ہے۔ آپ

گورے تھے، رنگ میں سرخی تھی اور آپ کا چہرہ مُبارک ملیح (سانولہ) تھا۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آپ رات کی تاریکی میں ایسا دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ آپ کی پیشانی مبارک نہایت کشادہ اور ابروئے مبارک باریک اور ایک دوسرے سے متصل تھے۔ جسم اطہر بہت ہی خوبصورت۔ آپ کی پیشانی مُبارک اپنی چمک اور نورانیت کی وجہ سے عمامہ (پگڑی) کے کناروں کو روشن و نمایاں کرتی تھی۔ آپ کے گیسوئے مبارک سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ آپ کا چہرہ تروتازہ رہتا تھا۔ جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے آپ کامل و اکمل تھے۔

مقاتل ابنِ حیان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے پاک دامن کنواری اور دنیا سے بے رغبت عورت کے فرزند! سُن اور اطاعت کر کہ میں نے تجھ کو بے باپ کے پیدا کیا، اور تمام اہلِ جہاں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔ پس میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی بھروسہ کر اور اہلِ سوران کو خوشخبری سُنا دے کہ میں ہی خدائے حیّ و قیوم ہوں۔ ہمیشہ سے ہوں ہمیشہ رہوں گا۔ تم کو چاہیئے کہ اس نبی اُمّی پر ایمان لائیں، جو اُونٹ پر بیٹھنے والے ہیں، زرّہ زیب تن کرنے والے ہیں، اور عمامہ باندھنے والے ہوں گے۔ اور جن کے

پیر میں نعلین اور ہاتھ میں عصا ہو گا۔ جن کے بال گھنگھریالے ہوں گے اور پیشانی کشادہ ہوگی۔ ابرو ملے ہوئے ہوں گے۔ ناک اُونچی، رُخسار بھرپور اور ریش مبارک گھنی ہو گی۔ پلکیں لانبی لانبی اور سیاہ ہوں گی، اور آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ ہوں گی۔ چہرۂ اقدس پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے ہوں گے اور اس کی خوشبو مُشک کی طرح مہکتی ہو گی۔ اور اُن کی گردن چاندی کی ابرق (Mica) کی طرح ہو گی۔ سبحان اللہ کیا شان ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی۔ آپ کا دہن مُبارک (مُنہ) کشادہ اور عظیم تھا، جس سے ہمیشہ حق نکلتا ہے۔ آپ کے رخسار (گال) نرم تھے اور دانت مبارک جُدا جُدا نہایت خوبصورت اور چمکدار تھے۔ آپ کا لعابِ دہن (تھوک) ظاہری اور باطنی بیماریوں کو شفا بخشتا تھا۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تھا، تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئے، گویا ان کی آنکھوں کو کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ (مسلم و بخاری)

آپ نے ایک مرتبہ کنوئیں میں کُلّی فرمائی، اس کنوئیں سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ (اسی طرح) حضرتِ انس کے مکان کے ایک کنوئیں میں آپ نے کُلّی فرمائی، تو اس کی برکت سے مدینہ منورہ میں کوئی کنواں اس کنوئیں سے زیادہ شیریں نہیں تھا۔

آپ نے ایک دفعہ اپنی زبان مُبارک اپنے نواسے حسن رضی اللہ عنہ کے مُنہ میں دے دی۔ اس وقت وہ نہایت پیاسے تھے۔ انہوں نے آپ کی زبان مُبارک چوسی، یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

(حدیث ابنِ عساکر)

آپ کا کلام مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ شیریں تھا اور ایسے میٹھے اور لطیف الفاظ سے کلام فرماتے تھے کہ سُننے والوں کا ذہن اس کے معانی تک پہنچ جاتا تھا۔ آپ تمام مخلوقِ خُدا میں سب سے زیادہ شیریں گفتار اور شیریں کلام تھے۔ گویا آپ کا کلام جملہ قلوب کو لے لیتا تھا، یعنی سُننے والوں کے دل آپ کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ جس طرح آپ چاہتے اُن کو پھیر لیتے تھے۔ اور آپ کا کلام سُن کر لوگوں کی روحیں بھی اس کی لذّت میں محو ہو جاتی تھیں۔ جو شخص اپنے غم کو آپ سے کہتا، آپ اس کی شدّتِ غم کو رفع فرما دیتے تھے۔ اور آپ کی شیریں بیانی کو سُن کر غم سے نجات مل جاتی تھی۔ ہر زخمی دل کی شفا آپ کے کلام میں تھی۔ جب وقت آپ کلام فرماتے، تو جملہ بندگانِ خدا سے زیادہ فصیح تھے۔ اور جس وقت آپ وعظ فرماتے، تو مخلوقِ خُدا سے زیادہ لوگوں سے نصیحت کرنے والے تھے۔ کوئی بشر آپ کے کلام کے برابر کلام کی قدرت نہ رکھتا اور نہ ایسا کلام کر سکتا ہے۔ نہ کسی نے کیا اور نہ کبھی کرے گا۔

جس وقت آپ کلام کرتے، تو کلام لوگوں کی سمجھ میں اس طرح آجاتا تھا کہ ان کو کسی قسم کا شک نہ ہوتا تھا۔ آپ کبھی عجلت میں یا جلدی جلدی باتیں نہیں فرماتے تھے، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لفظ صاف صاف، سلیس اور نرم و شیریں لہجہ میں ارشاد فرماتے تھے۔ آپ کی زبانِ مُبارک سے ہمیشہ حق کلمہ نکلتا تھا۔ آپ کے کلام کا لوگوں کے دلوں پر براہِ راست اثر ہوتا تھا۔ آپ کی فصاحت اس حد تک تھی کہ اس کا اثر فوراً سُننے والے کے ذہن پر ہوتا تھا۔ اور آپ کی پُر وقار آواز سُننے والوں کے کانوں میں رس گھولتی تھی۔

آپ کی حُجتوں کے سامنے بڑے بڑے جھگڑا کرنے والے خاموش ہو جاتے تھے۔ آپ کی زبانِ مُبارک سے نکلے ہوئے جُملے تقدیرِ الٰہی کا حکم رکھتے ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے کبھی نہ کا لفظ نہیں نکلا۔ آپ جس بات کا اعلان فرما دیں، وہی حکمِ ربّی۔

آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے دُعائیہ کلمات بارگاہِ الٰہی میں فوراً درجۂ قبولیت حاصل کر لیتے تھے۔ اِدھر آپ نے دُعا فرمائی، اُدھر پلک جھپکتے ہی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی۔

آپ کی زبانِ مُبارک غم زدہ لوگوں کے لئے ٹھنڈک اور مرہم کا کام کرتی تھی۔ آپ کی آواز پر ملائک، جن و انس، حجر و شجر، چاند و سُورج غرض کائنات کا ذرّہ ذرّہ لبیک کہنے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔

شفیعُ الاُمَم صلی اللہ علیہ وسلم

تمام اُمتوں کی شفاعت کا سہرا صرف اور صرف ہمارے نبئ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سر ہے۔ دوسرے انبیاءِ کرام کی شفاعت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف ہے۔ آپ کی شفاعتِ کبریٰ کے بعد ہی وہ اپنی اُمتوں کی شفاعت کر سکیں گے۔

شفاعت

اس موضوع پر بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ فقیر نے اپنی کتاب "شفاعت کا منظر" میں اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ چند نمونے بطورِ تبرّک عرض کرتا ہوں۔

لواء الحمد

یہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقاماتِ عالیہ میں سے ایک مقام ہے کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اُمتوں کے ساتھ حضور کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ اس مقام و مرتبہ کا ذکر متعدد بار خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

احادیثِ مُبارکہ

(۱) لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو کسی نہ کسی دعا کا حق دیا گیا ہے، جس کو اس نے اس دنیا میں پورا کر لیا، مگر میں نے اپنی اُمّت کے لئے شفاعت کی دُعا محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ مجھے اس پر فخر نہیں کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا۔

وبیدی لواء الحمد ولا فخر آدم فمن دونہ

تحت لوائی ولا فخر۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱)۔

(۵) مجھے حوضِ کوثر عطا کیا گیا۔

(۶) مجھے رعب و دبدبہ دیا گیا۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خطیب بنوں گا، لوگ جب مایوس ہو جائیں گے، تو میں انہیں بشارت کے ذریعہ سہارا دوں گا۔

ترجمہ: اس دن "حمد" کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور (چونکہ) میں اپنے رب کی بارگاہ میں بنی آدم میں سب سے مکرم و معزز ہوں، مگر مجھے اس پر فخر نہیں"۔

(۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہی ارشادِ گرامی ان الفاظ میں مروی ہے۔

ترجمہ: "حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے"۔

تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔

دخولِ جنت

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو سب سے پہلے جنّت میں تشریف لے جائیں گے۔

ترجمہ: اور حضور سے پہلے انبیاء کو اور حضور کی اُمّت سے پہلے دوسری اُمّتوں کو جنت میں داخلہ حرام ہوگا۔

حدیث شریف

ترجمہ:۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا، تو اس نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی اُمّت جنّت میں داخل ہو یا میں شفاعت کو اختیار کروں تو میں نے شفاعت کو منظور کیا۔ میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرے کہ اس نے کسی کو خدائے تعالیٰ کا شریک نہ مانا ہو"۔

تشریح:۔ قیامت کا قائم ہونا برحق اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ قیامت کے روز اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن اٹھیں گے۔ کوئی پیدل ہوگا، کوئی سوار، اور کافر مُنہ کے بل چلتے ہوئے میدانِ حشر کو جائیں گے۔ اس دن زمین تانبے کی ہوگی، سُورج صرف ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ گرمی اور تپش سے بھیجے کھولتے ہوں گے، اور گرمی کی حالت میں کثرت سے پسینہ نکلے گا اور پیاس کی جو کیفیت ہوگی، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ زبانیں سُوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی۔ ان مصیبتوں کے باوجود کسی کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ بھائی سے بھائی بھاگے گا۔ ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے۔ ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ کوئی کسی کا مددگار نہ ہوگا۔ اس پریشانی کے عالم میں اہلِ محشر مشورہ کریں گے کہ اپنا کوئی سفارشی ڈھونڈنا چاہیئے جو ہم

کو قیامت کے پچاس ہزار سال کے دن میں ان مصیبتوں سے رہائی دلائے۔ لوگ گرتے پڑتے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کریں گے، مگر ہر جگہ سے یہی جواب ملے گا کہ یہ میرا مرتبہ نہیں، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے آپ لوگ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کریں۔ ارشاد ہوگا:

"اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ، اور کہو، تمہاری بات سُنی جائے گی اور جو مانگو گے ملے گا۔ اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت مقبول ہے۔" پھر شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کم ایمان ہوگا، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس دن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے طفیل بے شمار گناہ گار جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

صَاحِبُ الجُودِ والکرم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جُود و کرم کا کیا کہنا۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے دو لفظوں میں مختصر بتا دیا کہ:

فان من جودك الدنيا وا خرتہا۔ آپ کے جُود کا دنیا و آخرت کی نعمتیں ایک حصّہ ہیں۔

ہمہ کرم صلی اللہ علیہ وسلم

مواہب لدنیہ شریف میں ہے کہ ترجمہ:۔ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم خزانۂ رازِ الٰہی وجائے نفاذِ امر ہیں، یعنی کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکار سے ۔ اس عقیدہ کی پختگی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما میں تھی۔

واقعۂ ربیعہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس شرح میں بار بار لکھا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت ربیعہ کو جنت عطا فرما رہے ہیں تو انہیں "اوغیرو بک" فرماتے ہیں، اس لئے کہ جنت وہی دے سکتا ہے جو مالک ہو یا مالک کی طرف سے مختار ہو۔

نکتۂ عجیب

جب دریائے رحمت جوش میں آیا، تو حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا: "سَل" (یعنی مانگ)۔ لفظ سَل کی عظمت و بلندی اور اس کے استعمال پر غور کیجئے۔ شاہنشاہِ کونین کس بے نیازی سے فرما رہے ہیں کہ "ربیعہ مانگو"، یعنی یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ فلاں چیز مانگو،

بلکہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو جی میں آئے مانگو، کیوں کہ لفظ "سَل" میں سوال کی آزادی اور عطا کرنے کا اختیار دونوں شامل ہیں۔ اتنا بڑا دعویٰ صرف وہی کرسکتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ساری خدائی ہو۔ پھر حضرت ربیعہ کے مانگ لینے پر حضور فرماتے ہیں کہ ربیعہ، کچھ اور بھی مانگ"۔

یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جنت ہی کیا، ہم ہر چیز عطا فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر چیز صرف وہی دے سکتا ہے جو ہر چیز کا مالک ہو۔ ؎

منگتا تو ہے منگتا، کوئی شاہوں میں دکھادو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو!

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص چیز کے مانگنے کو نہ فرمایا، جس سے ثابت ہوا کہ کارخانۂ الٰہیہ کی باگ دوڑ حضور کے دستِ تقدس میں ہے، آپ جسے چاہتے ہیں، جو چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں۔ بلکہ آپ کی شان تو یہ ہے ؎

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا!
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

وَاللّٰہُ عَاصِمُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ و نگہبان ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَاللّٰہُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶ المائدہ آیۃ ۶۸)
یعنی" اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے"۔
اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات اس کی شاہد ہیں۔ پھر عملی طور پر جو اللہ تعالیٰ سے حفاظت ہوتی اس کا شمار ناممکن ہے۔

چند وہ احادیث جو تواریخِ صحیحہ سے ثابت ہیں

ابو لہب کا نام عبد العزّیٰ تھا۔ حضور علیہ السلام کا حقیقی چچا تھا۔ حضور علیہ السلام نے جب بعثت کے بعد قریش کو اکٹھا کیا اور اللہ کا پیغام سُنایا، تو سب سے پہلے ابولہب

ابولہب ہی نے تکذیب کی اور کہا کہ (معاذ اللہ) "تیرا ناس ہو، کیا تو نے اسی لئے اکٹھا کیا تھا"۔ اسی پر یہ صورت نازل ہوئی تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ "ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوا"۔
واقعۂ بدر کے سات روز بعد ابولہب کو زہریلا دانہ نکلا۔ بیماری متعدی تھی، اسی لئے کوئی قریب نہ بھٹکتا تھا۔ سارے بدن میں زہر

سرایت کر گیا، اسی حالت میں ختم ہوا۔ تین دن تک لاش پڑی رہی، فضا متعفّن ہوگئی۔ اُس کے گھر والے اس خوف سے کہ اُس کی بیماری کہیں انہیں نہ لگ جائے اُسے ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ چند حبشی مزدوروں کو بُلا کر لاشے کو اُٹھوایا گیا، مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا، لکڑی سے دھکیل کر اس پر مٹی ڈالی۔ (اس کی تفصیل تفسیر فیوض الرحمان میں ہے۔)

عاص والوجہل

ابوجہل اس اُمّت کا فرعون تھا۔ اس کی انانیت کو اس طرح ختم کیا گیا کہ دو بچّوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

عاص بن وائل حضرت عمرو بن العاص کے والد تھے۔ یہ حضور کا ٹھٹھہ اڑاتے تھے۔ حضور کے ہاں جتنے بیٹے پیدا ہوئے آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ عاص نے کہا:

ترجمہ: ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مقطوع النسل ہیں، ان کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہتا“ (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

(آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے)۔

ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے اس کے پیر پر کاٹا، اس قدر پھولا کہ اُونٹ کی گردن کے برابر ہوگیا۔ اسی میں عاص کا خاتمہ

ہوا۔ (ابن الاثیر ۱۱ ج ۲)۔

اسود بن مطلب

اور اس کے ساتھی جب کبھی آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھتے، آنکھیں مٹکاتے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسود کو اس قابل نہ چھوڑ کہ یہ آنکھیں مٹکا سکے۔ اسود ایک کیکر کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے اپنے لڑکوں کو آواز دی: ''مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے، لڑکوں نے کہا: ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ وہ چلاتا رہا کہ مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ: میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے۔ یہ کہتے کہتے وہ اندھا ہو گیا۔

اسود بن عبد یغوث

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اپنی عقل پر اسے بڑا ناز تھا۔ سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکلیں اور اسی تکلیف میں مرا۔

حارث بن قیس

حارث بن قیس بھی بڑا بیہودہ باتیں کرنے والا تھا۔ اسے ایسی بیماری لگی کہ مُنہ سے فضلہ آتا تھا، اور اسی بیماری میں مر گیا۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینے والوں کی ہلاکت اور تباہی کی تفصیلات حافظ ابنِ کثیر، حضرت امام جلال الدین سیوطی، طبرانی اور بیہقی نے دی ہیں۔

ابنِ ابی سراح

عبداللہ بن ابی سراح کو اگرچہ وحی لکھنے کی خدمت سپرد تھی، مگر کچھ ایسی پھٹکار پڑی کہ مُرتد ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے لگا۔ جب وہ مرا اور اُس کو دفن کیا گیا، تو زمین نے اُسے اُگل کر باہر پھینک دیا۔ اس کے عزیزوں نے سمجھا کہ اصحابِ رسُول نے اس کو نکال دیا ہے۔ لہٰذا زیادہ گہرا گڑھا کھود کر دوبارہ دفن کیا گیا، مگر زمین نے پھر بھی قبول نہیں کیا۔ اور نکال باہر پھینکا۔ غرض کئی بار دفن کیا مگر لاش باہر آگئی۔ اس طرح بارگاہِ رسالت سے نکالا ہوا قبر سے بھی نکالا گیا۔

عتبہ بن ابولہب

ابولہب کے بیٹے عتبہ نے بارگاہِ رسالت میں گستاخی کی تو اللہ کے حبیب نے دعا فرمائی:۔

اللھم سلط علیہ کلبا من کلابك۔	اے اللہ! اپنے کُتّوں میں سے کوئی کُتّا اس پر مسلط فرما۔

(یہ سن کر) ابولہب نے کہا، میرے بیٹے کی خیر نہیں۔ چنانچہ اس کی نگرانی ہونے لگی۔ ایک بار عتبہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ گیا۔

ابولہب نے نوکروں کو اس کی نگرانی کی ہدایت کی اور رات کے وقت درمیان میں سلانے کی وصیت کی۔ مُلکِ شام میں کسی علاقہ میں رات کو سو رہے تھے کہ شیر آنکلا۔ سارے سوتے ہوئے لوگوں کو سونگھا اور کچھ نہ کہا لیکن جب عتبہ کا مُنہ سُونگھا تو اس کو پھاڑ ڈالا۔ (مدارج النبوۃ)

جبریل خادم

سیدنا جبریل علیہ السلام، اگرچہ ملائکہ کے سردار اور نہایت ہی مقربِ بارگاہ ہیں، لیکن ہیں خادمِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ع

جبریلِ امین خادم و دربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یقین کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو پیدا ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام یوسف نبہانی علیہ الرحمتہ نے جواہر البحار ج ۱ ص ۶۵۴ میں لکھا ہے:۔

"اور سیدنا جبریل علیہ السلام حضور سرورِ عالم کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔"

جبریلِ امین خادم و دربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ شاعرانہ خیال نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام تمام ملائکہ کے سربراہ ہونے کے باوجود ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان اور خادم ہیں۔ بلکہ غور و فکر سے دیکھا جائے تو جبریل علیہ السلام کی تخلیق بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے ہوئی ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

خدماتِ جبریل علیہ السلام

حضرت جبریل علیہ السلام کی خدمات کی لسٹ طویل ہے فقیر یہاں صرف چند نمونے عرض کرتا ہے۔

معرکۂ بدر

(۱) امام بخاری، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: یہ جبریل ہیں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ جنگ کا پورا سامان ہے۔

(۲) ابو العالی، حاکم اور بیہقی، حضرت علیٔ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی۔ ایسی آندھی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ پہلی آندھی جبریل تھے جو ایک لاکھ ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ دوسری آندھی میکائیل تھے جو ایک

ہزار ملائکہ کے ساتھ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں طرف کھڑے ہوگئے اور تیسری آندھی اسرافیل تھے، جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔

(۳) امام بیہقی ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنگِ بدر میں جن کافروں کو ملائکہ نے قتل کیا، ان کو ہم جانتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام کا تعارف

جبریل کا قد نہ بہت لمبا ہے اور نہ بہت چھوٹا۔ اُن کا لباس سفید رنگ کا ہے، جس پر ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ جبریل کے چہرے کا رنگ برف کی طرح سفید ہے۔ ان کے اگلے دانت روشن اور چمکدار ہیں۔ اُن کے گلے میں خوبصورت موتیوں کا ہار ہے۔ ان کے سرخ یاقوت کے ایک ہزار چھ سو بازو ہیں۔ ہر دو بازوؤں کے درمیان پانچ سال کی مسافت کے برابر فاصلہ یا دُوری ہے۔ ان کی گردن بڑی خوبصورت اور لمبی ہے۔ ان کے قدم سرخ اور پنڈلیاں زرد ہیں۔ ان کے پر جن سے پرواز کرتے ہیں، وہ زعفران سے بنے ہوئے ہیں، جن کی تعداد ستر ہزار ہے۔ یہ پر ان کے سر سے لے کر قدموں تک

ہیں۔ ہر پر چاند اور ستارے ہیں۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان سورج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو میکائیل سے پانچ سو سال بعد پیدا کیا۔ جبریل ہر روز جنت کی ایک نہر میں نہاتے ہیں اور پھر اپنے بدن کو جھاڑتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کے ایک ایک قطرے سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے، پھر وہ فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جبریل ہر روز سحر کے وقت، عرش کے دائیں طرف نور کی جو نہر ہے اس میں غسل کرتے ہیں۔ جس سے ان کا نُور پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ان کا حسن و جمال بھی دوبالا ہو جاتا ہے۔ اور ان کی عظمت بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جب اپنے پروں کو جھاڑتا ہے، تو اُن کے ایک ایک پَر سے ستّر ستّر ہزار قطرے جھڑتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ایک قطرے سے ستّر ستّر ہزار فرشتے پیدا کرتا ہے۔ اُن میں سے ہر روز ستّر ہزار فرشتے بیت المعمور میں اور ستّر ہزار بیت اللہ شریف میں داخل ہوتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام شبِ معراج، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ پر لائے اور زمینِ ادب چُوم کر رُخصت چاہی، تو حضور نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تنہا کیوں چھوڑتے ہو، تو عرض کی کہ

مجھ میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں:

وما منا الا له مقام معلوم

یعنی ہم میں سے کوئی اپنے مقامِ مقررہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اس لئے آپ آگے تشریف لے جائیے۔ جیسے ہی میں اپنی خدمت پوری کر چکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے مجھ سے اللہ تک پہنچانے کا وعدہ نہ کیا تھا، اب کیوں ٹھہرتے ہو۔ اور یہ فرما کر جبریل کا ہاتھ پکڑ لیا اور جونہی ایک قدم آگے بڑھایا، اچانک جبریل اللہ کی ہیبت سے چڑیا کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ اور آہ وزاری کرتے ہوئے عرض کی، یارسول اللہ! مجھے میرے مقام پر واپس لے آئیے، ورنہ اگر ذرہ بھر بھی آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ کے ہیبت وجلال سے جل جاؤں گا۔

تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے عزت وجلال الٰہی کی، کہ میں جتنا آگے بڑھتا اور نزدیک ہوتا ہوں، شوقِ ملاقات زیادہ ہوتا ہے۔ اور جبریل کو خوفِ الٰہی سے پگھلتے ہوئے اور تقریباً ختم ہوتے دیکھ کر آپ نے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا، اور پانچ سو برس کا فاصلہ جو ایک قدم میں طے فرمایا تھا، ایک اشارہ سے طے کرا کے انہیں ان کے مقام پر پہنچا دیا، اس پر ندا آئی۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو اس فکر میں تھا کہ تیری

اُمّت حشر کے دن قیامت کے دور دراز راستوں اور پُل صراط کو کس طرح طے کرے گی۔ اب دیکھ ایک اشارے میں پانچ سو برس کا فاصلہ کس طرح طے کیا اور ایک قدم میں جبریل کو پار لگا دیا۔ اگر اسی طرح قیامت کے دن شفاعت کر کے پچاس ہزار برس کا فاصلہ ایک سانس میں طے کر کے اپنی اُمّت کو اُن خطرناک راستوں سے بہ سلامت نکال لے جائے تو کیا عجب ہے۔"

حضرت جبریل علیہ السلام کے حاجت روا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشانی میں نور تھا اور اُن کی پُشت میں موتی تھا۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے گوپھن (پتھر پھینکنے کا آلہ) میں بٹھا کر آگ میں پھینکنا چاہا، تو جبریل نے آکر پوچھا کہ کیا آپ کی کوئی حاجت ہے۔ آپ نے جواب دیا، ہے لیکن تیری طرف نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے پھر پوچھا، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر میں جب جبریل علیہ السلام نے کہا کہ کیا آپ کو اپنے رب کی طرف حاجت ہے، تو آپ نے فرمایا، کیا کوئی ایسا دوست ہے، جس کو اپنے دوست کی طرف حاجت نہ

ہو۔ اس پر جبریل علیہ السلام نے کہا تو پھر آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ آپ کی اس حال میں مدد کرے، آپ نے فرمایا، وہ میرے سوال کئے بغیر میرے حال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر فرمایا کہ میں نے جبریل کو اس وقت کہا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو مبعوث کرے گا تو اے جبریل میں تیری اس نیکی کا بدلہ دُوں گا، جو تُو نے میرے باپ ابراہیم سے کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج نصیب ہوئی، جبریل میرے ساتھ تھا، یہاں تک کہ ہم ایک مقام پر پہنچے جہاں جبریل ٹھہر گیا اور آگے جانے سے معذرت کی، اس پر میں نے جبریل سے کہا: بھلا ایسے مقام میں بھی کوئی دوست کسی دوست سے جُدا ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسُول! یہ وہ جگہ ہے، جہاں سے اگر میں آگے بڑھوں، تو نُور مجھے جلا کر راکھ کر دے گا۔ اس پر میں نے کہا: کیا اللہ کی طرف تیری کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں! آپ اپنے رب سے میرے لئے اس بات کا سوال کریں کہ قیامت کے دن وہ مجھ کو حکم دے کہ میں پُل صراط پر اپنے پر بچھا دُوں اور آپ کی اُمّت اس کے اوپر سے گزر جائے۔ اس پر میں نے کہا: بارك الله لك يا جبرئيل۔

(اے جبریل! اللہ آپ کو برکت دے۔)

پھر اللہ کی طرف سے ندا آئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دریائے نُور میں غوطہ دے دو۔ جبریل نے آپ کو غوطہ دیا۔ اس غوطہ سے آپ ستّر ہزار پردوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے۔ ان پردوں میں سے ہر ایک پردہ کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ کے برابر تھی۔ یہاں تک کہ آپ سونے کے فرش تک پہنچے۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا اس نے آپ کو موتیوں کے حجاب (پردہ) تک پہنچایا۔ فرشتہ نے اس حجاب کو ہلایا۔ حجاب کے پردے سے ندا آئی کون ہے یہ؟ فرشتے نے جواب دیا کہ میں "فراش الذاہب" کا فرشتہ ہوں۔ اور میرے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اُس حجاب کے فرشتے نے کہا "اللہ اکبر" اور حجاب کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور مجھ کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ اس طرح میں ایک سے دوسرے حجاب کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے ستّر ہزار حجاب پار کر لئے۔ جن میں ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ کے برابر تھی۔ اس کے بعد میں "نورِ ابیض" (سفید نُور) کے دریا پر پہنچا۔ وہاں ایک ایسا فرشتہ تھا کہ اگر کوئی پرندہ اس کے ایک کاندھے سے پانچ سو سال اڑتا رہے تو وہ پھر بھی دوسرے کاندھے تک نہ پہنچے۔

اس کے بعد مجھے آگے چلایا گیا اور میں "نُورِ احمر" (سُرخ نُور) کے

دریا تک پہنچا۔ اس کے کنارے پر بھی ایک فرشتہ تھا۔ وہ فرشتہ اتنا بڑا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اُس کو یہ حکم دے کہ زمین و آسمان کو نگل جائے، تو وہ نِگل جائے، اس کے بعد رفرف مجھے لے کر آگے بڑھا۔

البراق مرکبہٗ
صلی اللہ علیہ وسلّم

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ براق دُنیا کے جانوروں جیسا نہ تھا۔ وہ گدھے سے اُونچا اور خچّر سے چھوٹا تھا۔ اس کا چہرہ انسانوں جیسا تھا۔ اس کی پیشانی چمکتے موتیوں اور یاقوت کی شاخوں سے آراستہ اور تیز روشنی سے چمک رہی تھی۔ اس کے دونوں کان زمرد کے تھے۔ اس کی دونوں آنکھیں چمکتے ستاروں کی طرح تھیں۔ اس کی شعائیں سورج کی طرح بکھر رہی تھیں۔ اس کا رنگ خاکستری چتکبرا۔ اس کی تین ٹانگیں سفید اور آگے کی دائیں ٹانگ سفید نہ تھی۔ اس پر موتیوں اور جواہرات سے جڑی ہوئی پالان تھی۔ نہایت ہی خوبصورت۔ آدمی کی طرح سانس لیتا تھا۔ (الاسرار، ابن عباس ص۱۷-۱۶)۔

براق کا عشقِ نبوی

جبریل علیہ السلام جب ربِ جلیل کے حکم سے بہشت میں براق

لینے آئے تو دیکھا چالیس ہزار براق وہاں چر رہے ہیں اور سب کی پیشانی پر نام نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے۔ اُن میں ایک بُراق نہایت غمگین واُداس، سر جھکائے ایک طرف کھڑا رو رہا ہے۔ جبریل نے جب جا کے اس سے اس کے رنج وملال کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: ”اے جبریل! میرے دل میں چالیس ہزار سال سے عشقِ محمدی کی آگ سُلگ رہی ہے۔ نہ رات کو آرام نہ دن کو چین ہے“۔ یہ سن کر جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے اسی براق کو پسند کیا اور اُسے ساتھ لے کر آپ کے درِ دولت پر پہنچے۔

(روض الاظہار ص۲۱۷)۔

براق کی ناز برداری

حضور علیہ السلام جب براق پر سوار ہونے لگے، تو وہ بدکنے لگا، جب سبب پوچھا گیا تو کہنے لگا: ”کل قیامت میں بھی مجھے یہ شرف نصیب ہو“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے ساتھ وعدہ فرمالیا۔

(معارج النبوۃ ج ۳ ص۷۹)

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری براق تھی۔ مکہ سے بیت المقدس تک۔ بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک۔ ملائکہ کے پر ساتویں آسمان تک۔ جبریل کا پر سدرۃ المنتہیٰ تک۔ اور اس سے

اوپر رفرف، قاب قوسین سے او ادنیٰ تک۔

حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی رُوح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج شریف کی مسافت (مقامِ او ادنیٰ سے مقامِ اوحیٰ تک) تین لاکھ سال کی مسافت کے برابر ہے، اور بعض نے اسے ساڑھے تین لاکھ سال بتائی ہے۔

فائدہ:۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا کندھا پیش کرنے پر بعض عام لوگوں اور خصوصاً خوارج زمانہ کو اعتراض ہے۔ اس کا تفصیلی جواب فقیر نے اپنی کتاب "غوثِ اعظم" میں دے دیا ہے۔ یہاں مختصر طور پر عرض کروں گا کہ روحِ غوثِ اعظم کو اس طرح شرف ملا جیسے براق اور رفرف کو۔ یہ نہیں کہ (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام کو اُن کے کندھے پیش کرنے کی ضرورت تھی۔

ارواح عالم بالا میں قید بھی نہیں، اُن کی پرواز کی کوئی حد بندی نہیں۔ اور نہ ہی دُنیا میں آنے کے بعد عالم برزخ میں پابندی ہے۔ عام ارواح، خواب میں ہی سہی، عرش تک پہنچ جاتی ہیں (جیسا کہ احادیث میں ہے کہ باوضو ہو کر سونے والے کی رُوح عرش تک چلی جاتی ہے)۔ تو یہ حضرت غوثِ اعظم کی روح ہے، جو جملہ اولیائے کرام کی ارواح کی سردار اور پیشوا ہے۔

طالب دُعا:
خاکپائے فقراء و علماء
فقیر القادری محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی ...

R-31/17 گلبرگ، گلستانِ مصطفیٰ، کراچی۔ فون: ...2052869